

کریگا فلک تجھکو خوار اسطرح   کہ دیکھے ہیں تو اب مجھی جسطرح
لگا کہنے پھر یوں کہ بیداد گر   کہ کھینچوں تجھے اس گھڑی دار پر
کروں یا قلم سر کو شمشیر سے   پرو دوں ترے تن کو یا تیر سے
ذرا کہہ کہ کیا ہے تری آرزو   وہ منظور ہے جو کہے مجھ سے تو
یہ گفتار سنکر لگا کہنے جم   کہ مجھ کو نہیں اسقدر کچھ ہے غم
قضا نے یہ چاہا تو کیا خوف و باک   تو جسطرح چاہے مجھے کر ہلاک
یہ ضحاک نے پھر کسی کو کہا   کہ چیر و اسے ایک آرہ منگا
وہ دو تختے لایا اور اک آرہ بھی   شہ جم کو تختے سے باندھا تبھی
کہ پھر آرا سی پھیرا اُسے بس وہاں   ہوا ایک جم سے وہ پیکر عیاں
جہاں سے عبث ہے امید وفا   کہ بے مہر ہے اور سراپا خطا
نہ دور فلک کا ہے کچھ اعتبار   کہ پھرتا رہے ہے یہ لیل و نہار
ہوا جب نہ اسکو یہ چرخ دوں   کرے آخر کار یوں سرنگوں
... دم ہے موجود یاں ساز رنگ   سدا گوش زد ہے یہ آواز مرگ
خبر یہ گئی سوئے زابلستان   ہوا قتل جمشید شاہ جہاں
سنہ لیجا اس نازنیں کو یہ پہنچی خبر   تو رنج و الم سے ہوئی نوحہ گر
نہ آنکھوں میں خواب و نہ دل کو قرار   لگی رہنے بیتاب لیل و نہار
... سے کام تھا اشکباری کیساتھ   سدا شغل تھا آہ و زاری کیساتھ
نہ تھی آشنا وہ خور و خواب میں   وہ بیگانہ تھی صبر اور تاب سے
اٹھایا بہت اسنے بیداد دہر   پھر آخر کو وہ مر گئی کھا کے زہر
وہ ہمشیر تھے شہ جم کے کہیں   انہیں لوگ لا پکڑ کر وہیں
کہ بے خلق تھی ایک کو شہریار   اور اس دوسری کا تھا نام ارنواز
انہیں شہ ضحاک نے کر طلب   رکھا اپنے گھر میں بلطف طرب

خواب دیکھنا ضحاک کا اور ڈرنا خواب ڈراونی سے

وہ ضحاک تازی پس از قبل جم
وہ مردِ جواں کو وہ بیخوف و باک
غرض متفرق کو انکے لے کر تمام
یہ دیکھا کہ پیدا ہوئے تین گرد
کہ گردو دلاور کہ تھا نوجوان
ستمگر نے ہاتھوں کو باندھا شتاب
ہوا دیکھ کر خواب وہ ہولناک
ہوئے وہیں بیدار اہل حرم
فغاں کیوں کیا خواب میں اسقدر
مری زندگی سے ہوں نا امید
تو اختر شناس آ کے حاضر ہوا
سنی داستان خواب کی یک قلم
زوال اسکی دولت کا پہونچا ہے اب
یہ اندیشہ تھا گر کہیں رات اب
دیا تین دن تک نہ ہرگز جواب
کہا اے شہ اقبال راہی ہوا
فریدوں کوئی شخص ہووے گا
کہیں ہووے گی گاو پر مایہ ایک
کہا شہ نے پھر خواب میں کس نے ہال
وہ ماریگا اک گرزہ گاؤ سر
وہ بولے کہ اے شاہ بیخوف و باک
سنی شاہ نے جب وہ تعبیر خواب
جو ہوش و حواس اسکے آئے بجا
نشانِ فریدوں کی تھی جستجو
کیا حکم یوں شہ ضحاک نے
سنا میں فریدوں کی اب داستان
ملک زادہ اک آبتین نام تھا
گرامی تبار و خجستہ نژاد
کہ ضحاک ناپاک کے مردمان

جہاں میں لگا کرنے جور و ستم
طلب کر کے ہر روز کرتا ہلاک
کھلاتا وہ سانپوں کو ہر صبح و شام
اور ان میں سے تھی وہ کلاں یک چرد
سو اسنے وہیں ایک گرز گراں
رسن ڈالکر وہیں کھینچ شتاب
ہوا دل کو اندیشہ و خوف و باک
دل انکا ہوا ہول سے پر الم
لگے کانپنے جس سے دیوار و در
نشاط جوانی سے ہونا امید
کریں کی تعبیر یکسر بیان:
گئے ہوش اور ہو گیا بند دم
ہوئی اسکے بیدولتی اب نصیب
تو ہووے شہ نامور پر غضب
بیاں کی نہ زنہار ...ب
جدا تجھ سے اب تخت شاہی ہوا
ابد شوکت و عزت و حشم و جاہ
سو پالیگی اسکو باآئیں نیک
کرے سر پہ مارا ہی گرز گراں
کریگا تجھے پائنوں آگے پدر
کریگا پدر کو تو اسکے ہلاک
ہوا درد و غم سے وہ بے صبر و آب
تو پھر تخت پر پاؤں اپنے رکھا
لگے ہاتھ دشمن پہ تھی آرزو
دیا سب کو فرمان یہ ناپاک نے

گئے بیقتل ورنگاہ غارت گری
وہ ہونے غریب اور ارجمند
لگا کرنے بیداد وہ بیحساب
کیا حملہ تینوں نے ضحاک پر
جو مارا سر شاہ ضحاک پر
اسے لیگئے کھینچ بالائے کوہ
کیا خواب میں اسقدر اک فغاں
لگے پوچھنے شاہ سے کیا ہے حال
یہ ضحاک بولا جو یہ داستان
کہا اسنے پھر قصہ خواب شب
جو تاباں ہو چرخ پر آفتاب
یہ دریافت دانشوروں نے کیا
گئے خوف جانسے وہ خاموش تھے
ابھی جان پر اپنی پہنچے گزند
جو روز چہارم ہوا شہ خفا
ہوئی عمر آخر بس آیا زوال
وہ ممتاز نسل کیاں ہوویگا
ہوا لیکن اب تک وہ پیدا نہیں
لگے کہنے یوں عاقل و ہوشیار
یہ پوچھیگا پھر اسنے کہ ظاہر کرو
غرض تجھ سے چاہیگا خون پدر
نہ تک ہوش قایم رہے شہ کے
ہوئے بیخود و خواب سے لگا
گئے لوگ چار و طرف کو رواں
کہ نسل کیاں سے جسے پاؤ تم

ہوئی تازہ رسم ستم پروری
روا جان پر انکی رکھتا گزند
پھر اسنے کہیں رات کو ایک خواب
ہوا جس سے عاجز وہ بیداد گر
تو یکسر پریشاں ہوا مغز سر
لیا سخت اسکو زبوں و ستوہ
کہ لرزاں ہوا سر بسر وہ مکان
کہ فریاد کیا فتنہ برپا ہوا
سنو تم تو یکسر پریشان ہے حال
یہ ٹھہرا کہ ہو جلوہ گر صبح شب
تو حاضر کئے موبداں نے شتاب
ہوا بخت برگشتہ ضحاک کا
نہ زنہار انکے بجا ہوش تھے
نہ کہتے تھے کچھ اسلئے ہوشمند
تو ناچار یوں موبداں نے کہا
ہوا تو گرفتار رنج و ملال
وہ فرمانروائے جہاں ہوویگا
کچھ آثار اسکے ہویدا نہیں
فریدوں ہی ہوگا وہ اک شہریار
فریدوں مرا کیوں بد اندیش ہے
کریگا تجھے قتل وہ آن کر
زمیں پر گرا بس وہیں تخت پر
شب و روز بیتاب ...
کریں جستجو تا کہ ہر دو جہت
گرفتار کرکے یہاں لاؤ تم

داستان پیدا ہونے فریدون کی

خردمند اور نیک فرجام تھا
پدر بر پدر شاہ فرخ نہاد
کیانی کو سب جانتے جہاں

وہ تھا نسل میں شہ طہمورث کی
ہمیشہ تھا ایران میں مسکن گزیں
تو لیجاتے اسکو گرفتار کر

بخوبی کروں میں یہ قصہ بیان
جفا اصل میں اسکی ہرگز نہیں
ولے گھر سے نکلے تھا باہر نہیں
کبھی جی میں تھا خوف شاہ...

لیے سے تھا وہ پوشیدہ گھر میں مدام
اور اسکی تھی اک زوجہ سیم فام
جبیں سے عیاں اسکی شان رہی
پھر اُن آبتیں نے یہ جس میں کہا
یہ کہکر وہیں سوئے صحرا گیا
گرفتار مکر کے بحال تباہ
فریدوں کی ماں کو یہ پہنچی خبر
وہاں سے شتابی وہ ٹل گئی
وہاں کا نگہبان تھا حق شناس
غرض مالک گاؤ نے زود تر
وہاں ایک شب وہ زن نیکذات
مبادا نہ کوئی یاں پہچان لے
وہ سوچی کہ یہ کودک شیر خوار
وہ ناچار ہوکر بہت بیحواس
یہ کہنے لگی ایک دن لخت ہوں!
ٹھکانا نہیں اور پاتی ہوں نہیں
قبول اس جوانمرد نے یہ کیا
رواں سوے البرز وہ زن ہوئی
اسے جانتا تھا بجائے پسر
گئے جب گذر الغرض تین سال
ہوئی کوہ البرز سو وہ رواں
ذرا زمیں ہانسے لیجاؤں اب
نہ لیجا تو ویرانے میں طفل کو
خدا کیطرف سے ہوئی رہبری
ہوئی شاہ ضحاک کو جب خبر
نگہبان کو اور گاؤ کو کر ہلاک
نشاں کچھ نہ پایا فریدوں کا جب
کہ آنے سے ضحاک کے پیشتر
فریدوں کو وہ لیگئی اسکے پاس

کہیں آنے جانے سے تھا کچھ نہ کام
رفرزانگ اس نازنین کا تھا نام
نمودار تھا فرشاہنشاہی
کہ دل بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا
لگا پھرنے اور سیر کرنے لگا
وہیں لیگئے پیش ضحاک شاہ
تو اندیشہ دلمیں ہوا بیشتر
فریدوں کو لیکر نکل وہ گئی
اور اک گاؤ پر شیر بھی اسکے پاس
پلایا فریدوں کو شیر اسکے پاس
رہی اور آخر ہوئی جبکہ رات
مری اور اس طفل کی جان لے
نہ زندہ ہے شیر بن زینہار
گئی دوڑ کر اس نگہبان کے پاس
بصد رنج و اندوہ و البتہ حال
تمہارے پاس اب چھوڑ جاتی ہوں میں
فریدوں کو لے پاس اپنے رکھا
رہی جا کے واں وہ امین ہوئی
وہ کرتا تھا شفقت بجائے پدر
فریدوں کی ماں کو یہ آیا خیال
مسافت کو طے کرکے آئی وہاں
رکھوں پاس اپنے اسے روز و شب
گزند اسکو کچھ پہنچے ایسا نہ ہو
کہ رکھنے میں یہاں سے نہیں بہتری
کہ بیٹھے ہیں ہے آبتیں کا پسر
کیا ظلم اسنے یہ بے خوف و باک
کیا سارا ایوان کو مسمار تب
اسے لیگئی پاس اپنے ماں آن کر
کہا یوں کہ اے مرد یزداں شناس

اسے جا کے واں بھیجے ضحاک تھا
ہوئی وہ زن مہروش یاں رواں
فریدوں رکھا باپ نے اسکا نام
نکل گھر سے چلئے اب سوئے دشت
اُدھر پھر ناگہاں لوگ ضحاک کے
کیا قتل آخر اسے شاہ نے
نہ اس سرزمیں میں رہا زینہار
کہیں ایک دلچسپ تھا مرغزار
کہ پرمایہ تھا نام اس گاؤ کا
کہ بس ہوگیا سیر وہ شیر خوار
یہ دس سو اسے آ گیا ناگہاں!
ولیکن جو غمگین سے تھی مدام
وہ طفل ان دنوں دو مہینے کا تھا
لگی رونے واں جا کے بے اختیار
یہ بچہ ہے بیچارہ تو بے پدر
اسی گاؤ پرمایہ کا پیچو شیر
ہوئی وہانسے رخصت اسے سونپ کر
یہاں تک اس گاؤ پرمایہ کا
وہ مصروف تھا پرورش میں مدام
سنو مرغزار اب ذرا جلکے
کہانسے آکر کے مرد پیر
وہ بولا کہ ہے یہ ابھی خورد سال
وہ کہنے لگی یوں کہ آئینگے وہ
یہ کہکر اسے بس گئی لے وہاں
یہ سنکر ستمگار بدروزگار
گیا چڑھ وہ ظالم شتابی وہاں
بد اندیش تھا گرچہ ضحاک شوم
سر کوہ اک مرد درویش تھا
یہ بچہ ترا بندہ ہے اور غلام

دل اسکا شب و روز غمناک تھا
ہوا اس سے پیدا پسر اک مہ عذار
اسے دیکھکر دل ہوا شاد کام
وہاں چلکے کیجے ذرا سیر گشت
جو پہنچے تو پہچان کر بس آ گئے
کیا یہ ستم ہائے ناپاک نے
کہ رہتی جہاں تھی وہ سیم و نہار
وہ پہنچی وہاں بادل سوگوار
غرض بچو کو شیر اس لیے تھا
نہ خواہش رہی شیر کی زینہار
کہ چلئے کہیں اور رہئے نہ یہاں
ہوا شیر تھا خشک اس کو مدام
شب و روز سوچ اسکے جینے کا تھا
کیا اسکے آگے بہت انکسار
تو کر پرورش اسکی شام و سحر
کہ پروردہ ہو کودک دلپذیر
نہ دیکھا ذرا اسنے پھر کر ادھر
فریدوں پہ رکھتا تھا شفقت زیاد
پلاتا تھا شیر اسکو ہر صبح و شام
وہانسے فریدوں کو لے آئیے
مجھے دیجئے مرا کودک دلپذیر
اسے ہو گئی واں اذیت کمال
سے دلمیں گذرا ہی سو اس ایک
یہاں اسکا البرز میں تھا مکان
رہ کوہ سے آیا سوئے مرغزار
فریدوں نے رہنے کا تھا جو مکان
وہی تھا فریدوں پہ فضل الٰہ
کہ روشن ضمیر اور صفا کیش تھا
کرم کی نظر رکھ تو اس پر مدام

سر تجھ سے بہیر فریدوں کا سر
جو کچھ قوت اسکو پہنچتا بہم
خداوند سے کوئی زمیں ہووے گا
کہ بدخواہ سے تخت و دیہیم
فریدوں نے صحرا میں مسکن کیا
کیا شاہ ضحاک نے کرسی بالا ک
کہا اسکو ضحاک بیداد گر
تو بیکس ہے کچھ اسکے ہمسر نہیں
ذرا صبر کر تو با الطاف رب
فریدوں یہ سنکر ہوا خشمگین
مددگار میرا ہے پروردگار
وہ بولی کہ یہ کار دشوار ہے
یہ گفتار مستانہ بہتر نہیں
سو آگے احوال اب کاوہ کا

رکھا سر درویش کے پاؤں پر
تو دیتا وہ دونوں کو بیرنج و غم
شہنشاہ باداد و دیں ہوویگا
ظفرمند ہو ہفت اقلیم لے
نہ زنہار کچھ خوف دل میں کیا
مارا اسے کیوں یہ خون خاک
میں اب جا کے لیتا ہوں خون پدر
ترے پاس لشکر نہیں زر نہیں
جو کچھ چاہیے سو مہیا ہو سب
پایہ سخن دیا اپنی ماں کو وہیں
نہیں خوف ضحاک سے زینہار
پسندیدہ تیری نہ گفتار ہے
کہ سر ہو نہ برباد اسمیں کہیں

کیا عجز ماں نے فریدوں نے جب
لگا کہنے درویش پھر ایکروز
زن خوش سیر بھی یہ بولی وہیں
ہوا الغرض شانزدہ سالہ جب
یہ پوچھا کہ اے مادر مہربان
وہ قصہ تھا جو کچھ کہا اسنے تب
وہ بولی کہ ضحاک ہی بادشاہ
نصیبوں میں ہے تیرے شاہی اگر
کرے شاہ لطف الٰہی تجھے
خدا نے کیا ہے مجھے بھی فقیر
کروں ایکدم سے اسے غرق خون
تجھے قوت و زور اتنا کہاں
نصیحت مری اپنے سر رکھ تو یاد

اسے رحم آیا فریدوں پہ تب
کہ یہ طفل فرخندہ و نیک سا
کہ ہے طور سے اسکے مجھ کو یقین
سر کوہ البرز سے آکے تب
ہمارے پدر کو تہ آسمان
یہ سنکر فریدوں ہوا پر غضب
سکھے ہی وہ ساتھ اپنی گنج سپاہ
تو کیا اضطراب اسقدر اے پسر
میسر ہوا اسباب شاہی تجھے
اکیلا لڑونگا میں مانند شیر
زر و تاج و اورنگ سب چھین لوں
کہ ہو ہم نبرد اس سے تو اے جوان
رکھے حق سدا تجھکو با دو شاد
کہ کیا اسنے کار نمایاں کیا

مڑجانا کاوہ آہنگر کا ضحاک سے اور جمعیت بہت اکٹھی لانی اور فرزندان آمادہ کے موافق فریدوں کے ہونا

ستمگار ضحاک بد روزگار
بہت مردم آزار اس نے جو کی
کرے آکے ضحاک کا سر جدا
کہیں ایکدم ظالم کینہ جو
دل اسکی طرف سے ہوئے دردمند
خبر مجھکو پہنچی ہے آکر یہاں
خردمند شل بزرگان ہے وہ
فراہم کروں اور جاؤں ادہر
کہ لاک آوے تیار محضر کریں
نہیں کار اسکو بجز عدل و داد
خطر ایسا تھا اس ستمگار کا
و لیکن جو کاوہ تھا آہنگر ایک
کہ کاوہ کے فرزند کو قتل کر

فریدوں کی جانب سے لیل و نہار
تو ضحاک سے خلق آزردہ تھی!
خداوند ہو تاج و اورنگ کا
طلب کر بزرگان اقلیم کو
شب و روز رہتا ہے بیم گزند
کہ اب وہ گیا سوئے ہندوستان
دلاور لبان دلیران ہے وہ
شتاب اسکو لاؤں گرفتار کر
گواہی و مہر اپنی اسپر کریں
جہاں اسکے لطف و کرم سے شاد
سبھو نے یہ ناچار محضر لکھا
دلیر و خردمند تھا سرونگیر
کھلائیے سانپوں کے مغز تر

رکھے دل میں تھا بیم خوف و ہراس
یہ اپنی شب و روز تھی آرزو
سلاسل فریدوں نے تھا انکو کام
یہ بولا مرا دشمن جان و مال ہے
مجھے یاد ہے قول مردان پیر!
اگرچہ ابھی سال میں خورد ہے
یہ ہے عزم میرا کہ اے مردمان
سفر مجھکو درپیش ہے دور کا
یہ مضمون ہو مرقوم اسمیں تمام
شہ خلق پر راست گفتار ہے
ہر اک شخص کی پھر گواہی ہوئی
کہیں نوبت اسکے تھی فرزند کی
وہ کاوہ ہوا آکے دادخواہ

بجا تھے نہ کچھ اسکے ہوش و حواس
کہ یارب فریدوں شہ نامجو!
غرض منتظر وقت کے تھے مدام
جہانگیر ہے اک کودک خورد سال
سمجھیے نہ دشمن کو ہرگز حقیر
و لیکن دلیری میں اکبر گو ہے
پہنچی یو مردم سے فوج گراں
یہ خورد و کلاں سے ہوں میں چاہتا
کہ ضحاک ہے خسرو نیک نام!
جہاں پرور و نیک کردار ہے
نشانی بفرمان شاہی ہوئی
یہ اس نے ان ہوش کے دل میں بھی
لگا کہنے نالہ کناں پیش شہ

کہ اے شاہ سن میری فریاد کو
تو نے کس لئے ہم پہ سختی و جور
کرے میرے فرزند کو یوں ہلاک
یہ گفتار سنکر وہ حیران ہوا
لگا کہنے کاوہ سے وہ تاجور
بزرگان اقلیم سے یوں کہا
کہا تم نے ہرگز نہ کار نکو!
کہے اور بھی کچھ سخنہائے سخت
ہوئی آفریں خواہ وہ شاہ کو
حضور خداوند روئے زمین
شقاوت سے کی اب یہ انحراف
نہ فرمانبری کی جو گمراہ نے
کیا آنکے کاوہ نے جب خروش
خدا نے جو چاہا سو یارو کیا
طلب کر کے پھر چرم آہنگراں
یہ کہتا تھا ہر بار کر کے خروش
کرے چاکری پھر نہ ضحاک کی
وہ کاوہ تھا پس آگے آگے رواں
غرض رفتہ رفتہ نقش نشاں
کیا عرض اے صاحب تاج و تخت
یہ سمجھا فریدوں عالیجناب

ذرا کام فرما نہ بیداد کو
ذرا کیجئے اپنے دل میں تو غور
نہ آوے ترے دل میں کچھ ترس و باک
ہراساں ہوا دل میں ترساں ہوا
کہ اب مہر جلد اپنی محضر پہ کر
کہ اے مرد ہاں تجھ پہ کیا کیا گیا
غرض سو مورخ رکھا سب نے رو
حضور خداوند دیہیم و تخت
یہ کہنے لگے اے شاہ ناجو
زباں پر وہ لا سکے سخن ہا کین
گیا یاں سے بس ہو کے وہ برخلاف
تو پھر کیوں تحمل کیا شاہ نے
تو یکبارگی اڑ گئے میرے ہوش
اور آگے کریگا جو کچھ چاہیے گا
بتایا وہیں اک علم اسکو واں
کہ اے نامداراں با عقل و ہوش
رفاقت کرے ترک ناپاک کی
پس یک وہ انبوہ پیر و جوان!
وہ پہنچے وہاں تھا فریدوں جہاں
تری یار و دولت مددگار بخت
کیا تائید غیبی ہوئی ہر کا سب

تو ہے اژدہا پیکر پلیتن
کہ یہ بھی ہو انسان کوئی بھلا
پھر اپنی بھلائی کا محضر لکھے
نہ رکھا روا خون بیچارے کا
پڑھا جبکہ کاوہ نے محضر وہاں
خطر سے شہ و پیچ پھر کے اب
یہ کہکر شتابی سے بے خوف و باک
پھر اس انجمن سے وہاں اٹھ گیا
ہوا کاوہ گستاخ اور بے ادب
رہ کینہ سے چاک محضر کیا
مگر دوستدار فریدوں ہوا
دیا شہ ضحاک نے یہ جواب
لگا پیٹنے اپنے سر کو وہ جب
گیا جب کہ کاوہ وہ کینہ خواہ
علم ہاتھ میں لیکے وہ نامور
فریدوں کا ہو جسکے دل میں خیال
ہوئے جمع واں شہری لشکری
کہاں سے فریدوں سے واقف نہ تھے
جو کاوہ حضور فریدوں گیا
تو ضحاک کے چھلکے دیہیم لے
کیا شکر لطف جہاں آفرین

جہاندار سالار شاہ زمن
کہے نام تو داد بیداد کا!
نکوئی کا مضمون سراسر لکھے
اسے اسکا بیٹا حوالے کیا!
ہوا تب خروشان و لرزندہ تن
گرفتار عصیاں ہوئے سے
کہا اسنے یکدست محضر کو چاک
اور اس کا بیٹا بھی ہمراہ گیا
حق نعمت شاہ گیا بھول سب
اطاعت سے پیچیدہ یوں سر کیا
کہ دشمن ترا زیر گردوں ہوا
تحمل کا مجھ سے نہ پوچھو حساب
بس اک خوف آیا مرے دل کو تب
فراہم ہوئی پاس اسکے سپاہ
روانہ ہوا وہاں سے بس پیشتر
سوا آکے یہاں وہ خجستہ خصال
ہوا پھر فزوں رتبہ سروری
مگر سر اٹھائے وہ سیدھے چلے
ادب سے جھکا اپنے سر کو دیا
جہاندار ہو ہفت اقلیم نے
بجا سجدہ شکر لایا وہیں

جانا فریدونکا ساتھ کاوہ کے واسطے ارادہ جنگ ضحاک کے اور بیٹھنا تخت شاہی اور لینا ملک کا بمدد الٰہی کے ساتھ

میسر ہوا جب یہ جاہ و حشم
علم پر جو تھا چرم آہنگراں
وہ یکدست تھا سرخ و زرد و بنفش
کہ ہو جو کوئی بادشاہ جہاں
شہاں کیاں نے اسے صدف رکھی
گیا پاس ماں کے یہ اسنے کہا

سپاہ فراوان تاج و علم
کیا زیر دیبائے رومی نہاں
رکھا نام پھر کاویانی درفش
تو پہنے منگا چرم آہنگران
یہ رسم وہ نیک جاری رکھے
کر یکتا ہو نہیں قصد ایران کا

ہوا خوش فریدون فرخ نہاد
بنی پیکر گوہر اس سے ایک
علم کی جو اسطرح تزئین ہوئی
بنا کر علم اس کو پرزر کرے
کیا پھر فریدوں نے یہ عزم جزم
گیا کر وداع مادر مہربان

کیا تاج شاہنشاہی زیب سر
بہت نادر و نغز و دلچسپ نیک
ہمیشہ کو یہ رسم و آئین ہوئی
مزین بدیبا و گوہر کرے
کہ ضحاک سے لیجئے اب چل کے رزم
کہ ہو مجھ کو ظفر یا جاں کرو واں

وہ جاہ و حشم دیکھ شاداں ہوئی
کہ سونپا تجھے یا رب پناہ پسر
فریدون کے تھے دو برادر بزرگ
پھر آہنگ اس شاہ نے کر طلب
اترتا تھا شب کو وہ لشکر جہاں
وہ پہنچے کہیں اسجگہ ایکبار
فریدون کو الہام اسدم ہوا
پھر اک شخص پیدا ہوا ناگہاں

ولیکن جدائی سے گریاں ہوئی
نگہدار رہنا تو شام و سحر
ولیکن وہ تھے کینہ در شکل گرگ
کیا حکم اسطرح اوسکو کہ اب
سحرگاہ ہوتا تھا اٹھتے وہاں
کہ ایزد پرستوں کے تھے وہاں مزار
فریدون کا دل جس سے خرم ہوا
کہ رکھتا تھا وہ صورت پارستان

دعا دیکے پھر رخصت اسکو کیا
روانہ ہوا پھر وہ عالیجناب
فریدون نے ساتھ اپنے انکو لیا
بنا دے تو اک گرز گاو سر
اسیطرح ہر روز تھے رہ نورد
رہا شاہ تنہا وہاں وقت شب
یہ آواز آئی کہ دل شاد رکھ
فریدون کو سکھلائی افسونگری

اور اس دم خدا سے یہ کی التجا!
ہوا کاوہ لشکر کو لے ہمرکاب
وفور عنایت سے شاداں کیا
مرتب کیا اسنے لبس و دستر
سپہر چرخ پہنچے تھی لشکر کی گرد
اور امداد کی اسنے وانے طلب
یہ افسون بتاتے ہیں سو یاد رکھ
یہ بولا کہ اے لائق سروری



کوئی آئے در پیش مشکل جہاں
یہ سنکر فریدون فرخ نہاد
ترقی یہ اقبال تھا شاہ کا
لگے کہنے باہم یہ کرتے غضب
کہا ایک نے ہے یہ مشکل کمال

یہ افسوں تو پڑھتا وہاں بیگمان
ہوا دل میں اپنے وہیں شاد شاد
ظہور اسکی تھا دولت و جاہ کا
جو جلنے لگے اسکو ہم روز و شب
ہلاک فریدون ہے امر محال

کہ ہو جاوے آسان مشکل تمام
خوشی سے لے اور قوت ہوئی
بڑے بھائی دونوں جو کینہ ور
فریدون کو بس قتل اب کیجیے
دیا دوسرے نے یہ اسکو جواب

بن آوے شتابی سے یکدست کام
زیادہ فریدون کو ہمت ہوئی
حسد لیگئے یہ حشم دیکھ کر
نہ تاخیر کو راہ یاں دیجیے
نہیں لازم اس کام میں اضطراب

کریں گے ہلاک اسکو تدبیر سے
گئے بس وہ دونوں شقاوت نشان
یکایک سنی اسنے آواز سنگ
نہ غلطان ہوا پھر فراز شبیر
یہ بولے کہ ہم کو تعجب ہے یاں
جہاں آفریں نے رکھا اب انکا جاں
نہ کچھ منہ پہ انکے کہا رہنہار
بیابان اور کوہ کی راہ سے
گذریا نے کشتی جو انکی طلب
نہ ہرگز وہ راہ میں آیا خطر
مکاں وہ بنایا تھا ضحاک نے
طلسم ایک تھا وہ درون مکاں
نمایاں ہوئی وہ بلائے عظیم
گیا گرز سے انکو وہیں ہلاک
یہ کافی فتح پوچھا کہ کس کا ہے تخت
بعہد فرخی پھر شہ نامور
کہ ضحاک بیداد گر ہے کہاں
ادھر لیگیا لشکر بیکراں
رہی فوج تھوڑی سی باقی تمام
لیا مال و زر اور توڑا طلسم
گیا پھر شہنشاہ گیتی پناہ
بتان پری چہرہ و سیمبر
وہی خواہران جم با موبد
کہ دیو سیہ کی صحبت میں تھے
ہوا ہم پہ یاں سے خدا مہربان
یہی سے دل کی ہے اب آرزو
وہ بولی کہ تجھسے تھا اسکو خطر
کہ ہندوستان کو سفر کیا ہے
تجھے جسکے جادو سے پہنچے گزند

یہاں نے حیلہ سے تدبیر سے
اکھاڑا وہیں ایک سنگ گراں
ہوا شاہ بیدار بس بیدرنگ
بلا اندیش حیران ہو دیکھ کر
ہلا کس طرح یاں سے سنگ گراں
بجا لائے شکر لطف آلہ
زیادہ کہاں انکا جاہ و وقار
سپاہ و حشم شوکت و جاہ سے
ندی اور ہوا شاہ پر غضب
لگے پھر زخار سے سب گذر
گیا تھا بلند اسکو ناپاک نے
بلا پائے دشوار تر تھیں جہاں
سیہ دیو اور اژدہائے عظیم
پھر آگے گیا شاہ بیخوف و باک
لگا کہنے کا وہ یوں شگفت
سر تخت زریں ہوا جادوگر
جو کچھ تجھ کو معلوم ہے کہ یہاں
زرہ پوش مردان جنگی یلاں
طلسم و حرم خانے کی پاسبان
نہ چھوڑا خزانہ نہ چھوڑا طلسم
گئے جو شبستان ضحاک شاہ
ہوئیں شادماں شاہ کو دیکھ کر
لگی کہنے یوں چشم کو کر کے تر
گرفتار ہم اک مصیبت میں تھے
آ... بجاہ و حشم تجھ کو یاں
کہ جبتک جہاں ہے جہاں میں ہو تو
تجسس کو تیرا گیا ہے ادہر
دل غمزدہ کو وہ خوش کرتے
وجہ خوف ہو زیر چرخ بلند

کہیں ایک ایوان با دل پر صفا
سر کوہ سے اسکو غلطان کیا!
فسونگر کیا شاہ نے دردزبان
رہ مکر سے پھر خروشاں ہوئے
اگر کوہ سے آہ کرتا کبھی ہ
ولیکن فریدوں نے سمجھا وہاں
بعہد فرخی پھر شہ نیک مرد
جہاں جلوہ تھا شہر بغداد کا
گیا دوں ہی دریا میں گھوڑا ڈالکر
دریا سے جہاندار گیتی ستاں
بہت دور سے وہ نظر آتا تھا
گیا اس مکاں میں وہ شہ دلیر
فریدوں نے افسوں اسی دم پڑھا
وہاں ایک اور رنگ آیا نظر!
کہ تخت یہ ضحاک تازی کا ہے
پھر اک شخص واں شہ کو ملگیا
یہ بولا سو ہندو وہ زشت خو
درون طلسم اسکا ہے مال و زر
ہوا سنکے خوش شاہ آفاق
خدا کا ادا شکر نعمت کیا!
ہوا آتش جو واں مقابل ہوا
یہ بولیں کہ ہم تھے اسیر بلا
اٹھایا تھا ہمنے جو رنج و عذاب
ادھر اسنے روکا تھا ہم دایں
پھر دل ہوا پیر بد روزگار
یہ پوچھا فریدوں نے اے دلربا
کہ شائد کہیں ہاتھ آجائے تو
بہم دونے پہنچے اک سحرگاہ
دولے چاہتا ہے یہ عالم تمام

تہ دامن کوہ سوتا وہ تھا
کہ تا ریزہ ریزہ ہو سر شاہ کا
ہوا بند وہ سنگ غلطاں رہا
وہ سرگرم فریاد و افغاں ہوئے
تو ضائع فریدوں ہوتا ابھی
کہ یہ کام انکا ہی تھا بیگماں
دم صبح وہ انسے ہوا رہ نورد
فریدوں کو کا وہ وہاں لیگیا
روانہ ہوئی فوج بھی بیگماں
ہوا سنکے بیت المقدس جہاں
فلک بھی اُسے دیکھ شرمائے تھا
دلیری کو جسکے نہ پہنچے تھا شیر
کہ عاجز ہو دیو اور اژدہا
نکل بیا یاقوت و لعل و گوہر
لئے اب فریدوں غازی نے ہے
اور اس شخص نے شاہ نے یوں کہا
فریدوں نکی کرنے گیا جستجو!
رکھا ہے یہاں گنج و لعل گوہر
تصرف میں لایا وہ زر بیشمار
کہ جسنے خداوند دولت کیا
فریدوں شبستاں میں داخل ہوا
کہا آنکے تونے ہم کو رہا
کہیں کیا وہ اے شاہ عالیجناب
ادہر اژدہا سیہ کا ہراس
کر آیا تو اے وارث تاج و تخت
ہے جو سند ضحاک اب کیوں گیا
سوال انکے یہ بات اسے اک زو
فسونساز و جادوگر و ہوشیار
دعا ہے یہ ہر ایک کی صبح و شام

کہ بدخواہ تیرا سدا خوار ہو	تو دائم جہاں میں جہاندار ہو
رہے تیرا اقبال و دولت قریں	نگہبان ہو تیرا جہاں آفریں

بیٹھنا فریدونکا تخت کیان پر اور گرفتار کرنا ضحاک کا اور فرمانبردار کرنا ملک کا

ہوا جبکہ ضحاک کا تخت گاہ	نصیب شہنشاہ گیتی پناہ
سراپا گلستان ہوا وہ مکان	ہوا تازہ یکدست باغ جہاں
ہوا ہمسر عرش و افلاک تخت	کہ بیٹھا جہاندار فیروز بخت
شبستان ہوا غیرت صد چمن	ہوئی رشک باغ ارم انجمن
ہوئی کامراں وہ پری پیکراں	بہم بزم میں خسرو کامران
کیا شاہ نے ملک تسخیر جب	ہوا کامیاب نشاط و طرب
ہوا رونق افزائے تخت کیان	فروزندہ خورشید بخت کیان
جو تھا کندرو نامی اک پہلوان	طلسم و زر و مال کا پاسبان
گیا پاس ضحاک کے بھاگ کر	وہاں جاکے اسنے کہی یہ خبر
کہ شاہان شہ گرد گردن بلند	دلیر و جوان و قوی ارجمند
کسی طرف سے لاکے فوج گران	ترے شہر بغداد آگیا رواں
بزرگی میں وہ ہے اک خرد ہے	دلاور ہے پر زور ہے گرد ہے
نمایاں ہیں چہرے سے فر کیان	خداوند دولت ہے وہ نوجوان
وہ سرکردہ ہے لشکر و فوج کا	سپہدار و ممتاز و فرمانروا
لیے ہے وہ ہاتھ میں گرز گراں	جوانمرد ہے جنگجو پہلوان
بجاہ و حشم اسنے واں آنکر	وہ توڑا طلسم اور لیا مال و زر
ترے دیو گردان جنگ آزما	جواں سب انہیں قتل اسنے کیا
کیا زیر پا اپنے تیرا وہ تخت	ہوا بے گماں تیرا برگشتہ بخت
ہوا پھر ہی داخل شبستان میں	تصرف کیا تیرے ایوان میں
ستمگار سمجھا یہ سنکر خبر	کہ پہنچا فریدوں وہاں آنکر
دیا اسنے پنہاں کیا راز کو	کہ تا کوئی لشکر میں ہیلا نہو
کہا یوں کہ مہمان کوئی ہوگا	چلا اپنے سو شبستان کیا
نہیں جا اندیشہ کچھ زینہار	رہا چاہیے شاد لیکن ہشیار
یہ گفتار سن اور کھا پیچ و تاب	دیا کندرو نے یہ اس کو جواب
کہ اب سوچ کچھ تو شہا چاہیے	اسے مہماں کیونکہ کہا چاہیے
رکھے جو کوئی گرز گاؤ سر	شبستان میں شوخی کیے آنکر
وہ مہمان کوئی آفت و قہر ہے	بڑا غضب ہے اور بڑا قہر ہے
کہ یوں خواہران جہاندار جم	رہیں پیچ جا بانہ اس سے بہم
ادھر ہمکنار اس سے ہو شہرناز	ادھر اسکے پہلو میں ہو ارنواز
پھر اس شہر میں اسکا لشکر تمام	ہوا آدمی اسکے جا کر تمام
یہ قصہ سنا جبکہ ضحاک نے	تو کی خواہش مرگ ناپاک نے
ہوا کندرو پہ بہت خشمگین	لگا کہنے یوں اس ازرہ کین
تری بات کا کچھ نہیں اعتبار	ذرا بھی نہیں سچ تو زینہار
ترا خوف ہے دل پریشان ہوا	تو اسے خطر کے گریاں ہوا
نہ اب ناظم شہر تجھکو کروں	نہ خدمت کوئی تجھکو زنہار دوں
اسے کندرو نے یہ پاسخ دیا	کہ مجھکو ہے اب یہ گماں صرفوا
تو ہرگز نہ ہو بہرہ ور تخت سے	نہ ہو کامران افسر و تخت سے
بھلا شہریاری نہو جب تجھے	کرے ناظم شہر کیونکر مجھے
ذرا کام کا لیے ہو چارہ گر	نہ بگڑے تیرا کام وہ کام کر
سنی جبکہ گفتار ارباب ہوش	تو آیا ستمگار کے دل میں جوش
کیا حکم ضحاک نے سپہ میں	کہ گردن رکھے اب سر اسپ پر
غرض کرکے تیار لشکر تمام	روانہ ہوا اور لے وہ تیز گام
فریدوں شہ نامور تھا جہاں	وہاں شہ ضحاک آیا رواں
لئے فوج بیدل تھی ضحاک سے	نہ راضی تھا کوئی بھی ناپاک سے
کئے ستم سو وہ چھوڑ سب	طلبگار عہد فریدوں تھے سب
سنا فوج نے جب فریدوں کا نام	دل ان کا ہوا خرم و شادکام
دلیران و مردان بہادر ہیں	کہ تھے پہلوانی میں بے نظیر
فریدوں سے آکے ہوئے سب رفیق	کہ تھا حق شناس کریم و خلیق
وہ لشکری یوں ہو گیا برخلاف	تو بیداد گر دل میں سمجھا یہ صاف
کہ کرتا نہیں خیر خواہی کوئی	نہیں چاہتا میری شاہی کوئی
کیا سو رہا پھر یہ دل میں وہیں	کہ تنہا مسلح ہوں اب بھر کہیں
سو خوابگاہ فریدوں چلا	وہاں جاکے بس قتل اسکو کروں

ہوئی رات جب دم تو وہ بیچیا
ہوا غرق آہن میں سر تا بپا

کمند ایک لیکر گیا پھر وہیں
چڑھا پھر سر بام کاخ برین

ہوئی شعلہ خیز آتش رشک تب
دل اسکا ہوا گرم کین و غضب

بلندی سے بدخواہ آیا فرود
فریدوں نے اسکو جو دیکھا تو زود

وہ گرز اسکے سر پہ جو مارا شتاب
تو ضحاک کو پھر رہی کچھ نہ تاب

ملا دیجے اسکو تہ خون و خاک
زمیں تا کہ ناپاک سے ہووے پاک

اُسے قید کر کوہ کے درمیان
رہے یہ گرفتار بند گران!

کہیں کوہ تھا اک دناوند نام
وہاں غار تھا اژدہا تھی تمام

بشاہی اسے سال گذرے ہزار
ہوا البد اُسکے گرفتار و خوار

کہ نام نکوئی ہے یادگار
ہمیشہ نکو نام ہے برقرار

ہوا جبکہ ضحاک پر فتحیاب
سعادت ہوئی شاہ کے ہمرکاب

شتابی سے حاضر ہوئے آنکر
حضور شہ عادل داد گر

کیا شاہ نے اُن پہ لطف و کرم
فزوں تر کیا انکا جاہ و حشم

نوازش گری شہ نے کی اختیار
کیا عدل ور داد لیل و نہار

نکوئی جو کی شہ نے زیر فلک
تو نام نکوئی بھی ہے اب تلک

ہمیشہ کرے جو کوئی کام نیک
تو بیشک ہو آغاز و انجام نیک

یہ اسدم ہی صورت نابکار
کہ کوئی نہ پہنچائے پھر زینہار

جو دیکھا تو ایوان میں رنواز
فریدوں ہے شوق میں گرم ناز

شتابی سے ایوان میں ڈالی کمند
کہ واں جا کے پہنچا شہ کو گزند

اٹھا لیکے وہ گرزہ گاؤ سر
مقابل ہوا اسکے وہ آن کر

فریدوں نے پھر یہ ارادہ کیا
کہ اک ضرب اور اس کے سر پر لگا

صدا غیب سے لیکن آئی تبھی
کہ باقی ہے اسکے ابھی زندگی

فریدوں نے جب دم سنی یہ صدا
تو ضحاک کو قید وہیں کیا

کیا بند لیجا کے ضحاک کو
رکھا سرنگوں اسمیں ضحاک کو

یہ دنیا کہ ہر چند ہے بے ثبات
ولیکن جہاں میں ہے بہتر یہ بات

فریدوں میں تھی یہ صفت بیشتر
کیا جز نکوئی نہ کار دگر!

تو سب نامداران و گردان شہر
کہ تھے دولت و مال سے شاد بہر

کیا عرض یوں ہم ہیں فرمان پذیر
پرستندۂ شاہ آفاق گیر

سر تخت ایران و توران و چین
ہوا خواہ شاہنشاہ روئے زمین

کشادہ کیا واں در گنج و زر
رعیت نوازی پہ باندھی کمر

جو کار فریدوں کرے بیگمان
فریدوں ہی ہے نہ آسمان

سنو تم سے آگے کروں میں بیان
فریدوں کے بیٹوں کی اب داستان

بانٹنا فریدوں کا ملک تین بیٹوں میں اور رشک کرنا سلم اور طور کا اور مارا جانا ایرج کا اُنکے ہاتھ سے

شہ ہفت اقلیم کے تھے پسر
کہ تھا انکا نام ایرج و سلم و طور

ہو جب جوان بادشہزادگان
یوں ہوئی تمنائے شاہ جہان

تو ان کو وہاں کتخدا کیجیئے
نہ تاخیر کو راہ تک دیجیئے

یہ بولا کہ گرد جہاں پھر کے تو
جو ہے مدعا اسکی کر جستجو!

بہت ملک میں گشت اسنے کیا
ولے جبکہ شہر یمن میں گیا

رکھے تین دختر ہے شاہ یمن
پری چہرہ و مہوش و سیمتن

فریدوں کا پیغام یکسر کیا
وہ اقبال شاہ یمن سے کیا

بصد حشمت و شوکت و فر و شان
کیا شاہزادوں کو شہ نے روان

پری طلعتوں کو کیا کتخدا
بہت مال و گنج ان کو دیا

فریدوں کے دل میں آیا خیال
کہ اب میں ہوا پیر دیرینہ سال

دیا سلم کو روم و خاور وہیں
ملا طور کو ملک توران و چین

ملکزادہ ایرج و لے خرد تھا
خردمند و دانشور و خوش لقا

سہ دختر جہاں ایک سے در ہوں
فزوں حسن میں ماہ انور سے ہوں

کوئی مرد دانا تھا صندل بنام
طلب کر کے اسکو شہ ذوالکرام

اسے جبکہ فرمان شاہی ہوا
تو رخصت ہوا اور وہ راہی ہوا

تو لوگوں نے واں سے ہوا یہ بیاں
کہ حسب تمنائے شاہ جہاں

سپہبد کے واں کا تھا مہر و نام
کیا وان رسول مبارک پیام

فریدوں نے جب دم سنی یہ نوید
ہوا خوش کہ دل کی بر آئی امید

گئے جب وہ سکو دیار یمن!
ہوا شاد تب شہریار زمین

ہوئے وان سے پھر سوئے ایران روان
ملکزادگان اور وہ مہوشان

کروں ملک تقسیم ہر ایک کو
کہ باہم برادر نہ ہوں کینہ جو

دے ملک زرریزہ ایران تمام
مقرر کیا شاہ نے ایرج کے نام

سو روم اور خاور کئے سلم طور
یکایک دل سلم بیدل ہوا
سوئے طور لکھ کر کے نامہ شتاب
ذرا سوچ اب اے خداوند طور
کیا ملک ایراں کا ایرج کو شہ
یہاں تک کا حاصل بھی ایراں کا کم
جو نامہ پڑھا طور نے سر بسر
یہ ہر نیک و بد کے شامل ہوئیں
کہ اس نامہ کو لیوے پدر
ہمیں تخت ایران سزاوار ہے
جب آئے یا رسول خردمندیاں
کہ دونوں برادر نے بعد از دری
نہیں خوب یہ رسم و آئین و راہ
ستم ہے جو کمتر کرے مہتری
یہ ہے حق میں ایرج کے خوب نحو
شتابی سے ہوں تم کہ ایران روان
وہاں سے روانہ ہو پیغام بر
فرستادگان کی طرف سے دیا
کیا عرض پھر یوں کہ پیغام بر
اگر میری تقصیر ہووے معاف
تو کہہ بے خطر ہوسکے پھر پیام
پیام درشت اور سخنہائے سخت
کیا ہے یکدست تقسیم ملک
جو مجھے نہیں تو خدا سے ڈرو
ذرا گوش دل سے میرا سخن پند
شہ نامور نے یہ سنکر جواب
کیا پھر راز نہفتہ عیاں!
ارادہ کیا اندرہ سر کشی
اگر ہیں تیرا بھی مددگار ہوں

رہا ایرج ایران میں باصد سرور
سنو کیونکہ ایرج وہ نایل ہوا!
رسول ایک بھیجا کہ لاوے جواب
کہ ہرگز نہیں باپ کو کچھ شعور
کہ ہے جائے آسائش دشتگاہ
غنیموں نے ہے رزم و کیں مدعم
ہوا دل میں سے غضبناک تر
یقین جانیو تو کہ یکدل ہو نہیں
روانہ کر اب تو ہے خوب تر
یہ ایرج کو لائق نہ زنہار ہے
کیا سلم نے تب یہ اس سے بیاں
کہا یوں کہ اب یہ چرخ کبود
کہ ایرج کو دے تخت و تاج و کلاہ
غضب ہے جو کمتر ہو برتری!
کہ ایران سے ہے دست بردار وہ
قیامت کریں ایک پا وہاں
جو آیا حضور شہ نامور
درود آگئے اور شہ زرد ہوئے صفا
گزند اور زیاں ہے بس بے خطر
تو پھر میں گذارش کروں صاف صاف
بیاں شوق سے کر حقیقت تمام
کہے سب حضور خداوند تخت
کیا تینوں کو یعنی تسلیم ملک
نہ زنہار باہم خرابی کرو!
کہ قائم نہیں ہو سپہر بلند
فرستادہ رخصت ہوا پھر شتاب
کہ پرخاش پر ہیں وہ گردنکشاں
کہ بجبر کریں ایک سے لشکر کشی
رہا دن تیرا وقت پیکار ہوں

وہ کرنے لگے بادشاہی وہاں
قناعت نہ کی خاور و روم پر
لکھا تھا یہ مضمون کہ بہتر ہیں ہم
دیا اسکو اورنگ و دیہیم و زر
مجھے اور تجھے ملک ایسا دیا
یہ تقسیم بس مجھ کو ہے ناگوار
لکھا پھر وہیں سلم کو یہ جواب
تیرے ساتھ میں بھی ہوں پیوستہ حال
یہ پیغام بھیجو کہ اے بادشاہ
رہ راستی پر وہ آجائے گر
کہ سنو فریدوں روانہ ہو تو
ہوا خسروا عقل کو تیرگی کیا
یہ کر غور دل میں کہ بہتر ہیں ہم
کوئی گوشہ ملک کافی ہے بس
وگرنہ سواران جو یائے کین
سپہر ایران ایرج ہوں تو خراب
ادب سے ہوا وہ وہاں سجدہ کناں
لگا پوچھنے یوں کہ دل میں ہے شاہ خوش
یہ بندہ تمہارا گنہگار ہے
یہ کہنے لگا شاہ عالم پناہ
کہا جبکہ یہ شاہ آزادہ نے
فریدوں یہ سنکر ہوا تند گرم
بدی میں نے کچھ نہیں کی زنہار
مجھے اب تمنائے تاج و سریر
رہی راضی اب میری تقسیم پر
فریدوں نے ایرج کو کرکے طلب
کیا سلم اور تور نے اتفاق
کمر قتل پر تیر باندھی ہے بس
تو تیر بھی ہو مقابل وہیں

ہوئے تخت و دیہیم کے حکمراں
نہ آیا پسند اسکو بخشش پدر
نہ زنہار ایرج سے کمتر ہیں ہم
کہ مجھ سے بھی اور تجھ سے ہے خورد
جہاں جنگ و کینہ ہے صبح و مسا
تری مصلحت کیا ہے آ شہر یار
کہ اے بادشاہ شہ یا جناب
پئے قتل ایرج کمربستہ ہوں
بزرگی و خردی پہ کیجے نگاہ
تو بہتر ہے پھر ورنہ تیغ و سپر
یہ پیغام بھیجا جہاندار کو
کیا دور بس دل سے ترس خدا
ہنر اور اورنگ و افسر ہیں ہم
عبث ہے اسے اور باقی ہوس
دلیران رومی و ترکان چین
خبر شرط ہے بھیجے اسکا جواب
رکھا سر کو اپنے سر آستان
وہ بولا کہ ہاں تم کو کرتے ہیں یاد
کہ لایا پیغام ایک دشوار ہے
پیام آوراں ہیں سدا بے گناہ
تو کھولی زبان پھر فرستادہ نے
یہ بولا کہ آئی نہیں ان کو شرم
فزوں تر کیا فخر جاہ و وقار
نہیں کچھ کہ دیکھو ہوا میں تو پیر
ہے کینہ خواہی نہ باندھو کمر
کہا بھائیو تم کو وہ پیغام سب
رکھے ہیں تر ساتھ دو تو نفاق
تر اچھین لیں ملک ہے ہوس
وہ گردنکشاں کھینچکر تیغ کیں

وہ ہیں کینہ جو زیر چرخ کہن
جہاندار نے پھر کہا یوں بیاں
تو ہے خورد اور تجھ میں نہیں ہے تاب
وہ یکدل ہیں ہر دو جنگ آوراں
پسندیدہ عقل برائے نکو!
کہ تا جان پہ تیری نہ پہنچے گزند
سنی گوش جاں سے فریدوں کی پند
جو دنیا و دولت نہیں پائدار
تو گذرا میں تاج و اورنگ سے
کہ میں خورد ہوں اور وہ ہیں سترگ
مجھے دہر میں کچھ نہیں جب جاہ
یقین ہے کہ پھر مجھسے الفت کریں
برادر ہیں تیرے سر خشمگین
لے میں بھی اک نامہ انکو لکھوں
تجھے پھر بخوبی و رخصت کریں
یہ کہکر فریدوں نے نامہ لکھا
سر تخت شاہی سے آیا فرود
تمہیں بھی ہے لازم کہ شفقت کرو
سر نامہ جب شہ نے مہر کی

تو کیا فکر رکھتا ہے ایجان من
کہ اے نور چشم سعادت نشان
جو انسے ہنر و آزما ہو شتاب
فراہم کیا لشکر بیکراں!
یہی ہے کہ تو انسے ہو صلح جو
تو انکن ہے زیر چرخ بلند
لگا کہنے یوں ایرج ارجمند
تو غم کھائے کیوں مردم ہوشیار
بہم صلح بہتر ہے اب جنگ سے
بجا ہے چشم میں بھی مجھسے سترگ
نہیں کچھ تمنائے تاج و کلاہ
بزرگانہ مجھ پہ شفقت کریں
تو ہے صلح جو اور محبت گزین
رقم اسپہ رود دل اپنا کروں!
محبت کریں اور الفت کریں
رقم ایرج یعنی یہ مضموں کیا
کلاہ شہی سر سے لایا فرود
سر کیں سے گذر و محبت کرو!
تو ایرج نے توران کی راہ لی

یہ بولا وہیں ایرج نامجو
ترے ہیں وہ دونوں برادر بزرگ
مری ہے یہ حالت کہ میں بس ہوں پیر
یہاں ساتھ انکے نہیں تاب جنگ
مری طرح شاہی سے اب عہد گذر
نہ آرام جان افسر و زر ہوا
کہ زنہار اے شاہ فرخندہ بخت
یہ کینہ اگر بہر اورنگ ہے
حضور انکے جاؤں میں اب بے سپاہ
کروں عرض یوں میں فرماں پذیر
مرے ساتھ کس واسطے خشمگین
فریدوں نے ایرج سے پھر یوں کہا
مجھے خوب جانا ہے تیرا دہر
کہ بس پڑھکے انکا دل کینہ ور
ترا مجھکو دیدار حاصل ہو پھر
کہ تم ہو بزرگ ایجوان گرد!
کمر اپنی باندھی ہے بہر بندگی
کہی روز واں جبکہ جائیں گذر
لئے اسقدر ساتھ برتاؤ پیر

وہ لاؤں عمل میں جو ارشاد ہو
ہوئے تجھسے اب کینہ جو شل گرگ
کیا ترک شاہی ہوا گوشہ گیر
نہ فوج اسقدر ہے نہ اسباب جنگ
نہ رکھو دل میں کچھ خواہش تاج و زر
قلم آخرش شمع کا سر ہوا
نہیں کچھ مجھے الفت تاج و تخت
پئے بادشاہی اگر جنگ ہے
نہ وسواس کو دل میں دو راہ اپنے
مبارک تمہیں ہے ہو تاج و سریر
کہ ہوں بندہ خسرو روم و چین
کہ اے پور صد آفریں مرحبا
کہ دونو وہ یکجا ہیں اے پسر
سر مہر آجائے پھر زود تر
قرین مسرت مرا دل ہو پھر
اور ایرج تمہارا برادر ہے خورد
یہ آیا برائے پرستندگی
تو پھر اسکو رخصت کرو تم اور پر
کہ تھے واسطے راہ کے ناگریز

داستان پہونچنا ایرج کا نزدیک سلم اور تور کے بغیر فوج واسطے عذر اور عاجزی کے معہ خط اپنے باپ کے اور قتل کرنا انکا ایرج کو غصے سے اور سر نزدیک فریدوں کے بھیجنا اور ماتم کرنا فریدوں کا

شہ روم و توران و چین سلم و تور
وہ توران میں آکر فراہم ہوئے
فریدوں نے نامہ بھی جب اک لکھا
ملک زادہ ایرج تھا فرخندہ خو
کہ ہو بے خطا کشتہ وہ نامدار
کیا طور سے کام ابتر ہوا
ہوا قتل ایرج کا اب ناگریز

کہ تھا جنکو جاہ و حشم کا غرور
پئے خون ایرج وہ باہم ہوئے
یہ سنکر وہ دونوں گئے پیشوا
خردمند و خوش منظر و خوبرو
سو کاشانہ جاں بر ہو زنہار
کہ ایرج دل بستہ لشکر ہوا
وگرنہ ہم ہیں تاج و سریر

وہ رکھتے تھے ایران کیطرف عزم
خبر انکو پہنچی یہ اتنے میں واں
خوشی جہاں اسکی تھی بارگاہ
مگر اب جو برپا ہوا یہ فساد
سو فوج پھر سلم نے کی نگاہ
ہمیں قصد تھا ملک ایران کا
بھری آہ اسبات پہ تور نے

وہ تیار کرتے تھے اسباب رزم
کہ بے فوج آیا ہے ایرج یہاں
اٹھے لیکے واں وہ با عز و جاہ
تو آئے پھر اس بات پر بد نہاد
نہ پایا طرف اپنے میل سپاہ
ولے اب ہے اندیشہ توران کا
رکھا خوں روا اسکا مغرور نے

گیا دوسرا بن جواں سے خفا
ہمارا ادب کچھ نہ رکھا نگاہ!
یہ باتیں جو تندی سے اُسنے کہیں
مجھے چاہیئے اب نہ تاج و کلاہ
یہ کرتا تھا عجز اور گفتار نرم
سر کرسی زر جو بیٹھا وہ تھا
پھر اسکے رکھا دست بازو پہ بند
نہ کر قتل مجھ کو خدا سے تو ڈر
نہ رکھ ہائے خون برادر روا!
کیا عجز ایرج نے ہر چند پر
سر نامور کر کے تن سے جدا
تو لاکھ لایکے اب سر پہ تاج بھی
کہ اتنے میں نالہ کناں مرد ماں
فریدوں نے یکبہ گریاں ہوا!
وہیں توڑ ڈالے وہ کوس علم
لٹکائے نہالان گلشن تمام
ہوا کشتہ یوں ایرج نازنیں
کہ ہو تخم ایرج سے اک نامور

تو بولا یہ ایرج سے کمبخت تور
ہوا ملک ایران کا بادشاہ
تو ایرج نے پاسخ دیا پھر یہیں
نہ گنج اور کشور نہ فوج و سپاہ
ٹُلے لس پہ ہوتا تھا وہ تند گرم
وہاں سے وہ یکبارگی بس اُٹھا
گزند برادر پس آیا پسند!
نہ مجھے ہاتھ سے پاس شرم پدر
میری جان پر رحم کر خسروا
نہ آیا سر رحم بیداد گر!
حضور فریدوں روانہ کیا
بیٹھا اسکو بالائے تخت ستی
لئے اُسکا تابوت پہنچے وہاں
وہ بیخود سر خاک غلطاں ہوا
فغاں اور نالہ تھا داں میدم
جلا گل سرو و سوسن تمام
کہ سر ہے کہیں اور تن ہے کہیں
پئے زرم و کین چست باندھی کمر

کہ اے بے ادب ہم سے کمتر ہے تو
شب و روز یاں ہم تو کھینچیں ہیں رنج
کہ اے بادشاہ جہانگیر و گرد
نہیں مجھ پہ لازم ہے یہ تیرا عتاب
نہ گفتار ایرج کی بھائی اُسے
وہ کرسی زر از رہ خشم و کین!
بہت کر کے زاری وہ جب انکسار
یقیں جان یہ تو کہ انجام کار
نہیں کچھ مجھے خواہش سروری
وہیں کھینچکر خنجر آہنیں
لکھا یوں کہ تو نے جسے اے پدر
فریدوں کھینچے تھا واں انتظار
وہ تابوت کھولا تو آیا نظر
ذرا ہوش آیا فریدوں کو جب
بنایا تھا ایرج نے اک گلستاں
یہ کہتا تھا گریہ کناں شہریار
ہوا سو ہوا لیکن اے کردگار
کہا تا کہ کروں سوز و غم کا بیاں

نہ ہرگز سزاوار افسر ہے تو
لے ہے تو تو یاں شہ با تاج و گنج
بزرگ آپ ہیں ہر طرح میں ہوں خورد
کہ ہوں بندہ شاہ عالیجناب
نہ الفت برادر پہ آئی اُسے
اٹھا سر سے ایرج کے ماری اُسے
لگا کہنے ایرج کہ اے نابکار
تجھے رنج پہنچائے گا کردگار
کروں راتدن محنت و چاکری
کیا اُسنے ایرج کو بس غرق خون
دیا تاج و زر تھا یا اسکا ہے سر
کہ آگے کہیں ایرج نامدار!
وہ پیچیدہ تھا پرنیاں میں جو سر
وہ بولا کہ ہو ویں سیاہ پوش سب
سر اسکا کیا دفن لیکر وہاں
کہ افسوس اے گردش روزگار
ترے فضل سے ہوں میں امیدوار
سنو اب منوچہر کی داستان

پیدا ہونا لڑکی کا پیٹ ہمشیرہ ایرج سے اور شادی ہونا اس کا ساتھ پشنگ کے کہ وہ بھی نسل فریدوں سے تھا اور پیدا ہونا منوچہر کا اور کینہ خواہی اس کی

شبستان میں ایرج کے شاہ جہاں
کسی نے دیا شاہ کو یہ نوید
خدا نے اُسے ایک فرخ پسر
وہ بھی حسن میں ایک ماہ تمام
جوان ہو ولا اور پشنگ ایک تھا
ہوئی حاملہ جب وہ رشک قمر
بہت شاہ کو شادمانی ہوئی
کہ جب تک فلک پر مہ مہر ہو

کیا ایکدن تو یہ پوچھا وہاں ہا
کہ ہے حاملہ ایک ماہ آفرید
کہ لے بدشکالو سے خون پدر
فریدوں نے رکھا پریچہرہ نام
اُسے ساتھ اسکے کیا کتخدا
تو اس سے تولد ہوا اک پسر
سر نو ہوا سے زندگانی ہوئی
الٰہی جہانگیں منوچہر ہو!

کہ ہے یاں کوئی ماہر و بارور
یہ سنکر بہت خوش ہوا شہریار
گئے جب کہ نو مہینے وہاں
کیا پرورش ناز و نعمت کے ساتھ
فریدوں کی تھا نسل سے وہ جواں
ملاتے وہ ایرج کے ہمشکل تھا
وہ لایا بجا شکر پروردگار
رہے اسکا اقبال دائم بلند

شتابی سے مجھ پر کرو آشکار
کہا یوں کہ اب ہو گئیں امیدوار
تو پیدا ہوئی دختر دلستان
رکھے ہمقریں اسکو دولت کے ساتھ
ہنرمند و دانشور و پہلوان
منوچہر نام اس کا شہ نے رکھا
دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار
نہ پہونچے ذرا چشم بد سے گزند

ہوا وہ جواں وہ منوچہر جب
کہا یوں نظر کرکے سوئے سپاہ
در گنج شاہی کشادہ کیا
منوچہر سے مردمان سپاہ
جو پہنچی خبر سلم اور تور کو
فریدوں یہ رکھتا ہے اب عزم جزم
کیا مشورہ یوں کہ گنج گہر
عوض خون ایرج کے دیتے ہیں ہم
حضور فریدوں وہ پیغام بر
رہے جاوداں عالم افروز تو
زر و گوہر اور لعل شاہوار
وہ پیلان محمولہ سیم دگر
کیا ہم کو گمراہ شیطان آہ
اگرچہ ہیں ہم تو سراپا خطا
تمنا ہے یہ اپنی شام و سحر
رکھیں اسکی نازک پہ سیم و زر
بلایا منوچہر کو تب وہیں
نظر کرکے گنبد نیل گوں
دیا اسکو پیغام کا یہ جواب
مگر تم نے اب بیگناہ و خطا
وہ سام نریمان وہ قارن دلیر
یہ مردان جنگ آور و پہلوان
یہاں خواہش زر نہیں بہار
کیا عذر جو نابکار و نے لب
کیا اس جہاں نے وہ ایرج اگر
دلیر و قوی جوان ہنرور جواں
یہ پیغام بر نے جواب پیام
غرض تیز رو مثل باد صبا
کہا پھر کہیں نے منوچہر کا

ہنر پہلوانی کے سکھلائے سب
تمہارا منوچہر ہے بادشاہ
سپاہ کو زر و سیم و گوہر دیا
گذارش یہ کرتے تھے شام و پگاہ
منوچہر ہے مرد پیکار جو
کہ بھیجے اسے اسطرف بہر رزم
رواں کیجئے اب سوئے پدر
اسے گوہر و تاج و گنج و علم
جو پہنچا تو رکھ کر وہ سر خاک پر
ہمیشہ کرے جشن نوروز تو۔
سر پہ زر و تاج گوہر نگار
حضور جہاندار گذران کر
جو سرزد ہوا ہم سے ایسا گناہ
تو نے تو خطا بخش ہے خسروا
سوئے خاور آوے منوچہر گر
کریں پیشکش اسکے گنج و گوہر
بٹھایا سر کرسی گوہریں!
ہوئے تیرے بدخواہ یکسر زبون
کہ جا ہر دو ناپاک سے کہہ شتاب
کیا قصد خون منوچہر کا
وہ کاوہ کہ ہے جنگجو مثل شیر
منوچہر کیساتھ ہو پہنچینگے واں
نہیں چاہیئے گوہر شاہوار
نہیں بچا یعنی بیجا ہے سب
تو پیدا ہوا ایک اور نامور
ہنر آزما مثل شیر ژیاں
سنا جب تو ہوش اڑ گئے بس تمام
جہاں سلم اور تور تھے واں گیا
جو دیکھا تو ہے مرد پیکار جو

سکھائے سب آئین و رسم شہی
منوچہر کی تم اطاعت کرو
فراہم ہوا لشکر بے شمار
کہ عزم عدم سوز ہی اب کیجئے
قوی بازو و پہلوان و دلیر
یہ سنکر بہت دل میں لائے ہراس
منوچہر کو اب طلب کیجئے یاں
غرض با زر و گنج بھیجا رسول
دعا و ثنا کی شہنشاہ کی
وہ تحفے جو لایا تھا پھر اسنے سب
وہ دیبائے رومی و خز و حریر
کہا سلم اور تور نے یہ پیام
خجالت زدہ ہم ہیں تقصیر سے
ہماری یہ تقصیر ہووے معاف
تو ہو تخت شاہی پہ جلوہ کناں
فریدوں نے دیکھا جو تحفہ تمام
کہا یوں کہ اے پور فرخ خصال
پھر آیا وہ شہ سوئے پیغامبر
ہوئے گر منوچہر پر مہربان!
منوچہر رکھے سر پہ خود و کلاہ
وہ گرشاسپ شاپور سر و یل
مجھے زر دیتے ہو تم کیا فریب
تو سب کچھ لیے جا یہ گنج اے رسول
ستم ساتھ ایرج کے جو کچھ کیا
گر ایرج نہیں تو منوچہر ہے
کمر چست باندھی ہے پئے کارزار
ذرا ایک دم صبر نہ ٹھیرو یہاں
وہ پاسخ جو تھا اسکا جوں ہمراہ
جوانمرد شیر افگن و پیلتن

پھر اسکے رکھا سر پہ تاج مہی
دل و جان سے تم اسکی خدمت کرو
دلیران جنگی و مردان کار
شتابی سے ایرج کا خون لیجئے
حضور اسکے روباہ سے کم ہیں شیر
پریشان ہوئے اسکے ہوش و حواس
یہ لکھے کہ اے بادشاہ جہاں
کہ شاید فریدوں کرے یہ قبول
کہ اے مہر رخشندۂ سروری
رکھے کے آگے زر و طرب
وہ زریں طبقہائے مشک و عنبر
کہ بندے ہیں ہم اے شہ نیکنام
ولیکن ناچار ہیں تقدیر سے
کرو کینہ سے اپنے سینہ کو صاف
ہم اسکی کریں چاکری جاوداں
سنا اور یوں سرکشوں کا پیام
تجھے ہے سعید اور مبارک یہ تاج
ہوا خندہ زن اسکی گفتار پر
تن ایرج نوجوان ہے کہاں
سوئے خاور آئے گا لیکر سپاہ
کہ ہیں پہلوانی میں سب بے بدل
یہ مکاری ہے سب تمہاری فریب
کہ ہرگز ہمیں کچھ نہیں ہے قبول
سو اسکا مکافات دیگا خدا
فروزندہ مثل مہ و مہر ہے
نہ چھوڑے گا وہ ایرج کا خون زینہار
ہوا لیکے ہاں سوئے خاور رواں
کیا سلم اور تور سے آشکار
یل نوجوان گرد شمشیر زن

اور اسکے جو لشکر میں تھے پہلواں ۔ قوی زور میں مثل پیل دماں
ہنر آزما ہر جوانمرد ہے ۔ طلبگار پیکار ناورد ہے
وہ دونوں جفا کار بیداد گر ۔ ہوئے سنکے پاسخ بہت پرخطر
پھر آراستہ ایک کی انجمن ۔ پئے کینہ خواہی ہوائے زن
یہ بولے تہ چرخ فیروزہ رنگ ۔ کہ ہم گر نہ پہلے کریں قصد جنگ
مبادا منوچہر سوئے دلیر ۔ شتابی ادہر آئے مانند شیر

جنگ منوچہر کا ساتھ سلم اور تور کے اور فتح پانا منوچہر کا اور بیٹھنا تخت پر اور مرنا فریدون کا



یہی مصلحت ہے کہ لیکر سپاہ ۔ چلیں ہم سوئے منوچہر شاہ
کریں چلکے ایرانمیں ہم سے جنگ ۔ نہیں خواب سبات ہیچ و درنگ
کیا سلم اور تور نے جب یہ عزم ۔ کہ چلکر منوچہر سے کیجئے رزم
فراہم کیا لشکر بے شمار ۔ بلان تنومند جنگی سوار
سواران رومی و ترکان چین ۔ ہنر آزمایان توران زمین
رواں سوئے اقلیم ایران ہوئے ۔ پئے کینہ خواہی شتابان ہوئے
فریدونکو پہنچی یہ جبدم خبر ۔ کہ خاور سے اب لشکر آیا ادھر
بلا نامداروں سے تب یہ کہا ۔ کہ اے شیر مردان جنگ آزما!
صبوری کرو تم نہ باندھو کمر ۔ کہ تا آویں اب اور بھی بیشتر
خبر پھر یہ پہنچی کہ اب سلم و تور ۔ قریب آگئے اب نہیں کچھ بھی دیر
منوچہر نے یوں گذارش کیا ۔ کہ اب آ جہاندار کشور کشا
نہیں مجھکو زنہار تاب درنگ ۔ اجازت مجھے دیجئے بہر جنگ
کیا شاہ نے اسطرف پھر رواں ۔ منوچہر کو با سپاہ گراں
زرہ پوش مردان شمشیر زن ۔ جوانان جنگ آور صف شکن
لئے سر بسر گرز و تیغ و سناں ۔ نہ پروائے سر نے ذرا فکر جان
یہاں فوج کا کیجئے کیا شمار ۔ سواران جنگی تھی شش صد ہزار

صفت جنگ آراستہ جب ہوئی
سنو کے راست گروہ وا ور قباد
بجا تعین تھی قائم سپاہ
گیا بڑھ کے آگے دلاور قباد
کہ اے بے پدر خرد کہہ تو مجھے
دیا تور کو اسنے پھر یہ جواب
تمہاری وہ محفل میں لایا پیام
یہ سنکر نہ پاسخ کچھ اسنے دیا
سنا تھا جو کچھ تور سے سب کہا
کروں قتل میں سلم اور تور کو
رکھیں جنگ کو آج موقوف ہم
ہوا خیمہ زن دشت میں وقت شب
سواران جنگی وہ مردان کار
ہوا گرم بازار کین و ستیز
تن و جان کا کچھ نہیں تھا دریغ
ولیکن بتائید لطف آلہ
لگے کہنے باہم وہ دونوں لئیم
منوچہر پہ آج شبخوں کریں
کہ شبخوں کا رکھتے ہیں قصد عزم جب
عزم ہی سو نیکو اسکو یکسر سپاہ
گئی نصف سے رات جبکہ گذر
پئے عزم شبخوں آیا جدھر
ولیکن نہ زنہار پایا گذر
پہنچی خبر جب منوچہر کو
جہاں تو بدکیش تھا زرم ساز
اٹھایا وہیں اسکو بس بن سکے
ہوا شاہ جب تیز رو فتحیاب
گیا بھاگ گرد میدان حصار
نگہبان وہ اس کا کو اک گرد تھا

رہ صلح مسدود پھر تب ہوئی
سنو چپ وہ گستاخ سن فرخ نہاد
منوچہر تھا رونق قلب گاہ
وہیں دونوں آئے وہاں مثل باد
بھلا کام کیا گرز و شمشیر سے
کہ پہنچاؤں پیغام تیر شتاب
کیا غرق خوں تمنے ایرج کو آہ
خجل ہو کے میدان سے پھر گیا
منوچہر سنکے یہ باتیں ہنسا
کروں غرق خوں ہر دو مقہور کو
کریں حشر برپا یہاں صبحدم
بسر کی وہ شب با نشاط و طرب
ہوئے آگے صف زن یمین و یسار
ہوئی ایک برپا وہاں رستخیز
وہاں کام سب کو تھا با گرز و تیغ
منوچہر کی غالب آئی سپاہ
کہ غالب ہی آج فوج غنیم!
تبہ اسکو ہم زیر گرداں کریں
کیا چاہتے ہیں وہ غفلت میں زرم
کمین گاہ میں آپ بیٹھا وہ شاہ
جہاں بس ہوگیا سربسر
خبردار پائی سپہ سربسر
ہوا گرم ہنگامۂ کارزار
کمین گاہ سے تب شاہ نامجو
دلیرانہ پہنچا شۂ نیزہ باز
لٹایا زمیں پر سر کین سے
سوئے سلم آیا ادہر سے شتاب
ہوا جا کے محصور وہ نابکار
دلیر و جوانمرد جنگ آزما!

وہ آگے ہوا کاویانی درفش
و رسام و نریمان وہ قارن دلیر
ادھر سے دونوں وہ گردنکشاں
قباد دلاور سے کہنے لگا
ہوئی دخت ایرج سے تیری نژاد
کیا تور اور سلم نے پھر یہ کام
یقین جانیوں تم کو زیر فلک
وہیں زرمگہ سے پھر آیا قباد
یہ کہنے لگا پھر کہ ہنگام جنگ
جواب پھر کیا تور میدان سے
پھر از رزم گاہ سے منوچہر شہ
سحر جب ہوئی تب منوچہر شاہ
وہ دونوں ستمگار نے بھی سپاہ
جوانو نکا سر اور گرز گراں
ہوئے کشتۂ جنگ گردان بے شمار
ہوئے تور اور سلم بس دردمند
مبادا کہ غالب ہوں کل ور بھی
منوچہر کو بھی یہ پہنچی خبر
وہیں کرکے قارن کو اسنے طلب
سواران جنگ آزما سے ہزار
روانہ ہوا تور نخوت شعار
بنا چاہ رہا کہ پھر جائیے
ہوئی وقت شب تیغ رانی وہاں
شتابی سے پہنچا سوئے رزمگاہ
جو اک تیر مارا پس پشت تور
جدا تیغ سے کرکے سر تور کا
بنائی ہوئے سلم نے تاب جنگ
منوچہر بھی سوئے حصن متین
سوئے رزم و پرخاش مائل ہوا!

کہ تھا یکقلم سرخ و زرد و بنفش
کہ جتنے کینہ خواہ ہیں مانند شیر
پئے رزم لائے سپاہ گراں
منوچہر سے جا کے کہہ تو ذرا
تو زنہار اسبات سے ہو نہ شاد
کہ دونونکو نخوت میں کرنا حق عام
رہی تم پہ لعنت قیامت تلک
حضور منوچہر فرخ نہاد
عیاں ہوں نژاد و گہر بیدرنگ
امان اسنے پائی فرا جان سے
کیا بس وہیں سوئے آرام گاہ
دلیرانہ آیا سوئے آرام گاہ
ہوئے آکے میدان میں کینہ خواہ
دلیرونکا پہلو و نوک سنان
زمیں خون سے انکے ہوئی لالہ زار
کہ آیا نظران کو اپنا گزند
سو واسطے مصلحت ہی یہی
کہ وہ بد نہادان بیدادگر
کہا ہو خبردار لشکر سے اب
لئے ساتھ اپنے پئے کارزار
سواران جنگی لئے سو ہزار
طرف اپنے لشکر کے پھر آئیے
ہوئے غرق خوں پھر ہزاروں عیاں
گئے قتل آکر بہت کینہ خواہ
تو قالب سے اسکے ہوئی جان دور
حضور فریدوں روانہ کیا
گریزاں وہاں سے ہوا بیدرنگ
گیا لیکے فوج اور گھیرا وہیں
منوچہر کے وہ مقابل ہوا!

سپہ پر اک تیر مارا بہت زور سے / جگر پر منوچہر کے آن کے
منوچہر نے کھینچ کر وہیں تیغ / لگائی سر خصم پر بے دریغ!
ولیکن نہ زنہار کاری پڑی / ہوا شاہ غضبناک پھر اس گھڑی
کمربند اسکا پکڑ کر وہیں سے / سر خاک ٹپکا اسے زمین سے
تن سکا کیا تیغ سے چاک چاک / سپہدار کا کوہ ہوا یوں ہلاک
لگا کہنے پھر شاہ فیروز جنگ / کرو قلعہ کو گھیر کر خوب تنگ
ہوا خیمہ زن فوج گرد حصار / نہ تھا قلعہ میں پھر صبا کا گذار
رہا سلم مدت تلک قلعہ بند / ہوا تنگ زیر سپہر بلند
منوچہر نے اسکو بھیجا پیام / کہ ہیں تیری ترکی ہوئی اب تمام
ملا دونگا تجھکو تہ خون خاک / بنا مردی آخر تو ہوگا ہلاک!
اگر شیر دل ہو تو اے پہلوان / تو بیجان کر اپنی مثل سگاں
مقابل مرے آگے اب ہو شتاب / خدا جس کو چاہئے کرے فتحیاب
یہ سنکر اسے غیرت ہوئی وہاں / وہ غیرت سے رزم لائی وہاں
سر قلعہ سے لیکے جنگی ہزار / دلیرانہ آیا پئے کار زار
منوچہر شاہ ولایت ستان / مقابل ہوا لیکے تیغ و سناں
کیا زخم شمشیر اس پر رہا! / کہ تن سے ہوا سلم کا سر جدا
شہ روم و خاور ہوے کشتہ جب / ہوا لشکران کا پراگندہ سب
سپہدار خاور کا تھا اک وزیر / وہ آیا حضور شہ بے نظیر
کیا عرض مت کیجئے تیغ کیں / عزیز ہو نہ ایسا وروئے زمین
سر رحم آیا وہیں شہریار / کیا اسنے پیمان و عہد استوار
وزیر خرد مند رخصت ہوا / کہ مشمول لطف و عنایت ہوا
غرض سلم اور تور کی فوج کو / وہ لایا حضور شہ نامجو
شہنشاہ نے سب بلطف و خوشی / عنایات شاہانہ مصروف کی
جو تھا منصب اسکا وہ قائم رہا / زیادہ کیا بلکہ کچھ مرتبہ
ظفر جب ہوئی شاہ کی ہمعنان / ہوا تب عنان تاب شاہ جہاں
جو نزدیک پہونچا وہ کشور کشا / فریدوں پیادہ گیا پیشوا!
پیادہ ہوا واں منوچہر بھی / کیا پھر قدمبوسی واں صد خوشی
جب آیا وہ ایوان شاہی میں تب / فریدوں نے باصد نشاط و طرب
بٹھایا منوچہر کو تخت پر / رکھا اسکے تارک پہ دیہیم زر
کہا پھر یہ سام و نریمان سے / کہ اپنے نبیرہ کو سونپا تجھے
جہاں سے ہوں میں فنی آجکل / کہ آتا ہے ہر دم پیام اجل
بہت پند کی پھر منوچہر کو / دعا دی کہ قائم جہاں میں ہو تو
پھر آخر فریدوں جہاں سے کیا / وہ سرو سہی گلستاں کیا
فریدوں جہاندار اب ہے کہاں / رہے نام نیکی سے جاوداں!
ہوا پھر بفضل خدائے کریم / منوچہر بھی بادشاہ عظیم
بسان فریدوں کیا عدل و داد / رکھا لطف و احسان سے سبکو شاد
کیا سام کو اپنا مختار کام / کہ تھا کاروان رہ ملک مدار
سپاہ امیران و فرزانگان / ہوئے سب ثنا خوان شہ جہاں
یہ کہتے تھے ہر شام و ہر بامداد / کہ ہم ہیں جہاندار فرخ نہاد
ترے جان و دل سے ہیں خدمت گذار / کریں چاکری تیری لیل و نہار
جہاں میں تو فرمان روا ہو سدا / یہی آرزو ہے یہی مدعا
لکھوں زال رستم کی اب داستان / کہ سنکر جسے پیر بھی ہوں حیران

داستان پیدا ہونا لڑکے کا سام کے گھر اور پرورش کرنا سیمرغ کا اور نام رکھنا زال اور پھر آنا سیستان میں

شبستان میں سام کے اک پسر / تولد ہوا گلرخ و سیمبر
سفید اسکے اندام پر مو تمام / گئی دایہ یہ دیکھ کر پیش سام
یہ کہنے لگی تجھ کو اے نامور / خدا نے دیا بچہ اک طرفہ تر
کہ ہے مہ جبیں سرو قد لالہ رو / وہ ہے مثل خار اسکے یکسر ہیں مو
وہیں سام نے آگے دیکھا اسے / ہوا خوف و اندیشہ پیدا اسے
رکھا اس کے ماں باپ نے نام زال / تعجب تھا صورت پہ اسکی کمال!
یہ کہتے تھے واں مردمان علم / کہ یہ طفل ہرگز نہیں پور سام
پری زاد یا دیو ہے یا پلنگ / نہ خلقت ہے انساں کی بے روپ و رنگ
یہ کہکر ہوا سام بد شرمگیں / اٹھا لیگیا زال کو بس وہیں
گئے کوہ البرز ڈالا اسے / شبستان سے اپنی نکالا اسے
مکاں واں جو تھا ایک سیمرغ کا / یکایک وہ سیمرغ ادھر آ گیا
جو دیکھا تو اک کودک شیر خوار / پڑا ہے سر خاک روتا ہے زار

ہوا مہربان رحم آیا اُسے
نہ سیمرغ کو صرف الفت ہوئی
کوئی کارواں تھا گیا اُدھر
یہاں عالم کو خواب آیا نظر
ہوا جبکہ بیدار وہ پہلوان
خوشی سے پھر اسکی خبر تھے سنے
کہا ایک نے یہ کہ اے بے شعور
سپید اسکے مو ہیں اگر سر بسر
نظر میں تری گو ہے فرزند خوار
ہوا صبحدم سام گھر سے رواں
الٰہی مرے حال پر رحم کر
نظر کی جو سیمرغ نے ناگہاں

اٹھا آشیانے میں لایا اُسے
کہ بچوں کو بھی اک محبت ہوئی
جو گذرا تو شاداں ہوا دیکھ کر
یہ کہتا ہے کوئی کہ اے نامور
تو پھر دل میں آئی پہ ہوا شادماں
رواں سوئے البرز مردم گئے
کیا تو نے خوف خدا سے دور
تو کیا عیب ہے اک نظر اسپہ کر
معنبر ہے وہ پیش پروردگار
سوئے کوہ البرز آیا دواں
کہ پھر پاؤں میں جلد اپنا پسر
وہ سیمرغ آیا دم گریہ کناں

مثال اپنے بچوں کے با صد خوشی
وہ رہتے تھے باہم شب و روز شاد
وہ سیمرغ سے زال کو لیگیا
ترا پور زندہ ہے اور شاد ہے
ہوئی تازہ تر الفت و مہر پور
پھر اک خواب دیکھا بہر دگر
رکھا دور آنکھوں سے فرزند کو
کہ تیرا ابھی ابیض سر و ریش ہے
کہ خروش ہوا دیکھ کر یہ خواب
خدا سے وہاں اُسنے کی التجا
پذیرا ہوئی اسکی یکسر دعا
تو سیمرغ آباد ہیں پیش سام

لگا پرورش کرنے وہ زال کی
ہوا نوجوان پھر وہ فرخ نہاد
محبت سے ساتھ اسکو اپنے رکھا
جہاں میں بخوبی وہ آباد ہے
کہ ہے پور دلبند آنکھوں کا نور
نظر آئے وہ مرد فرخ سیر
کیا خوار یوں پور دلبند کو
تو ناحق پسر کا بد اندیش ہے
نہ دل میں ہی کچھ صبوری نہ تاب
بہت زاری و گریہ کرکے کہا
ہوا حال پر اسکے لطف خدا
سنا قصہ خواب اُسنے تمام



یہ سیمرغ نے سام سے پھر کہا
کیا زال کو کارواں سے طلب
کہا یوں کہ لیجے یہ اپنا پسر
دیئے اپنے سیمرغ نے چند پر
شتابی سے پہنچونگی واں آنکر

کہ وا یہ ہو نہیں تیرے فرزند کا
حوالے کیا اُسنے با صد طرب
یہ ہے لائق تاج و اورنگ زر
کہا زال سے یوں کہ اے نامور
تری مشکل آسان کروں سربسر

بہت عاجزی سام نے اس سے کی
پھر اوسنے سیمرغ نے زال کو
ہوا پھر دل سام خرم وہیں
جو مشکل کوئی پیش آئے تجھے
بھری ہے مرے دل میں الفت تری

کیا پاس کارواں کے بھی
لے آیا حضور شہ نامجو
لگا کرنے سیمرغ کو آفریں
تو پر کو جلا یاد کیجو مجھے
زیادہ ہے مجھکو محبت تری

مجھے یاد رکھتا تو لیل و نہار — فراموش مت کیجو زینہار
یہ سنکر کیا زال نے یوں بیان — ترا بندہ ہوں آستہ طائراں

عزیز ہو نکالیس پرورندہ ہے تو — ترا گرد عالم ہے نام نکو
روانہ ہوئے والسے پھر زال و سام — بہت دل میں آئے تھے وہ شادکام

لگا کہنے پھر سام فرخ سیر — کہ شرمندہ ہوں تجھسے میں اسقدر
خدا سے کیا عہد اب استوار — کہ تجھ کو رکھوں جاوداں باوقار

کروں تیری تعلیم صبح و مسا — تلافی مرے تاکہ ہو جرم کا
گئے جب کہ پھر شاہ کے متصل — ہوا خوش منوچہر کا سنکے دل

یہ تو روسے ارشاد شہ نے کیا — کہ لے آ انہیں جا کے لے پیشوا
وہ شہزادہ تب لے گیا آن کر — گئے شہر میں وہ بصد کرّ و فر

حضور منوچہر پھر زال کو — گیا لیکے سام یل نامجو
وہ شہزادہ تب لیگیا آن کر — گئے شہر میں وہ بصد کرّ و فر

طلب کرکے انجم شناسوں کو وہاں — کیا حکم پھر یوں کہ ای انجم واں
ذرا طالع زال دیکھو تو اب — حقیقت گذارش کرو ملکے سب

ہوئے گردش انجم و آسمان — نظر کرکے بولے یہ دانشوراں
کہ طالع زال شاہا بلند — جہاں میں یہ ہوگا بڑا ارجمند

دلیر و شجاع و قوی پہلوان — یہ ہوگا سرافراز گردنکشان
شہنشاہ اسپان تازی و ور — سلاح و زر و خلعت پر گہر

کرم سے عنایت کیا زال کو — جہاں میں تفاخر دیا زال کو
کیا سام پر لطف پھر بے شمار — زیادہ کیا اور بھی اقتدار

اسے حاکم شہر زابل کیا — سپہدار اقلیم کابل کیا
حضور جہاندار سے سام و زال — مرخص ہوئے ہوکے شاداں کمال

جو زابل میں پہنچا یل نامور — تو پھر بہر تعلیم فرخ سیر
ہنر پروراں جہاندیدہ کو — فراست شناسان سنجیدہ کو

کیا سام نے ہر طرف سے طلب — ہوئے آکے جب فراہم وہ سب
یہ کہنے لگا وہ یل نامور — کہ اے اوستادان صاحب ہنر

کرو تربیت زال کو روز و شب — ہنر پہلوانی کے سکھلاؤ سب
بتاؤ اسے آداب شاہی تمام — کرو تربیت اس کو ہر صبح و شام

ہر اک فن میں تم اسکو قابل کرو — ہنرمند و ہوشیار و قابل کرو
بفرمان شاہ جہاں بہر رزم — سوئے گرگساراں اب ہے عزم

نصیحت لگا کرنے پھر زال کو — کہ آ پورا نا خردمند خو
تجھے میں نے سونپا یہ زابلستان — تو داد و دہش خوب کرنا یہاں

یہ کہکر وہ سام نبرد آزما — سوئے کشور گرگساراں گیا
ہوا حکمراں ملک کابل کا زال — رکھا خلق کو شاد و خرم کمال

ریاست عرض ملک کی خوب کی — بہت خلق نے پائی آسودگی
ہوئی پھر اسے آرزوئے عروس — ہوئی میل خاطر سوئے عروس

سپہدار کابل جو مہراب تھا — سو بیٹی اسکی اک اختر مہ لقا
وہ ضحاک کی نسل سے تھا مگر — خردمند و دانشور و نامور

اور اس دلستاں کا تھا رودابہ نام — سمن بو صنوبر قد و لالہ فام
ہوا زال جسدم بعیش و خوشی — طلبگار دختر کا مہراب بھی

تو مہراب نے پھر بلطف و صفا — کیا زال سے دخت کو کتخدا
عرض حاملہ رشک گلشن ہوئی — گرفتار غم وقت زادن ہوئی

رکا جائے تھا دمبدم اسکا دم — کہ بچہ کلاں تھا درون شکم
ہوا زال کو پھر بہت اضطراب — جلایا وہ سیمرغ کا پر شتاب

ہوا آکے حاضر وہ سیمرغ واں — کیا زال نے ماجرا سب بیان
وہ بولا کہ اے سرور انجمن — شکم میں ہے اک بچہ پیل تن

کرے جسکی ہیبت سے قالب تہی — ہژبر دماں پیل اور دیو بھی
نہ چیرو گے پہلوئی زن جب تلک — شکم سے نہ نکلے گا یہ تب تلک

دیا سنکے پھر زال نے یہ جواب — کہ تدبیر فرمایئے کچھ شتاب
وہ تدبیر جس سے نہ ہو خون جان! — کہ ہے جان کی خیر اے مہربان

بیابان کی لی اسنے پھر دو ہی راہ — وہاں سے وہ سیمرغ لایا گیاہ
کیا زال سے پھر کہ اب زود تر — پلایا وہ زن کو تو بیہوش کر

پھر اسجا سے کر پہلو اسکا تو چاک — کہ بچہ نکل آئے بے خوف و باک
لگا ایک پھر زخم پہ گیاہ — کہ ہو تندرستی بفضل الٰہ

عرض زال نے پھر پلا کر شراب — کیا مست رودابہ کو بس شتاب
کیا چاک پہلوئی زن اسطرح — بتایا تھا سیمرغ نے جسطرح

وہ پیدا ہوا بچہ پیل تن — جسے دیکھکر حیران ہو مرد و زن
بہن ایک رودابہ کی نام شیں — روان اشک کرنے لگی پر دہن

مبادا کر و دایہ ضائع ہو تب
کیا مطمئن زال نے اسکو تب
لگائی جراحت پہ پھر وہ گیاہ
ہوئی تندرست اس سے وہ رشک ماہ

وہ کودک تھا صورت میں ہمشکل سام
رکھا رستم اختر شناسوں نے نام
شبیہ پسر زال نے کھینچ کر
شتابی سے بھیجی حضور پدر

سوئے پیکر رستم شیر خوار
نگہ کرکے بولا وہ سام سوار
بعینہ مری شکل ہے یہ پسر
بجا ہے جو کہیے اسے شیر نر

تحائف بہت زال نے بعد ازاں
خوشی ہو کے بھیجے سو کابل رواں
یہ پہنچی خبر جب کہ مہراب کو
کہ پیدا ہوا رستم نامجو

یہ سنکر وہ مسرور شاداں ہوا
برنگ گل تازہ خنداں ہوا
بجالا کے شکر خدائے کریم
لگا دینے ہر اک کو دینار و سیم

وہ رستم کہ تھا کودک بے نظیر
اسے ہفت دایہ کا ملتا تھا شیر
کبھی ہستی باقی جو کچھ اشتہار
تو شیر اس کو دیتے بزرگوں کا

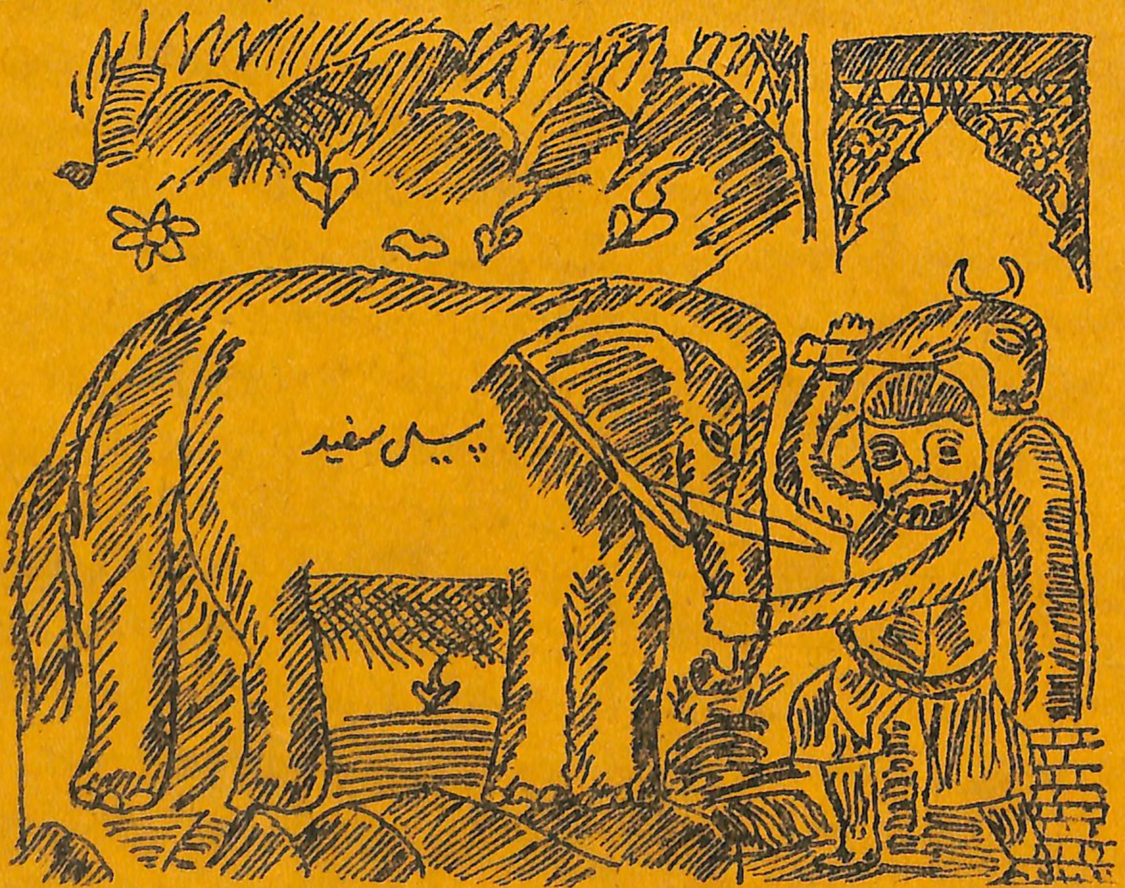
طعام اسکو آنے لگا دلپسند
تو پھر پانچ آنے لگے گوسفند
وہ کھا جاتا تھا گوشت انکا تمام
تعجب میں تھی مردم خاص و عام

سہ سالہ ہوا جبکہ وہ شیر خوار
بخوبی ہوا اسپ پر وہ سوار
لیا ہاتھ میں اپنے گرز پدر
ہے لوگ حیران آکے دیکھکر

کیا اسطرح کودک ہی یہ روز مند
یہ دیکھا کہیں نے یہ چرخ بلند
یہ کہتے تھے رستم بفضل خدا
تنومند تر سام سے ہو لگا

سوئے گرگساران و مازندران
بفرمان فرمانروائے جہاں
سر ندرم تھا سام گنجی سوار
لڑائی تھی دیوؤں سے نیل و نہاں

یکایک ل سام آیا ادہر
کہ دیکھے رخ رستم نامور
محبت نے کھینچا تو وہ پہلوان
روانہ ہوئے سوئے زابلستان



رواں ہو کے کابل سے مہراب بھی
سوئے زابل آیا بلطف و خوشی
وہ پہنچا مع لے سام سے پیشتر
ہوا شاد رستم کو وہ دیکھکر

قریب آکے پہنچا وہاں سام جب
گئے پیشوا زابل و مہراب تب
بہت خوب تھا ایک پیل بلند
سوار اسپہ تھا رستم ارجمند

اور اک سر پہ رستم کے تھا تاج [illegible]
ہوا سام خوش دور سے دیکھکر
گئے جبکہ وہ سام کے سامنے
تو پھر وہیں تعظیم کو اسطے

فرود آئے گھوڑوں سے مہراب اور زال
کرلے پور تکلیف مت کھینچنا
ہوا سام پھر تخت پر جلوہ گر
بصد لطف سام پیل تن
کہ اے پہلوان جہاں شاد رہ
نہیں چاہتا خواب و آرام کچھ
خدنگ و سنان گرز و شمشیر یوں
کیا ایک ترتیب جشن و طرب
نہیں زال اور سام سے کچھ خطر
وہاں پھر کرے کون لشکرکشی
وہ اس بادہ گوئی سے تھا شاد
ادھر کا کیا قصد پھر سام نے
یہ کہکر وہیں سام فرخ سیر
منوچہر شہ جہانگیر کا
لگا پوچھنے وہ کہ کیا ہی فغان
بہت لس وہانسے پہنچا گزند
لیا ہاتھ میں گرز سام دلیر
شب تیر ہے اور ہاتھی چھٹا
کفی الفور بیچارہ دربان سرا
گیا سوئے پیل وہ زندہ دلیر
گیا کام آخر جب اس پیل کا
سپاس خداوند جان آفرین
کہا دل میں اپنے نہیں کچھ عجب
کسی طرف سے ایک کوہ سپند
کہیں ایک سنگ گراں قلعے سے
یہ رستم سے قصہ بیان کیجے سب
یہ سنکر وہیں رستم نامدار
ہوا سام دلگیر و اندیشہ مند
سپاہ گراں لیکے وہ بیحساب

یہ چاہیے تھا پھر رستم خورد سال
تفاخر ترا ہے مری آرزو
سوئے راست بیٹھا وہ زال آنکر
ہوا ساتھ رستم کے گرم سخن
جہاں جبتک ہے تو آباد رہ
نہ عیش و طرب سے رکھوں کام کچھ
تن بدسگالاں کروں غرق خوں
ہوے بادہ کش بزم عشرت میں سب
نہ شاہ جہانگیر کا مجھ کو ڈر
نہ ہے پھر کسی طاقت سرکشی
تبسم کناں اسپہ تھی زال و سام
تو رخصت ادھر چاہی آرام نے
روانہ ہوا پھر سوئے باختر
وہیں پیل مست سفید ایک تھا
کیا مردمان نے یہ اسدم بیان
دواں ہر طرف ہے وہ پیل بلند
چلا سوئے بازار مانند شیر
تو ایوان سے اسوقت باہر نہ جا
گریزندہ پھر وانسے ہر ایک ہوا
ہوا جا کے نعرہ زناں مثل شیر
تو پھر پیلتن سوئے ایوان گیا!
وہ لایا بجا اور خوشی کی وہیں
نخوان نریمان یہ لیجا کے اب
اور اک کوہ پہ تھا حصار بلند
نریمان کے سر پر گرا آن کے
کہا زال نے یوں کہ اے پور اب
روانہ ہوا جانب کوہسار
مبادا کہ رستم کو پہنچے گزند
کمک کو نبیرہ کی پہونچا شتاب

اور پیل ہو وہ پیادہ شتاب
یہ کہکر دعا دی کہ پروردگار
طرف چپ کے مہراب فرخندہ خو
ثنا خوان وہ رستم ہوا سام کا
دعا دیکے پھر یوں گذارش کیا
مجھے چاہیئے اسپ اور زرہ و خود
یہ گفتار سن سام شادان ہوا
ہوا نشئے کا جب دم و قور
جہاں میں ہوا رستم پہلوان
کروں تازہ آئین ضحاک اب
یہ آئی خبر سام کو بعد ازاں
کہا رستم و زال کو پھر وہیں
گئے زال و رستم سوئے سیستان
اٹھا ناگہاں رات کو ایک روز
کہ ہے پیل سفید شہ نامور
جبر اس خبر پہنچی جو رستم کے گوش
وے حاجبوں نے کیا در کو بند
نہ مانا اور مشت سخت آنکے
غرض توڑ کر وہیں قفل بند
جو مارا بزور ایک گرز گراں
یہ سنکر خبر زال حیران ہوا
طلب رستم نامور کو کیا
نریمان کا جسطرح ہے ماجرا
بحکم فریدون فرخندہ خو
پراگندہ دل میں ہوا مضمحل
شتابندہ ہو سوئے کوہ بلند
یہ پہنچی خبر سوئے مازندران
وہاں جنگ اک سے درپیش تھی
جوانان و جنگ آور و پیلتن

یہ بولا وہیں سام عالیجناب
رکھے تجھکو دائم بجاہ و وقار
وہ رستم بھی بیٹھا وہاں روبرو
تہمتن نے دی اسکو پھر یہ دعا
کہ ہوں بندۂ کمترین سام کا
نہیں ہیں طلبگار ساز و سرود
ز رنگ سکا رنگ گلستان ہوا
تو بولا وہ مہراب مست غرور
بشمشیر خونریز و گرز گران
ملاؤں عدو کو تہ خاک اب
کہ پرزور پھر ہو گئے دشمنان
کہ مت چھوڑنا تم رہ و بود دیں
کہ تھا وہ حکومت کا انکے مکان
یہ سنکر فغاں رستم نیک روز
رہا ہو گیا بند کو توڑ کر
کیا پہلوانی نے سینے میں جوش
کہا یوں کہ اسکو دکا ارجمند
لگایا وہیں سر پہ ور پائے
شتابان ہوا رستم زورمند
گرا خاک پر بس وہ پیل دماں
ہوئے نامور سرور و شادان ہوا
سر و دست و بازو پہ بوسہ دیا
بیان اسکو کرتا ہوں سنیو اب
نریمان نے گھیرا تھا اس قلعہ کو
گئی جان قالب سے اسکی نکل
نریمان کا خون لیکے ہوا ارجمند
کہ رستم ہوا جانب شروان
سو یکدست موقوف اسنے رکھی
ہوئے گرد اس قلعہ کے خیمہ زن

سسال ور یک ماہ کیا اس قیام
کیا اُسنے رستم کو رخصت او بہر
تو چارہ گری کر سکے کچھ وہاں
کئی اونٹ محمول بار نمک
لئے باندھ بارے نمک میں سلاح
آتا ہے اب کاروان نمک
تو ہر گوشہ سے آئے برنا و پیر
عقب اسکے سب پہلوان دلیر
مقام ہوا کو توال حصار
ہوا کشتہ آخر جو سردار دژ
عجب طرفہ تر انکی اجناس تھی
جو دیکھا تو ہر سنگ و خارا کا گھر
لگا کہنے یوں دیکھ کر پہلوان
کیا فتح میں نے یہ حصن حصین
یہ نامہ پڑھا زال نے جب تمام
کیا تو نے تسخیر حصن متین
لگا آگ اب قلعہ کو کر شتاب
جو پہنچا یہ نامہ تو وہ پہلوان
ہوا شاد رستم کو وہ دیکھ کر
غرض سام نے جب یہ نامہ پڑھا
سنا کارنامہ یہ رستم کا جب
جو منوچہر تا ہوں پھر

رکھا سام نے اور رہا کچھ نہ کام
اور اس سے کہا یوں کہ اے نامور
یہ سنکر لگا کہنے وہ پہلوان!
کہ درکار تھے دو زمین شب و شک
کہ یہ بات تھی واں قرین صلاح
وہ بولا کہ لاؤ اسے یا نمک
ہوا گرد انبوہ ان کے کیشر
خردمند مانند غران شیر
ہوئی گرم واں اُنسے تیس کارزار
گریزاں ہوئے سب نگہدار دژ
کہ دیکھی نہ تھی مردماں نے کبھی
اور اسکی ہی دیوار ہے سربسر
کہ یہ کار انسان نہیں بیگمان
کہ ہمسر نہیں جسکا چرخ برین
دل اسکا ہوا خرم و شاد کام
ہزار آفرین صد ہزار آفرین
دہانے تو پھر اسطرف آفتاب
روانہ ہوا جانب سیستان
نثار اسکے سر پر کیا سیم و زر
تو پھر شوق سے چشم و سر پر رکھا
ہوئے اہل ایران مزین طرب

سپہ اوسنے ناچار وہ پہلوان
اکیلا پہن کاروان کا لباس
کہ کنده کروں جا کے بیخ حصار
بجا شتربان تھے پہلوان
دروزہ پہ پہنچا یل نامور
وہیں آ کے لیٹے مردمان
ہوئی رات جسدم کہ تاریک تر
خبردار ہو قلعہ کی سب سپاہ
لب شمشیر گرز و سنان و خدنگ
دلیروں نے تاراج دژ کو کیا
گیا پھر وہاں رستم نامدار
سوا اسکے اک گنبد زر نگار
لکھا نامہ رستم نے پھر زال کو
جو ارشاد ہو سو بجا لاؤں میں
یہ پاسخ لکھا آخر دمند پور
فقط دل کو میرے نہ گلشن کیا
کہ دیدار کا ہے ترے اشتیاق
کیا زال با صد طرب پیشوار
جو سام رستم نے نامہ لکھا
اسے اسقدر شادمانی ہوئی
ہوا دل یہ ہر اک امیدوار

روانہ ہوا سوئے مازندران
اگر قلعہ میں جائے تو بے ہراس
نہ چھوڑو نہیں واں زندہ اک نابکار
ہر اک گرد تھا صورت ساربان
خداوند دژ کو یہ پہنچی خبر
گیا قلعہ میں جبکہ وہ کاروان
تو پھر سہر جنگ اُسنے باندھی کمر
ہوئی آگے سب نیم آور وکینہ جو
رہا صبح تک گرم بازار جنگ
بہت مال و اسباب واں سے لیا
سو خانہ حکمران حصار
بصد لطف و خوبی ہو رشک بہار
کہ اے نامدار یل نامجو!
رہوں اب یہاں ساتھ مرہاں میں
رہے چشم بد تجھسے ہر لحظہ دور
روان زریان کو روشن کیا
جدائی ہے تیری بہت مجھکو شاق
بصد شوق اس کو بغلیں لیا
رقم مژدۂ فتح و نصرت کیا
کہ پھر تازہ گویا جوانی ہوئی
یہ سائے بد اندیش اب ہو گئے خوار
یہ باقی بھی قصہ سناتا ہوں پھر

داستان بیٹھنا نوذر کا تخت منوچہر باپ اپنے کے اور وصیت منوچہر کی اس کو

جو گذرا بشاہی صد و بست سال
قریب آئے اب میرے رخصت کے دن
کہ میں ہوں کمربستہ سوئے عدم
سو حق پرستی تو رہیو مدام
وہ پیدا ہوا سوئے خاور زمین

تو اختر شناسان صاحب کمال
بسر ہو گئے بس خلافت کے دن
مبارک تجھے تخت و تاج و علم
نہ عنبر اندر رہ راستی رکھیو کام
کیا خلق نے اختیار اسکا دین

لگے کہنے شاہ منوچہر کو!
یہ سنکر جہاندار کشور کشا
تو مت چھوڑیو رسم آئین و داد
جہاں میں ہوئی تازہ اب داوری
وہ مرسل اک یزدان پاک

کہ اے شاہ دانشور و نامجو
طلب کر کے نوذر کو کہنے لگا
رعیت کو رکھنا تو آباد شاد
ہوئی نام موسیٰ کے پیغمبری
کیا اُسنے فرعون کو اب ہلاک

تو مت ہو جیو اس سے پرخاش جو
قبول اسکے اب کیجیو دین کو

رہ کینہ خواہی سے پور پشنگ
کرے قصد تیری طرف بہر جنگ

بقصد نبرد از رہ سرکشی
کرے جب بد اندیش لشکرکشی

بل نوجوان یعنی فرزند زال
نہیں پہلوان کوئی مثال

منوچہر کرتا تھا جب یہ بیان
ملکزادہ نوذر تھا گریہ کناں

یکایک ہوا خسرو سرفراز
گرفتار بیماری جان گداز

مجھے پیش ہے اب مہم عظیم
تری بل توران میں ساکن غنیم

تجھے ہاتھ سے اسکے پہنچے گزند
تو عاجز ہو بس زیر چرخ بلند

خبر کیجیو سام اور زال کو
کمک چاہیو اس سے اے نام جو

وہ اس خاندان کا ہے خدمتگزار
کرے یاوری آکے لیل و نہار

نہ کچھ ان دنوں شاہ بیمار تھا
نہ کچھ درد تھا اور نہ آزار تھا

نہ جانبر ہوا پھر شہ بینظیر
جہاں سے سفر کر گیا نہ گزیر

بیٹھنا نوذر کا اور تخت سلطنت ایران کے

منوچہر کے بعد با کر و فر
سر تخت نوذر ہوا جلوہ گر

رکھا سر پہ دیہیم شاہنشاہی
ہوا مسند آرائے فرماندہی

نہ داد و دہش کی نہ انصاف داد
ز غفلت بجور و ستم دل نہاد

یکایک ہوا اس سے بیزار سب
ہوئے منحرف بلکہ سردار سب

ستمگار نے جب کہ دیکھا یہ حال
ہوا اپنے دلمیں ہراساں کمال

تجھے وقت رحلت کے کرتا تھا یاد
منوچہر شہ خجستہ نہاد

ہوئی سلطنت اندنوں کچھ خراب
یہاں آ تو اب تو پہنچا شتاب

ادھر تو یہ نامہ لکھا اور ادھر
ستمدیدگاں پہنچے واں بیشتر

پھر اتنے میں نا سر گیا شاہ کا
تاسف بہت پہلوان نے کیا

جو نزدیک پہنچا بل نیک نام
بزرگان ایران گئے پیش سام

تو بیٹھ اب سر تخت فرماندہی
تو رکھ اپنے سر پر کلاہ مہی

یہ لایا زباں پر بل ارجمند
خدا کے یہ نزدیک کب ہے پسند

منوچہر کی دخت ہوتی اگر
سر تخت شاہنشاہی جلوہ گر

جو نوذر نے پیشہ لیا ظلم کا
تو اے نامداران ہو اندیشہ کیا

نہ ہو منحرف اس سے تم زینہار
کرو چاکری اسکی لیل و نہار

کیا شاہ نے سبکو گردیدہ پھر
رہا کوئی بھی واں نہ رنجیدہ پھر

ولیکن منوچہر کی رسم پر
نہ قائم رہا خسرو نامور

ہوئی بند یکسر مروت کی راہ
ہوا بند سیم و زر و بادشاہ

لکھا جو شاہان اطراف کو
کہ آؤ ادھر اور یہ ملک لو

سو سام نامہ کیا اک رواں
لکھا یہ کہ اے پہلوان جہان

زباں پر تھا شہ کے یہی بار بار
کہ رکن خلافت ہے سام سوار

وگرنہ یہ پھر تخت شاہی نہیں
بد اندیش ہوں اور ایران زمین

کئے تھے جو نوذر نے بیداد واں
کئے سام سے جاکے یکسر بیان

روانہ ہوا زندراں سے وہیں
شتابان ہوا سوئے ایران زمیں

گذارش کیا یہ کہ اے نامور
جہاندار نوذر ہے بیداد گر

گرفتار کر شاہ نوذر کو اب
اطاعت کریں کی طرح ہم تیری سب

کہ نوذر ترا دکیاں سے ہو یہاں
اگر عہد کر ہو تمہیں شاہ جہاں

کمر باندھتا میں پئے چاکری
شب و روز کرتا میں فرمانبری

اسے باز لاؤنگا ہر راہ سے
کروں تازہ پیمان شہنشاہ سے

یہ کہکر گیا پیش شاہ جہاں
جھکایا سر عجز جوں بندگان

سنو آگے احوال پور پشنگ
کہ نوذر سے آگے ہوا گرم جنگ

جنگ افراسیاب کا ساتھ بیٹے پشنگ با نوذر کے اور فتح پانا اور بیٹھنا تخت پر

پشنگ ایک مرد نبرد آزما
سپہدار اقلیم توران کا تھا

پسر ایک تھا اسکا افراسیاب
کہ ہیبت سے جسکی ہو خارا بھی آب

پشنگ اس سے کہنے لگا ایک روز
کہ اے پور خوش طالع و نیک فروز

شتابان ہو تاخیر مت کچھ روا
کہ لینا ہے خون سلم اور تور کا

ہوا اسکے خاطر سے آزرم و کین
یہ پاسخ دیا باپ کو بس ہیں

سرفراز تھا نسل سے تور کی
اسے جنگ نوذر سے منظور تھی

بل و نیو و رمند و دلیر و جواں
نہ تھا اسکا ہمسر کوئی پہلواں

رواں سوئے ایران ہو لیکر سپاہ
تو نوذر سے اب جاکے ہو کینہ خواہ

جو قصہ سنا یہ تو افراسیاب
گیا بھول آسائش خور و خواب

کہ شائستہ جنگ شیراں ہوں میں
سزاوار رسم دلیراں ہوں میں

کروں جا کے سالار ایران سے جنگ
پھر افراسیاب اس سے بولا وہیں
او لے اپنے یہ گردان لشکر تمام
یہ بولا پشنگ سے خردمند پور
یہ سنکر سپہدار افراسیاب
بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ
سپہدار کو پھر یہ پہنچی خبر!
گئے ساتھ نوذر کے مردان کام
کروں میں نبرد دلیرانہ تاب
تھا اک تازیاں گرد افراسیاب
کہ آکر مجھ سے اب کارزار
برادر سے اپنے یہ بولا وہیں
کہوا اسپ کو سوئے میدان کیا
قباد و سنا آور ہوا کشتہ جب
پھر انبوہ دیکھا تو افراسیاب
ہوئی غرق سے روئے زمین لالہ زار
ہوا جبکہ رخشندہ پھر آفتاب
ادھر لشکر آرائے توران میں
سر و سینہ تھا وقف پیکان تیغ
اور آ فوج توران ہوئی چیرہ دست
ہوا آپ تب عازم کارزار
سکھے ہے اگر غیرت افراسیاب
یہ سنکر وہ افراسیاب دلیر
بیاں کیجئے کیا جو سہم حرب تھی
کہیں سر گئے نوذر کے وہ سہیم وزیر
کیا تھا نہ بدخواہ نے کچھ خیال
ہوا شاہ دلگیر و واماندہ کین
سران سپہ کو فراہم کیا!
ظفر اپنی آتی نہیں کچھ نظر

کرو ملک تسخیر سب بیدرنگ
کہ ہر چند نوذر دلاور نہیں
نہیں ہمسر قارن و زال و سام
یہ گفتار ہے عقل و دانش سے دور
روانہ ہوا سوئے ایران شتاب
کمر چست باندھے ہوئے بہر جنگ
کیا سام نے اس جہاں سے سفر
سواران جنگی صد و چہل ہزار
کروں غارت ایرانیوں کے لشکر کو اب
بڑھا فوج لیکے نیزہ شتاب
نہ تاخیر کو راہ دے زینہار
کہ سے پہلوان جا کے ہو گرم کیں
ہوا تازیاں سے نبرد آزما
وہ قارن دلیر و جوانمرد تب
کمک کو سپاہ لیکے پہنچا شتاب
پھر اتنے میں [illegible] سب ہوئی تھکا
تو قارن پے جنگ افراسیاب
سپہ لیکے آیا پئے رزم کیں
نہ جانا کہ تھا اپنی کسیکو دریغ
دل اہل ایران کو پہنچی شکست
پکارا یہ میدان میں تا جبل
تو آکر مقابل ہو میرے شتاب
ہوا آنکے رزم جو مثل شیر
سنان پر سناں ضرب پہ ضرب تیغ
گرا وقت پیکار رستا خاک پر
ولیکن جہاندار تھا پر ملال
سخن باپ کا یاد آیا وہیں
جہاندار نے پھر یہ اُنسے کہا
کہ لشکر ہے اپنا زبون سر بسر

یہ سنکر ہوا خرم و شاد وہ
ولیکن منوچہر کے پہلوان
نہیں خوب ہے اندنوں عزم جنگ
یہی وقت ہے جا کے لے انتقام
جوانان شمشیر زن سی ہزار
خرد و دلاور سائق و پہلوان
یہ سنکر ہوا شاد افراسیاب
لکھا یوں کہ اے شاہ فیروز جنگ
مقابل ہوئیں جبکہ دونوں سپاہ
ہوا آ گئے میدان میں رزم
پسر کاوہ کا قارن نامور
قباد اس جوانمرد کا نام تھا
وہ ہے دخت فولاد کی ایک ضرب
گئے سو تازیاں لیکے آیا سپاہ
ہوا گرم بازار جنگ نبرد
سواران جنگ آور و کینہ خواہ
کیا کر کے آراستہ فوج کو
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
ہزاروں ہوئے کشتہ و خستہ داں
جہاندار نوذر نے دیکھا جب
کہ ہرگز نہیں اس میں کچھ فائدہ
جبے نصرت و فتح دے کردگار
ہوئے نیزے دونوں طرف ردوں
ستیزہ کناں ہو گئی شام پر
غرض رزم موقوف کر ہر دو شاہ
ملازم کوئی شہ کی سرکار کا
کہا تھا منوچہر نے یہ کہاں
کہ بدخواہ کی غالب آئی سپاہ
اگر بھاگئے تو کدھر جائیے

ہوا نبار سو غم کے آزاد وہ
حضور اسکے حاضر تھیں یک سرجہان
یہی مصلحت ہے کہ کیجے درنگ
شتابی سے کرکار نوذر تمام
جوانمرد و شائستہ کارزار
سپہ کے تھے سالار با فر و شان
کہ اب بخت بدخواہ آیا بخواب
ملک ہو وے نامہ سوئے پشنگ
تو باہم ہوئے پہلوان کینہ خواہ
کہا یوں کہ ہوئے پہلوان کینہ خواہ
کہ سردار لشکر تھا بازو فتر
نہ ہرگز طلبگار آرام تھا
جو کھائی تو دی جان بہنگام حرب
ہوا ساتھ بدخواہ کے رزم خواہ
کسی کو کسی کا نہ تھا کچھ بھی درد
وہیں پھر گئے سوئے آرام گاہ
کہ تھے مردان پیکار جو
قیامت ہوئی ایک پا وہاں
زمین بن گئی سر بسر گلستان
گرگشتہ ہوا بیدل و خیرہ تاب
گرگشتہ ہو ناحق یہ خلق خدا
کرے بادشاہی وہ بیل و سہاک
ہوا کارگر نوک سنان
ہوا زخم کاری نہ کچھ کارگر
پھر زرگہ سے سوئے خوابگاہ
وہاں سے وہ وسیم لالا گشا
تجھے فوج ایران سے پہنچے زیاں
یہ سوچا کہ ہو کام اپنا تباہ
حفاظت کی اب جا کہاں پائیے

یقین ہے کہ پھر دشمنان شریر
مجھے پانسے لیجائیں کر کے اسیر

یہ بہتر ہے کشتہ ہوں میدان میں
نہ جاؤں نہیں زندہ زندان میں

جدا ہووے تن سے مرا سر اگر
تو قائم ہے نیک نام پدر

سران سپہ نے یہ سنکر کہا
کہ جز جنگ چارہ نہیں ہے شہا

وہ اپنے بیٹوں کو رخصت کرو
یہاں سے سوئے پارس اب بھیجدو

کہ تخم فریدوں سے تا کیدہ تن
رہیں زندہ اے سرور انجمن

دو فرزند جو طوس و گستہم تھے
انہیں لیکے آغوش میں پیار سے

کیا شہ نے سوئے پارس رواں
ہوئے دیدۂ تار گوہر فشاں

یہ سالار توران کو بھیجا پیام
کہ لشکر تنگ آ گیا ہے تمام

لڑائی میں دو روز کیجے درنگ
کرو تیسرے روز پھر ہم سے جنگ

رہی جنگ موقوف دو روز تک
رہا لشکر آسودہ زیر فلک

غرض تیسرے روز وقت پگاہ
گیا سوئے میدان پھر ایرانکا شاہ

سواران جنگی یمین و یسار
ہوا جلوہ گر قلب میں شہریار

و شاپور و قارن سران سپاہ
بہر سو ستیہندہ و کینہ خواہ

ادھر تھا صف آرا وہ افراسیاب
کہ ترکان چین جسکے تھے ہمرکاب

یکایک ہوئے ترک چین چیرہ دست
سپہدار ایران نے کھائے شکست

ہوا کشتہ شاپور میدان میں
پڑا تفرقہ فوج ایران میں

دو کارن بھی واں سے گریزاں ہوا
سوئے ملک پارس شتاباں ہوا

فراہم نہ آئندہ لشکر ہوا
نہ میدان میں قائم وہ نوذر رہا

غرض شاہ نوذر ہوا قلعہ بند
مخالف نے گھیرا حصار بلند

رواں سوئے فارس ہوا تازیاں
گرفتار ہوں تا کہ شہزادگاں!

ہوا سدرہ قارن نامدار
لگی ہونے باہم وہاں کارزار

ہوا جبکہ آگاہ افراسیاب
تو فوج اور بھیجی کمک کو شتاب

جو کم رہ گئی فوج گرد حصار
تو پھر قلعے سے نوذر نامور

نکل کر ہوا سوئے وادی رواں
ملے بر سر کینہ تھا آسمان

سپہدار توران یہ سنکر خبر
تعاقب کو اسکے گیا زود تر

ستیہندہ وہ بھی ہوا ناگزیر
ہوا آخر کار نوذر اسیر

سوا اسکے آئے گرفتار واں
ہزار و دو صد نور بھی پہلوان!

بیک گردش چرخ بیداد گر
نہ نوذر رہا اور نہ وہ کرّ و فر

جہاں میں رہا حکمراں ہفت سال
پھر اقبال کا اسکے آیا زوال

ہوا بعد ازاں جائے افراسیاب
سریر فریدون عالیجناب

سپہدار کو پھر یہ پہنچی خبر
کہ غالب رہا قارن نامور

ہوا تازیاں کشتہ ہنگام جنگ
گریزاں ہوئی فوج سب بید رنگ

ہوا پر الم سنکے افراسیاب
بہت دلکو اسکے ہوا اضطراب

بھیجنا افراسیاب خزرواں اور سماساس کو سیستان کیطرف اور مارنا نوذر و اغریث کو

سپہبد نے پھر ارادہ کیا
کہ ملک اب لیا چاہیئے زال کا

روانہ کئے پھر پئے کارزار
سواران جنگ آزما تیس ہزار

خزرواں سماساس نامی یلاں
گئے بن کے سالار فوج گراں

سنی زال یل نے یہ جسدم خبر
کہ بدخواہ کا لشکر آیا ادھر

کمر کینہ خواہی پہ باندھی وہیں
زرہ پوش ہو کر لیا گرز کین

روانہ ہوا سیستاں سے شتاب
یہ تاخیر کی تھی نہ زنہار تاب

کہا شاہ مہراب نے زال کو
کہ ہوں متفق تیرا اے نامجو

ہوئے پہلوانان کابلستان
رفیق سپہدار زابلستان

مقابل ہوئی جب سپاہ عدو
تو باہم مبارز ہوئے کینہ جو

خزرواں نے آکر عمود و سپر
یکایک جو مارا سر زال پر

شکستہ ہوا مغفر پہلوان
ولیکن نہ کچھ سر کو پہنچا زیاں

پکڑ گرز توڑا خزرواں کا سر
زمین اسکے خون سے ہوئی تر بتر

خزرواں ہوا کشتہ جب وقت جنگ
تو آیا سماساس پھر بید رنگ

وہ حملہ آور ہوا زال جب
نہ ٹھیرا سماساس میدان میں تب

گریزاں ہوئی اسکی ساری سپاہ
پراگندہ لشکر خراب و تباہ

تعاقب کیا زال نے پھر وہیں
ہزاروں کئے قتل ترکان چین

ہوا پر غضب سنکے افراسیاب
کیا قتل نوذر کو اسنے شتاب

ہوا پھر وہیں سے وہ پارس رواں
لئی ساتھ اسکے سپاہ گراں

کیا قصد یہ کرکے وہ کینہ خو
کہ لاؤں پکڑ گستہم و طوس کو

وہاں سے وہ دونو گریزاں ہوئے
طرف سیستاں کے شتاباں ہوئے

گیا پیشوا یہ خبر سن کے زال
وہ قارن ہمراہ شہزادگان
جو نوذر کے پروردہ تھے پہلوان
ہر اک کو سلاح و زر و گنج و مال
ولیکن یہی زال کو سوچ تھا
نہیں ہیں کیانی جو ہوں بادشاہ
تو کرکے بداندیش کو پائمال
بلند اقتدار و معلے جناب
اسے زال نے ایک نامہ لکھا
اگر آئے یاشنک تو ناتا مدار
بداندیش وہ جو ہے افراسیاب
گیا ہے سے زابل کو وہ نامور
ملک زادہ کے پاس اتنی سپاہ
برادر نوازی کی تھی آرزو
ہے اپر قناعت تجھے تو بس
دیا پاسخ اس نے کہ ہے نامور
جفا پیشہ تھا بس کہ وہ شہریار
غرض سیستان میں پہنچی خبر
کیا نامدار و نکو اس نے طلب
ورے چاہیئے شاہ والا شکوہ
نہیں یہ سزاوار تاج شہی
کہ وہ وارث تخت ایران ہوا
منوچہر کے ہاتھ سے وقت جنگ
جو ہر یکی جانب گریزاں ہوا
ملکزادہ زو اس جوانکا ہے نام
کہ ہے آنجہر یہ سے زد کو یہاں

کیا اُسنے اعزاز و نکا کمال
ہوا اُس کے تھے اور بھی پہلوان
ہو آنے لگے ہر طرف سے وہاں
کیا زال نے وے کے فرخندہ حال
کسے تاجور کیجے ایران کا
کیاں کو ہو زیبندہ تاج و کلاہ
ابھی ملک ایران سے دیجے نکال
بڑا بھائی تھا جس کا افراسیاب
یہ مضمون فرخندہ مرقوم تھا
تو اقلیم ایران کا ہو شہریار
نکال اس کو ایران سے پھر شتاب
یہ چاہیے تھا ہو عازم پیشتر
نہ تھی ساتھ اسکے جو ہو زنخواہ
گیا بے خطر بھائی کے روبرو
ہوئی تخت ایران کی تجھکو ہوس
خدا کیلئے تو نہ بہتان کر
برادر نوازی نہ کی زینہار
ہوا کشتہ اغریرث نامور
کہا یوں کہ ہیں کمر باندھ صواب
دلیر و جوانمرد و دانش پژوہ
نہیں لائق تاج فرماندہی
شہنشاہ با شوکت و شان ہوا
ہوا کشتہ جب سلم تب بیدرنگ
وہاں خوف جاں سے پنہاں ہوا
سزاوار شاہی ہے وہ ذو الکرام

بخوبی انہیں سیستانیں کہا
ہوا اُس پہ شفقت کناں زال زر
فراہم ہوئی پھر فراواں سپاہ
رکھا نامدار و نکو تکریم سے
ابھی طوس و گستہم ناداں ہیں
جو شاہ زبردست پہنچے بہم
جواں ایک تھا حاکم شہر رے
ملکزادہ اغریرث اسکا تھا نام
کہ میں نے بہت کی فراہم سپاہ
تری چاکری ہے ایران کریں
روانہ ہوا پڑھ کے اس نامہ کو
خبر سن کے لئے میں افراسیاب
گیا لاجرم پیش افراسیاب
ولیکن لگا کہنے افراسیاب
جو دشمن ہوا اُس سے موافق ہوا
مری تاب کیا جو کروں ہمسری
رکھا جو روبیداد و ناحق روا
یہ سنکر ہوا زال اندوہگین
بدر ملک سے خصم کو کیجیے!
شہنشاہ نوذر کے دو نوجواں
سو ہے نسل فریدون سے گر
کیا زال نے جب بیان یہ سخن
ملکزادہ طہماسپ اس کا پسر
غرض ہے پسر ایک طہماسپ کا
سنا زال نے جبکہ یہ ماجرا

رکھو جمع خاطر یہ اس نے کہا!
کیا لطف مصروف ہر ایک پر
جوانان زرم آور و کینہ خو
کیا خرم و شاد تعظیم سے
نہیں بادشاہی کے شایاں نہیں
سزاوار ہو جسکے تاج و علم
سزاوار اورنگ شاہان کے
جوانمرد و خوش خلق و شیریں کلام
ولیکن نہیں ہے کوئی بادشاہ
ترے آگے کارنمایاں کریں
ہو زال اغریرث نام جو
سپاہ گراں لے کے پہنچا شتاب
کہ پرخاش کی تھی نہ زنہار تاب
طرح شعلے کے کھائے بس پیچ و تاب
امر تو جہاں میں منافق ہوا
نہیں مجھکو دعویٰ بجز چاکری
کیا تن سے بیچارے کا سر جدا
زیادہ ہوا اور بھی دل میں کیں
شتاب اس کے تو زر کا خوں کیجیے
نہیں انکو عقل سے بہرہ ور
کوئی ہو مجھکو کرو تم خبر
یہ کہنے لگے سو بداں کہن
فراری ہوا با دل پر خطر!
جوانمرد و دانشور و خوش لقا
تو یوں قارن نامور نے کہا!
ہوا دوں ہی القصہ قارن رواں

داستان آنا ملک زادہ زو پسر طہماسپ کا ہمراہ قارن طرف سیستان کے اور بیٹھنا تخت شاہی ایران پر

حضور ملکزادہ پہنچا وہ جب
دیا زال کا اس کو پیغام تب
کہا یوں کہ چلیے سوئے سیستان
بہنایئے اورنگ شاہی وہاں

خوشی سے وہیں ساتھ فارس نیو — طرف سیستان کے ہوا تیز رو
ہوا جلوہ گر تخت شاہی پہ زو — ہوئی اک جہاں میں خوشی نو بنو
گیا شہ پھر سوئے افراسیاب — لڑائی کی لایا نہ ہر گروہ تاب
گیا خوار ہو کر جو پور پشنگ — نہ عزت ہوئی کچھ حضور پشنگ
تیرا بھائی اغریرث نامور — ترے پاس حاضر ہوا آن کر
روا تو نے رکھا برادر کا خون — کیا فوج ایران نے تجھکو زبون
رہی پھر نہ کچھ قدر افراسیاب — ہوا نا گوار اسکو آرام و خواب
کیا اس نے ہر روز و شب عدل و داد — جہاں کو رکھا خوب آباد شاد
جہاں میں باقبال جاہ و جلال — رہا شاہ فرمانروا پنج سال

جب آیا خداوند تاج و سریر — ہوئے گرسب اسکے فرمان پذیر
سنو ملک پارس والی کی سپاہ — ہوا اس ولایت میں پھر عمل شاہ
گیا بھاگ بدخواہ توران میں — تصرف ہوا شہ کا ایران میں
پشنگ اس سے بولا کہ اے نابکار — نہ آئی تجھے شرم کچھ زینہار
کیا تو نے ایوائے اسکو ہلاک — خدا کا نہ ہر گز کیا خوف و باک
نہیں کام تیرا مرے روبرو — مرے سامنے سے ہو بس دور تو
جہاندار زو خسرو دین پناہ — ہوا جبکہ ایران کا بادشاہ
یل زال زر اور سب پہلوان — شب و روز تھے شاہ کے مدح خوان
سپہر آخر کو پہنچا پیام اجل — گئی جان قالب سے اسکی نکل

داستان بیٹھنا گرشاسپ شاہ کا اوپر تخت کے اور واپس آنا افراسیاب کا فتحمندی ایران سے

ہوا باپ کے بعد گرشاسپ شاہ — خداوند اورنگ تاج و کلاہ
پشنگ دلاور کو پہنچی خبر — کہ اب طفل ایران کا ہے تاجور
بصد لطف تقصیر افراسیاب — معاف اسنے کر کے کہا یوں شتاب
سپاہ گراں لیکے پور پشنگ — ہوا سوئے ایران رواں بہر جنگ
سپہ آیا سپہ لیکے افراسیاب — کیا چاہیے اب تدارک شتاب
کمر کرکے رستم کو اب سرگروہ — ادھر بھیجتا ہوں میں با صد شکوہ
لگا کہنے رستم سے پھر زال زر — کہ حیران ہوں میں کروں آپ پر
تو کار آزمودہ نہیں اب تلک — کہ ہے ناز پروردہ زیر فلک
تیری مصلحت کیا ہے کہہ تو شتاب — جو ہو تجھکو منظور سو دے جواب
یہ بولا تہمتن کہ ہوں مرد رزم — کروں خیرہ بدخواہ کو ہے یہ عزم
کرونگا اول گر اسپ وقت جنگ — نہ ٹھہرے گا مرے آگے شیر و پلنگ
کہا پھر یہ رستم نے اے پہلوان — مجھے چاہیے اسپ گرز گراں
دکھا کے تہمتن کو پھر سر بسر — وہاں گلہ اسپ تھے جس قدر
لڑے اور یاں ایک تھی سخت جنگ — نگاہ اسکے تھی جسم پر لالہ رنگ
یہ چاہیے کہ ڈالے کیانی کمند — کرے تا کہ اس گرہ کو پا بہ بند
کہ اور ہوگی کی خونخوار تر — غضبناک و مردم آزاد تر
تہمتن نے آخر کو ڈالی کمند — سر و خش لایا وہیں زیر کمند
یہ چاہا چبا لے تہمتن کا سر — کراتے میں رستم بھی جو شیر نر

اٹھے تھا پدر بندہ رای زال — کہ تھا بادشاہ جہاں خردسال
پشنگ اپنے دل میں لگا کہنے تب — کہ تسخیر ایران آسان ہے اب
کہ لشکر کشی سوئے ایران کر — پے کینہ خواہی تو باندھ اب کمر
بزرگان ایران یہ سنکر خبر — گئے زال سے کہنے لے نامور
وہ بولا کہ میں تو ہوں سالخورد — ستیز و یہ ہے کار جوانان گرد
یہ سنکر ہوئے شاد سب نام جو — کہا اسکے اقبال سے بات کو
ہوا ایک درپیش دشوار کار — کہ ہیں گے گریزاں ہو تاب و قرار
تجھے کیونکر بھیجوں ہے کار زار — سوائے شیر مردان جنگی سوار
غرض آزماتا تھا رستم کو زال — کہ ہے یا نہیں جنگ کا کچھ خیال
بہار و پر زور و دست دراز — نہیں کچھ طلبگار آرام و ناز
یہ گفتار سن خوش ہوا زال زر — دعا دی کہ باہم ہو تجھسے ظفر
حضور اسکے لائے وہیں زور سا — تہمتن ہوا دیکھ کر شاد کام
رکھا پشت پر ہاتھ جس اسپ کے — وہ شدیز خم ہو گیا بس وہیں
اور اسکا تھا اک بچہ پیل تن — ہوا دیکھکر خوش یل صف شکن
لگا کہنے رستم سے پھر گلہ بان — کمند اسپہ مت ڈالے پہلوان
کئی لیتے ہیں پیشتر چند خون — مبادا تجھے بھی کرے سرنگون
غضبناک ہو کر وہیں نعرہ زنان — دوان آئی مانند شیر ژیان
ہوا جبکہ میدان میں نعرہ زناں — تو ہیبت سے خسرو ہوئی مادیان

غرض رخش تھا نام اس گربکا — توانا و زور آور و خست تھا
کمر اسکے سر پر ہوئی جبکہ بند — لگا کھینچنے تب یل زجمند
کیا زور اس رخش نے اسقدر — کہ رستم کو بس لے چلا کھینچ کر
ولیکن تہمتن بھی پر زور تھا — بزور اسکو قابو میں اپنے رکھا
کیا رخش کو زین ہوا پھر سوار — بعد کامیابی یل نامدار
در گنج پھر زال نے وا کیا — تہمتن کو گنج فراواں دیا
سپاہ گران ساتھ لیکر شتاب — روانہ کیا سوئے افراسیاب
ولیکن ہوا مضطرب زال زر — نہ لایا وہ تاب فراق پسر
گیا آپ بھی بعد دو روز کے — ملا جاکے پھر رستم گرد سے
یہ کہتا تھا ہر روز افراسیاب — کہ رستم ہے کودک کہاں اسکو تاب
جو مجھسے کرے رزم کی آرزو — وہ کیا چیز ہے بس کے مکر زور پرو
ہوا زال بھی مرد بربینہ سال — نہیں اب ہے تسخیر ایران محال
کوئی چاہیئے بادشاہ دلیر — کہ یاں جبکی ہیبت ہو مانند شیر
روانہ کئے ہر طرف مرد مان — کہا زال نے یوں ہر اک سمت یاں
سپاہی بھی تھی پر دل و شاد کام — اور افواج ایران بھی بیدل تمام
یہ تھا زال کو سوچ شام و پگاہ — کہ ناداں نہایت ہے گرشاسپ شاہ
نژاد فریدوں سے کوئی اگر — کہیں ہو تو دو مجھکو آکر خبر
کسی نے کیا آن کر یوں بیان — کہ ہے کوہ البرز میں اک جوان
فریدوں نسب شاہ فرخ نہاد — دلیر و جوانمرد ہے کیقباد
ہوا یہ خبر سنکے دلشاد زال — ہوا بند غم سے آزاد زال
یہ رستم سے بولا کہ اے نامور — کمر باندھ اور رخش کو زین کر
روان ہو شتابی سوئے کیقباد — یہ کہہ جاکے اے شاہ فرخ نہاد
تمنا یہ رکھتے ہیں سب پہلوان — کہ تم چلکے ہو بادشاہ جہاں
مددگار دولت ہے یاور ہے بخت — مہیا ہے تجھکو وہاں تاج و تخت
دو ہفتے ہیں تو پہنچیو ان تک — زیادہ نہ ہو دیر زیر فلک
یہ سنکر وہیں وہ یل باشکوہ — روانہ ہوا سوئے البرز کوہ

رواں ہونا رستم کا واسطے طلب کیقباد کے کوہ البرز میں اور آنا کیقباد کا اور بیٹھانا زال کا کیقباد کو تخت پر

اتر کوہ البرز سے کیقباد — کہیں آکے بیٹھا مسرور شاد
ہوا رستم گرد کا واں گذر — وہ شہزادہ حیران رہا دیکھکر
لگا کہنے دل میں عجب ہے جوان — تماشائی رخش اور گرز گران
ہوا میل خاطر کہ ہو ہمنشیں — تہمتن کو آواز دی کیوں یہیں
کہ تند اس قدر تو نہ جا اے جوان — اتر کر ذرا اسپ بیٹھ یاں!
می و نقل یہ دیکھ طیار ہے — وہ بولا نہیں مجھکو درکار یہ
ملک اے جوانمرد و فرخ نہاد — مجھے ہے نشان شہ کیقباد
وہ کہنے لگا پھر کہ اے پہلوان — بتایا تجھے کسنے یہ واں نشان
ترے ساتھ اک مرد عاقل ہوں — مکاں تک تجھے اسکے دکھلا دوں
لگا پوچھنے پھر کہ اے پہلوان — تو اس نامور کا بھی دوں نشان
یہ بولا تہمتن کہ اے نامور — پدر میرا ہے پہلوان زال زر
کہا اسنے مجھکو کہ جا سوئے کوہ — وہاں ہے ملکزادہ باشکوہ
جوانمرد ہے کیقباد اس کا نام — تو جاکے یہ اسکو پہنچا پیام
کہ ہے پہلوانوں کی یہ آرزو — کہ تو شاہ ایران ہووے نامجو!
یہ سنکر وہ بولا کہ میں ہوں قباد — پدر بر پدر نام رکھتا ہوں یاد
تہمتن نے سر کو دیا پھر جھکا — بجا شرط خدمت کی لاکر کہا
تجھے تخت ایران مبارک مدام — ہمیشہ ترا تخت دولت بکام
تہمتن سے بولا یہ پھر نامور — مجھے شب کو اک خواب آیا نظر
دو باز سفید آئے ایران سے — سر تخت شاہی بیٹھایا مجھے
دم صبح پھر با دل شادماں — اتر کوہ سے آکے بیٹھا یہاں
ہوا اس طرف کو ترا اب گذر — بالطف خدا اے یل نامور
یہ کہکر وہاں نوش کی پھر شراب — کہی پھر یہ رستم نے تعبیر خواب
سمجھ تو مجھے اور میرے باپ کو — دو باز سفید اے یل نامجو
بس اب اٹھئیے تا سوئے ایران چلیں — ترے سر پہ ہم تاج شاہی دھریں
غرض سوئے ایران ہوئے شاد شاد — روانہ ہوئے رستم و کیقباد
قلعونکے دلاور یل باوقار — طرف سے تھا گرشاسپ کے رہدار
یہ سرحد میں پہنچے جب ایران کے — ہوا سد رہ وہ بھی تب آنکے
تہمتن قلعونکے مقابل ہوا — سوئے رزم و پرخاش مائل ہوا

قلوس نے کیا نیزہ اس پر رواں / کہ سینہ ہو رستم کا وقف سناں
تو کشتہ قلوس دلاور ہوا / گریزندہ لشکر بیکدست ہوا
رہے تھے پنہاں دشت میں شام تک / رواں شب کو ہوتے تھے زیر فلک
اسے اُس نے یک ہفتہ پنہاں رکھا / بشغل مئے ناب شاداں رکھا
قباد دلاور کو با کرّ و فرّ / سر تخت شاہی کیا جلوہ گر
جو لشکر سے لشکر مقابل ہوا / ہوئی رزم ہر ایک مائل ہوا
ادھر سے سماساں آیا وہیں / ہوا ساتھ قارن کے بس گرم کین
وہیں زال سے رستم نوجوان / یہ بولا کہ اے پہلوان جہاں!
پکاروں کہ اب آکے افراسیاب / کرے ساتھ رزم جو تو شتاب
تو پھر زہرہ شیر نر ہوئے آب / اگر سامنے آئے افراسیاب
یہ کہکر گیا سوئے میدان دلیر / ہوا نعرہ زن جاکے مانند شیر
اسے دیکھکر مردمان سے وہیں / لگا کہنے سالار ترکان چین
کہ ہے پور زال اور رستم ہے نام / رکھے ہاتھ میں اپنے ہے گرز سام
کہ اے طفل آیا جو تو بہر جنگ / تو کیا احتیاج سنان و خدنگ
تہمتن نے پھر گرز کو رکھ دیا / ہوا بے براق اس سے ہنگام زما
کمربند اسکا پکڑ کین سے / اٹھا کر تہمتن نے بس زین سے
گیا ٹوٹ لیکن دوال کمر / وہ چھٹکر وہیں گر پڑا خاک پر
ادھر بھی وہیں بفرمان شاہ / کمک کو تہمتن کے پہنچی سپاہ
گریزاں ہوئے ترک و سالار ترک / ہوئی سرد گرم و بازار ترک!
لگا کرنے فریاد یوں باپ سے / کہ پہلے ہی کہتا تھا میں آپ سے
ہوا کیقباد اب وہاں تاجدار / وہ ہے مرد جنگ آور و ہوشیار
عجب صاحب زور پیدا ہوا / نہ ہم پنجہ شیر نر اس کا ہوا!
بیاں اسکی قوت کا میں کیا کروں / کہ بس روبرو اسکے میں کم ہوں!
کمربند سیراحم ٹوٹا وہیں / تو میں ہاتھ سے اسکے چھوٹا وہیں
یہی ہے مصلحت آشتی ہو بہم / نہوں کینہ جو کیقباد اور ہم
کیا فیصلے دلیشہ کو نامہ رواں

بھیجنا پیغام صلح پشنگ مالک توران کیقباد کو

حضور جہاندار دلیشہ گیا / سپہدار توران کا نامہ دیا!
اگر تو نے خون ایرج کیا / منوچہر نے اسکا بدلہ لیا
بہت ہم سے گرگینہ خواہی ہوئی / بہت فوج کی بس تباہی ہوئی

وہیں نیزہ رستم نے بس چھین کر / قلوس کے جو مارا وہیں سینہ پر
بصد شادمانی وہ دونوں جوان / ہوئے پیشتر اس مکان سے رواں
غرض رفتہ رفتہ وہ پہنچے وہاں / یل نامور زال زر تھا جہاں!
ہوئے یکدل انہیں پیر و جوان / تو پھر زال نے زور رستم وہاں
کیا قصد پھر سے افراسیاب / ہوئے پہلوان شاہ کے ہمرکاب
ادھر سے تو قارن یل نامدار / گئے تھے سو میدان پے کارزار
سماساں یکسر ہوا غرق خون / زمیں پر گرا اسپ سے سرنگون!
کہ ولیس سے جاؤ میدان میں / کروں خوار دشمن کو آن میں
بکر قصد جنگ اس سے بولا زال / مقابل ہوا اس سے یہ کس کی مجال
تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں / اسے اسپ سے لاؤں زیر زمین
کہا تو نے اے ترک افراسیاب / مقابل تو تجھ سے ہوا گر شتاب
بتاؤ کہ ہے کون یہ نوجوان / یہ سنکر کیا مردمان نے بیان
مقابل تہمتن کے آیا وہ ترک / زباں پر یہ گفتار لایا وہ ترک
ذرا زور سرپنجہ دکھلاؤ نہیں / ابھی باندھکر تجھکو لیجاؤں نہیں
کیا ترک نے زور ہر چند پر / رہا وہ ہیں قایم یل نامور
یہ چاہا کرے جا بہ شاد شاد / شتابی حضور شہ کیقباد
بس اتنے میں آ پہنچے اسکے سوار / ہوا گرم ہنگامۂ روزگار
ہزاروں جلو وشفت جنگی جوان / ہوا کشتہ ہاتھوں سے رستم کے واں
اتر آب جیحوں سے پور پشنگ / گیا خستہ خاطر حضور پشنگ
کہ ایرانیوں سے نہ کیجے مصاف / مجھے رکھیے اسباب سے بس معاف
بہت یونہی ایرانیوں میں پہلوان / وہ ہے نسل سے سام کی اک جوان
یل پیلتن رستم اسکا ہے نام / زبوں اس سے ہے اپنا لشکر تمام
جدا کرکے یکبارگی زین سے / پکڑ لے چلا تھا وہ کین سے
ہوا جو ہوا پیشتر اے پدر / وہ لے اب گذشتہ تو مت یاد کر
کہی یہ حقیقت جو پیش پشنگ / تو اک نامہ اُس نے لکھا بیدرنگ
سو کیقباد شہ خسرواں!
پڑھا کرکے وا شاہ نے سربسر / یہ اس میں لکھا تھا کہ اے تاجور
ہوا پھر ادھر عازم افراسیاب / تحمل کی بھی اسکو ہرگز نہ تاب
یہ بہتر ہے اب آشتی کیجئے / نہ کینہ کو بس دل میں رہ دیجئے

کہ ہم تم نہیں غیر کچھ زینہار برادر ہیں یکجا ہی شہریار
موافق فریدوں کی تقسیم کے رہینگے جدا اپنی اقلیم کے
کریں تازہ پیمان و عہد استوار نہ لشکر کشی پھر کریں زینہار
غرض آب جیحوں ہے درمیان اُدھر ہم اُدھر تم رہو حکمران
یہ پاسخ لکھا شاہ نے پھر وہیں کہ ہرگز نہیں ہم سے آغاز کیں
اُدھر سے ہوئی ابتدا ظلم کی ولیکن خدا نے سزا ان کو دی
نہیں عہد و پیمان پہ تم استوار تمہاری نہیں بات کا اعتبار
سر نو اگر ہوئے قول و قسم کہ ہوں صلح پر راضی البتہ ہم
لگا کہنے رستم کہ اے تاجور نہ کر صلح اور آشتی زینہار
کیا گرد نے سیر اسکو زبون ملایا عدو کو تہ خاک و خون
یہ سنکر وہ شاہنشاہ نامجو طلب کر کے مہراب و زال کو
یہ بولا تمہارا جو ہو مشورا کرو مجھکو آگاہ اس سے ذرا
یہ بولے وہ شاہ قوی جنگ سے کہ ہے صلح بہتر شہا جنگ سے
غرض شاہ نے بانشاط و خوشی سپہدار توران سے کی آشتی
دیا رستم و زال کو گنج و زر عنائیت کئے خلعت پر گہر
کہا یوں کہ اے رستم نامجو ترے جسم کا ایک بھی نامو
بصد ملک توران نہ دیں زینہار کرونگا فزوں تیرا عز و وقار
شہ ہفت اقلیم نے بعد ازاں روانہ کئے جا بجا پہلوان
وہ لائے تصرف میں ملک وسیع ہوئے شہ کے شاہان عالم مطیع
بہت نامدار و سپہر شاد شاد نہ فرمانسے پھیرا سر ذوالفقار
بصد کامیابی و فتح و ظفر گیا سوئے پارس شہ دادگر
یہ داد و دہش شاہ نے کی وہاں کہ اک خلق نا خاطر شادمان
ہوئی مدح خواں شہ کیقباد فریدوں کو ہرگز کیا پھر نہ یاد
رہا سو برس شاہ گیتی پناہ جہاں میں خداوند تاج و کلاہ
یہ سوچا شہنشاہ کو یکبارگی کہ آخر ہوئی ہے اب زندگی
شہ دادگر کے تھے فرزند چار انہیں ایکدن شاہ فرخ نہار
طلب کر کے بولا کہ کاؤس کے عزیزو تمہارا بڑا بھائی ہے
یہ ہوئے خداوند تاج و سریر رہو تم شب و روز فرمان پذیر
معاون رہو اسکے شام و سحر کہ فتنہ نہ برپا ہو بار دگر
سبھوں نے پذیرا کیا یہ سخن بجالائے فرمان شاہ زمن
وہ بولے کہ ہم اے شہ نامدار اطاعت سے پھیرینگے سر زینہار
کئی روز کے بعد پھر ناگہاں ہوا ملک سے عدم شہ رواں

داستان بیٹھنا کیکاؤس اوپر تخت سلطنت ایران کے

ہوئے بند جب دیدۂ کیقباد تو سپہر شاہ کاؤس فرخ نہاد
خداوند اورنگ و افسر ہوا جہاں پرور و عدل گستر ہوا
لگا کرنے داد و دہش روز و شب لگا رہنے مشغول عیش و طرب
ہوا ایک ساز زحاضر وصال لگا کرنے تعریف مازندران
کہ آب و ہوا ہے بہت خوشگوار سدا فصل گل ہی ہمیشہ بہار
یہ سنکر کیا قصد مازندراں وزیروں سے بولا یہ شاہجہان
کہ ہرگز نہیں اب مجھے میں کم ہوا اول طلبگار میدان رزم
مبادا اگر ہو نہیں آرام گیر تو برباد ہو ملک و تاج و سریر
فریدون و ضحاک و جمشید سے نہیں کم ہی کچھ زور و قوت بھی
مشقت بھی لازم ہے انکی مثال کہ قائم رہے افسر و ملک تاج!
یہی ہے کہ کشورستانی کروں ہر اک ملک میں حکمرانی کروں
سپاہ کھینچوں اب سوئے مازندران کروں سکہ و خطبہ اپنا وہاں
یہ گفتار خاقان آفاق گیر سو سنکے حیران امیر و وزیر
بظاہر یہ بولے کہ ہے بات نیک وہ لے جی میں کہنے لگا ایک ایک
فریدون جمشید عالی وقار منوچہر شہنشہ نامور
رکھیں خوب تھے یا د افسونگری اطاعت میں تھی دیو پری
باین زور و قوت وہ شاہنشاہ نہ عازم ہوئے سوئے مازندراں
نہیں ہے مناسب عزیمت ادھر کہ آتی نہیں کامیابی نظر
وہ گرساس و گستہم و طوس جوان وہ گودرز اور گیو نامی بلان
وہاں تھے ولے یہ طاقت کسے کہ شہ کو رکھے باز اسبات سے
ہوئے یکدل اسبات سے گرد سب کیا چاہیے زال کو یاں طلب
وہیں زال کو ایک نامہ لکھا رقم اس میں احوال سارا کیا



پہنچتے ہی نامہ کے وہ ناموَر
بلاں سے جہاندار کشور کشا
رہم اور تم چلکے شہ کے حضور
کہ تجھ سا شہنشاہ باداد و دین
شہنشاہ نے گفتار لطف و کرم
کیا اُٹھنے پھر ذکر مازندراں
کیا زال نے عرض اے ناموَر
فریدوں و جمشید نے پیشتر
کیا تب سخن کو مازندراں
لگے پھر یہ کہنے سران سپاہ
یہ پاسخ دیا شاہ نے زال کو
خدا ہے مرا یاور و دستگیر
تو اے زال اور رستم پہلوان
بد سوزی ایشاہ کشور کشا

روانہ ہوا سیستاں سے وہ پھر
یہ بولا کہ اب جاؤ تم پیشوا
رکھیں شاہ کو اس ارادے سے دور
نہ دیکھا کہیں اور سنا ہے کہیں
کہیں پیش زال ستودہ شیم
یہ سنکر کہا زال نے یوں کہ ہاں
یہ سنکر خبر میں بھی آیا ادہر
کیا تھا ارادہ کہ جاویں ادہر
حذر تو بھی کر اے شہ خسروان
کہ ہم ہیں ترے بندۂ نیکخواہ
کہ اے کردوانا و فرخندہ خو!
کروں جا کے دیوؤں کو فرماں پذیر
طرف سے مری یاں ہو حکمراں
جو کچھ عرض کرنا تھا ہم نے کیا

یہ سنکر تعجب ہوا شاہ کو
ملے جا کے جب زال سے پہلوان
جب آئے حضور شہ ناموَر
ہمیشہ تو شاہ جہانگیر ہو
وہیں رستم زال کی پہنچی خبر!
ارادہ مرا اس طرف ہے درست
رکھوں تا کہ اس عزم سے تجھ کو باز
سنا جب کہ ہے خانۂ دیو سار
نہ تسخیر ہو زور شمشیر سے
یہ ہے عرض اے شاہ عالیجناب
فریدوں نے افزوں ہے میر اخشم
طلسم اور افسوں کو توڑوں تمام
لگا کہنے پھر شہ سے وہ نیکخواہ
مجھے کیجئے رخصت سوئے سیستاں

کہ بے حکم آتا ہے کیوں ناجو
یہ اُنسے کیا زال نے تب بیاں
لگا کرنے تعریف شہ زال زر
ولائیت ستان تیری شمشیر ہو
وہ بولا دعا گو ہے شام و سحر
کمر ملک گیری پہ باندھی ہے چست
ذرا سوچ اے خسرو سرفراز
طلسم اور جادو وہاں بیشمار
نہ ہاتھ آئے افسون و تدبیر سے
نہیں یہ ارادہ قرآن صواب
منوچہر و جم سے نہیں ہو نہیں کم
سر بد سگالوں کو پھوڑوں تمام
کہ ہیں بندے ہم اور تو بادشاہ
کرے حکمرانی کوئی اور یاں!

معاون میں اسکا رہونگا مدام
مددگار و یاور میں ہونگا مدام
غرض شہ سے پھر سو سیستان
غرض ہوا پہلوان جہان!

مازندران کو فتح کرنے کیلئے کاؤس کا جانا اور اپنے ہاتھ سے ایوان کو گرفتار کرنا

بل نامور ایک میلاد تھا
اسے شاہ کاؤس نے یوں کہا
کہ سونپا تجھے میں نے اب تختگاہ
کوئی جو تجھ سے ہو کینہ خواہ

تو پھر زال و رستم کو کیجو خبر
معاون تیرے ہونگے وہ آنکر
یہ کہکر جہاندار کشورستان
روانہ ہوا سوئے مازندران

گیا لے وہاں لشکر بیشمار
بلان جہانگیر جنگی سوار
بفرمان شاہنشہ نامور
گیا گیو لشکر کو لے بیشتر!

جب آئی حد ملک مازندراں
تو پھر وانے وہ جنگجو پہلواں
زراعت کو یکسر جلاتا گیا
مکاں خاک میں سب ملاتا گیا

ہوا سامنے جو بعزم ستیز
تو کھینچا اسے لب تیغ تیز
گیا تا در شہر غارت کناں
بہت مال و زر ہاتھ آیا وہاں

گلستاں سے وہ شہر کچھ کم نہ تھا
زن و مرد خوش منظر و خوش لقا
ہوا شاہ مازندراں قلعہ بند
کہ غالب تھی فوج شہ ارجمند

روانہ کیا ہو کے بے پر امید!
کسی دیو کو سوئے دیو سپید
کہا یوں کہ اب جان سے تنگ ہوں
کیا شاہ ایران نے مجھکو زبوں

شتابی مدد کر تو اے اہرمن
وگرنہ نہ جانبر ہو یاں ایک تن
یہ سنکر شتاباں ہوا نابکار
وہ لایا بہت لشکر دیو سار

ہوا شاہ سے آنکر کینہ خواہ
ہوئی قتل ایران کی ساری سپاہ
ہوئے گیو اور شاہ کاؤس بھی
وہ گودرز و گستہم اور طوس بھی

گرفتار چنگال دیواں ہوئے
پراگندہ حال و حیران ہوئے
کہا دیو ارژنگ نے شاہ سے
کہ تم خوش ہوئے اس طرف آنکے

ہوا اس مکاں کی خوش آئی تھی
قضا ان گلستاں کی بھائی تھیں
یہ سنکر کہا شاہ نے دیو سے
کیا آگاہ نہ تھا ایلکے میں تو یہ

وزیروں نے مجھکو کیا منع تھا
ولے میں نے ان کا نہ مانا کہا!
ہوا پھر میں آخر یہاں آکے خوار
نہیں چارہ تقدیر سے زینہار

جہاں قید تھا شہریار زمن
نگہباں تھے بارہ ہزار اہرمن

مازندران میں کیکاؤس کا قید ہونا اور بھیجنا زال کو سیستان میں اور رہائی پانا رستم کے ہاتھ سے

بوقت اسیری سوئے سیستان
روانہ کیا شہ نے اک پہلوان
کہ پہنچائے تا زال زر کو خبر
سوئے اس پہلوان نے یہاں آنکر

بیان زال سے ماجرا سب کیا
طرف سے یہ کاؤس کے پھر کہا
کہ اسوقت ہیں آبل پیلتن
نہ لایا جو خاطر میں تیرا سخن

سو پائی سزا میں نے آخر کو آہ
ہوئی کشتہ یکدست ساری سپاہ
رہے زندہ باقی جو یاں چند تن
سو ہیں قیدی پنجہ اہرمن

سو پیغامبر نے کہی جب خبر
تو دلگیر دوں ہی ہوا زال زر
یہ رستم سے بولا صد افسوس ہے
کہ والی ہمارا جو کاؤس ہے

سو ہو قید اور ہم مئے جام سے
گذاریں شب و روز آرام سے
یہ ہے وقت یاری و امداد کا
کہ حق نے تجھے زور یاور دیا

نہ ہرگز رہی مجھکو اب تاب جنگ
کہ یکسر ہوئے سست بازو چنگ
تو ہمت کو اب کام فرما شتاب
سوئے شہر مازندراں جا شتاب

قلم نے قضا کے یہ فتح و بلند
لکھے تیرے نام اے یل ارجمند
خوشی سے یہ بولا یل نامجو
کہ ہے جنگ دیوان مری آرزو

وے دوری راہ سے ہے خطر
کہ واں میرے جانے تلک اے پدر
کہیں بدسگالان ناپاک کو
مبادا کہ ضائع کریں شاہ کو

کہا زال نے اس سے اے پہلوان
کہ ہیں تین رستے پہنچنے کیواں
دو راہ جو واں کو ہیں دور و دراز
نہیں آدمی کو وہاں پناہ

کیا دور کی راہ کاؤس تھا
تو اس راہ سے تہمتن نہ جا
جو نزدیک کی ہے سو ہے ایک راہ
نہیں آدمی کو وہاں پناہ

بہت راہ میں ہیں بلائے عظیم
ہر اک منزل ایسی ہے پر خوف و بیم
گر اس راہ سے جائے اے پہلوان
تو پھر سات دن میں تو پہنچے وہاں

تہمتن یہ بولا خطر کچھ نہیں
کرال قتل واں لشکر دیو کو
تو ہو کامیاب اے یل نامور
لگی کہنے درد جدائی مجھے
اب انکو چھڑانے کو جاتا ہوں میں
نہ ساتھ اپنے کوئی لیا زینہار

بتائید حق زیر چرخ بریں
چھڑا لاؤں کاؤس و رگیو کو
ہے ہمقرین تیرے فتح وظفر
ستائے تو کیا فائدہ ہو تجھے
بفتح وظفر ماں پھر آتا ہوں میں

کروں دفع میں ہر بلا کو شتاب
یہ کہکر ہوا رخش پر جب سوار
بوقت وداع یل نوجوان !
تہمتن نے ماں کو یہ پاسخ دیا
غرض ہوکے رخصت سوئے ہفتخواں

طلسم اور جادوستان کو خراب
دعا زال نے دی کہ پیل و نہار
ہوئی خوب رودابہ گریہ کناں
کہ زنداں میں ہیں بندگان خدا
روانہ ہوا رستم پہلوان
فقط رخش تھا اور وہ شہسوار

داستان جانا بکری کے بچہ کا اندر ہفتخوان واسطے رہائی کیکاؤس کے شہر مازندران میں اور احوال منزل اوّل

ہوا گام فرسا بیاباں میں
دیا چھوڑ صحرا میں پھر رخش کو
لگا ور سوئے جنگ مایل ہوا
پھر آخر ہوا شیر جنگی زبون
کہا رخش سے ہوکے پھر خشمناک
اگر پھر بلا ہو کوئی آشکار

سر شام پہنچا نیستان میں
گیا خواب میں وہ یل نامجو
ہزبر دماں کے مقابل ہوا
رواں اسکے تن سے ہوا جوئے خون
کہ تجھکو اگر شیر کرتا ہلاک
تو ہوتا مقابل نہ تو زینہار

کیا صید اک گور کو واں شتاب
نمایاں ہوا ایک شیر ژیاں
اٹھا شیر کے سر پہ مارے دو دست
ہوا جب کہ بیدار وہ شیر نر
تو لے کون چلتا سلاح و سلب
تو بیدار و ہوشیار کرنا مجھے

لگا کر وہیں اُسنے کھائے کباب
طرف رخش کے دوں ہی آیا وہاں
چبا کر کیا اسکو دانتوں سے پشت
تو حیران نہایت ہوا دیکھ کر
بڑا ہی کیا تھا یہ تونے غضب
شتابی خبردار کرنا مجھے

بیان منزل دوم واحوال مارنے اژدہا کے ساتھ مدد اللہ تعالے کے

ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر
خدائے تہمتن نے کی التجا
پھر آہستہ کرنے لگا وہ خرام
ہوا پھر وہ دنبالۂ آہو رواں
کیا گور کو تیر سے پھر آشکار
گئی جب گذر نصف شب تب وہاں
ہوا رخش گرم و خروش و فغاں
خفا رخش سے ہوکے بولا وہ یل
کیا رخش نے پھر جو دیکھا اسکو شل
نہ آیا نظر کچھ اسے واں پہ تب
اگر پھر ہوئی تجھ سے ایسی خطا
گیا خواب میں جب یل ارجمند
جدھر آئے تھا اژدہائے سیاہ

تو رستم روانہ ہوا پیشتر !
کہ ہمت رکھ تو بند و نہ سختی رہ
تو یہ سمجھا وہ رستم تشنہ کام
تو پہنچا سر چشمہ وہ پہلوان
اور آتش بھی کی سنگ سے آشکار
ہوا ظاہر اک اژدہا ناگہاں
کہ بیدار ہو خواب سے پہلوان
کہ ناحق کیا مجھکو بیدار کیوں
تو جاگا وہیں رستم پیل زور
کہا رخش پر اسنے خشم و غضب
تو سر تن سے تیرا کروں گا جدا
تو نکلا وہیں اژدہائے بلند
ادھر رخش ہوتا تھا بس سدراہ

نظر چاہ و چشمہ نہ آیا کہیں
نمایاں ہوا ایک آہو وہاں !
کہ بیشک ہے بخشائش کردگار
سپاس خداوند لایا بجا
تناول کئے پس بنا کر کباب
کہ ہشتاد گز وہ درازی میں تھا
ہوا وہ تو بیدار پر اژدہا
یہ کہکر تہمتن تو پھر سو گیا
ہوئے پھر زمیں اژدہائے پلید
وہ بولا دوبارہ جگایا مجھے
پیادہ چلوں سوئے شہر مازندران
ہوا پاس رستم کے استاد رخش
وہ جب آ گیا متصل ناگہاں !

ہوا تشنہ پانی نہ پایا کہیں
کہ آیا تہمتن کے آگے دواں
یہ دیکھ اسکے دلکو پھر آیا قرار
اتر رخش سے اُسنے پانی پیا
ہوا پس وہیں گرم آرام خواب
غضبناک تھا قہر تھا وہ بلا
نہاں وہ وہیں زیر زمیں ہوگیا
پھر اتنے میں نکلا وہیں اژدہا
بزیر زمیں ہوگیا ناپدید
خوش آیا نہ آرام میرا تجھے
رواں لیکے ہوں تیغ گرز گراں
ہوا جانفشانی کو آمادہ رخش
ہوا تب خروشاں وہ حملہ کناں

پھر اتنے میں بیدار رستم ہوا	وہیں گرم پیکار رستم ہوا	تہمتن نے سپر پھینکر ایک تیغ	دلیری کی کاری وہیں بیدریغ
ولیکن نہ ہرگز ہوئی کارگر	قوی اژدہا کی ذرہ پشت پر	یہ چاہا کرے زخم دیگر رہا	کرتا ہو دو پارہ تن اژدہا
کہ اتنے میں جا ہاتھ سے پہلوان	دہن کرکے وا اژدہائے دمان	دم اژدہا کم نہ آتش سے تھا	وہ ناچار رستم سے عقب ہٹ گیا
جو دیکھا کہ رستم پہ ہے وقت تنگ	گیا کام کیا رخش نے بیدرنگ	کہ دانتوں سے پکڑا اُسے دوڑ کر	پھر اس اژدہا نے اٹھایا نہ سر
تہمتن نے اک تیغ ماری وہیں	ہوئی خون سے اسکے رنگین زمین	ہوا کشتہ جب اژدہائے دماں!	تو کرنے لگا شکر حق پہلوان

بیان احوال منزل سوم راستہ ہفتخوان کا بند کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد سے

روانہ ہوا واں سے پھر صبحگاہ	دراز آئی اس روز در پیش راہ	سر شام پہنچا وہ اک چشمہ پر	کہ سبزہ بھی تھا خوشنما تازہ تر
ہوا جب کہ رستم سکونت گزین	تب آئی وہاں یک زن مہ جبین	صراحی تھی ہاتھ میں اسکے تھی	نہ تنہا صراحی کہ طنبور بھی!
بہت خوب تھا اسکی بر میں لباس	غرض بیٹھی آکر وہ رستم کے پاس	تہمتن نے اسکو بغل میں لیا	اور اک جام مے اسے لیکر پیا
پھر احوال رستم نے پوچھا تمام	لگی کہنے تب یوں بت لالہ فام	کہ ہو گی زن صالح حق پرست	مجھے وہ خداوند بالا و پست
بیاباں میں پہنچے ہے نقش ہی	جو کچھ چاہیئے یاں سو موجود ہے	ترنم میں سر اپھر ہوئی نازنین	ہوا اسکے رستم مسرت قرین
یہاں تک وہ محفوظ و خرم ہوا	کہ پھر نغمہ سنج آپ رستم ہوا	سنجا تا کہ یہ زن ہے اک سحر کار	ہوا راز پنہاں نہ کچھ آشکار
ہوئی وہ بھی مستغرق حال جب	زبان پر وہ لایا وہیں حمد رب	سنا جبکہ نام جہاں آفرین	ہوا تیرہ رنگ رخ نازنین
تہمتن پہ تب یہ ہوا آشکار	کہ ہے ساحرہ یا کوئی دیو سار	کیا اسکو دوں ہی اسیر کمند	غضبناک ہو پھر یل ارجمند
یہ بولا کہ تو کون ہے سچ بتا	زن ساحرہ ہوں یہ اُسنے کہا	قلم تیغ سے کرکے پھر اسکا سر	گیا خواب میں وہ یل نامور

بیان احوال منزل چہارم راہ ہفت خوان

جو واں سے ہوا صبحدم رہ نورد	تو پہنچا عجب دشت میں شیر مرد	کہ ہوتا تھا خورشید کم جلوہ گر	اندھیرا ایسے تھا وہاں بیشتر
وہ طے کر گیا راہ تاریک کو	سر چشمہ پہنچا یل نامجو!	گیا خواب میں وقت شب پہلوان	تب آیا وہاں دشتبان ناگہاں
چڑی ایک چوٹ آکر پاؤں پر	ہوا دوں ہی بیدار وہ نامور	لگا کہنے رستم سے وہ دشتبان	کہ اولاد گرد دلاور جہاں!!
یہاں کا ہے حاکم بڑا ہی دلیر	کہ جسکے مقابل نہ ہو نرہ شیر	تصرف میں ہیں جسکے چند فرسخ زمین	پرندونکا بھی یاں گذر ہوا نہیں
تو ہو جان سے سیر آیا مگر	گریزندہ ہو یاں سے اب دور تر	وگرنہ جو اولاد آجاوے گا	تو پھر یاں جان تو نہیں پائیگا
مجھے تجھ پہ آتا ہے رحم اے جوان	کہ ضائع کہیں تو نہ ہووے یہاں	یہ سنکر تہمتن نے ہو خشمگین	پکڑ کان اسکے اکھاڑے وہیں
طمانچہ جڑا منہ پہ پھر اس قدر	کہ بینی و دنداں جھڑے سر بسر	گیا دشتبان پاس اولاد کے	کیا حال سب جا کے واقف اسے
وہ مشغول صید افگنی تھا کہیں	یہ سنکر سپہ لے کے آیا وہیں	اُسے دیکھ کر رخش پر ہو سوار	مقابل ہوا رستم نامدار
یہ اولاد رستم سے کہنے لگا!	مجھے تک بتا نام تیرا ہے کیا	کہ بے نام مارا جائے یہاں	یہ گفتار سن کر یل نوجوان
لگا کہنے یوں نام میرا ہے ابر	قوی زور ہوں شش میں ہنر پر	دلیرونکا زہرہ وہیں آب ہو	سنیں گر کہیں وہ مرے نام کو
سپہ اولاد بولا بتا یہ مجھے	کہ آیا ہے تو کونسی راہ سے	یہ بولا وہیں رستم نامور	رہ ہفتخواں سے میں آیا ادھر

یہ نیروئے بازوئے فضل خدا — سہ منزل ہیں کیں فتح ہر سہ بلا
ترے تن سے سبھی جائیگا سر گراں — نہ تیغ یکدست لشکر کروں ملا
کیا خوف وحشت نے دل پر اثر — نہ ہرگز بڑھا آپ پھر پیشتر
وہ جنگ آوراں کھینچکر تیغ کین — سوار ستم گرد آئے وہیں ملا
لگا قتل کرنے چپ و راست پھر — نہ آیا کوئی پہلوان پاس پھر
وہ اولاد اُنسے فراری ہوا — وہیں دشت پیمائے خواری ہوا
وہ جاتا تھا گاہے ادھر گاہ ادھر — غرض مثل روباہ تھا حیلہ گر
پہنچ اسکے نزدیک ڈالی کمند — لیا کھینچ اولاد کو کرکے بند
شجر سے دیا باندھ اولاد کو!

بیان احوال منزل پنجم راہ ہفت خوان

ہوئی صبح تابندہ جب آشکار — ہوئے تھے جو لدم اور کینہ خواہ
یہ رستم نے چاہا وہیں بے دریغ — کہ اولاد کو کیجے زیر تیغ
کروں نہیں شب و روز فرمانبری — کروں رات دن خدمت چاکری
وہاں تک اگر لیچلے تو مجھے — تو کشتہ کروں نہیں نہ ہرگز تجھے
پذیرا کیا اُسنے اس بات کو — یہ ظاہر کیا پھر کہ اے نامجو!
گرفتار ہے اور سر کوہسار — نگہبان ہیں دیو بارہ ہزار
رہا وہیں اولاد کو پھر کیا — دیے قول اور عہد و پیمان کیا
وہ بولا کہ نزدیک ہے وہ مکان — جہاں قید ہے بادشاہ وہ جہان
اور اک دشت پر گوش ہے درمیان — کہ سنگ گران سنگ ہے یہان
سراپا ہو تو سنگ و آہن اگر — گذر اس مکاں سے ہی دشوار تر
کہ ہو راہبر تو اگر واں تلک — تو واں پہنچا پھر کہ زیر فلک
ہوا ساتھ اولاد کے پھر رواں — یل سلیتن رستم پہلوان
غرض ایک شب روزہ نیک مرد — ہوا دشت میں بیخطر رہ نورد
کہ آتش ہے افروختہ جابجا — جو پوچھا تو اولاد نے یوں کہا
وہ دیو سفید اور بھی دیو سب — سکونت گزیں ہیں ہاں روز و شب
یہ سنکر ہوا وہ مسرت قرین — ہوا دشت میں وہ سکونت گزین
درخت ایک تھا اس سے اولاد کو — دیا باندھ اور سو رہا نامجو

چہارم یہ منزل جو درپیش ہے — تو تو سدرہ اے اندیش ہے
سنا جب کہ اولاد نے یہ کلام — تو بس اُڑ گئے ہوش اسکے تمام
سواروں سے بولا کہ یکبارگی — کرو حملہ دوڑا کے اب بارگی
کوئی پہلوان پیشتر سب سے تھا — اُسے پہلے رستم نے کشتہ کیا
سپاہ مخالف گریزاں ہوئی — بیاباں میں یکسر پریشاں ہوئے
کیا پھر نہ آرام رستم نے واں — ہوا اُسکے دنبال وہ ہیں رواں
ہوا گرچہ عاجز دل نامدار — ولیکن نہ چھوڑا اسے زینہار
اسے بند کرکے پھر اس شہسوار — پھر اک چشمے کے پاس پکڑا قرار
کہی اُسنے القصہ سب داستان
وہ احوال کر تو مفصل بیان — تو بولا یہ اولاد سے نامدار
بعد عجز اُسنے کیا یہ بیان — کہ مت قتل کر مجھکو اے پہلوان
لگا کہنے رستم کہ کاؤس تھا — مقید جہاں ہے بحال تباہ
بتا وہ تو گرجائے دیو سفید — تو بر آوے تیر بھی جس کی امید
مکاں ایک ہے درمیان دو کوہ — وہاں شہ کاؤس کردوں [illegible]
کیا جبکہ زندان کا اسنے نشان — تب اس سے تہمتن ہوا مہربان
کہا یونکہ اب رہنمائی تو کر! — مراعات تجھپر کروں پیشتر
وہی شہر مازندران کی سمت راہ — کہ ہے دیوزادوں کی آرامگاہ
سوا اسکے اے پہلوان جہان — ہزار دو صد فیل جنگی ہیں واں
یہ گفتار سن کر ہوا خندہ زن — لگا کہنے اولاد سے پیلتن
کروں ہوں نہیں کس طرح سب کو ہلاک — ملاتا ہوں کیونکر تہ خون و خاک
جہاں تک تعلق تھا اولاد کا — مقابل نہ آئی کوئی واں بلا!
کہیں نصف شب قلعۂ کوہ پہ — تہمتن کو ناگاہ آیا نظر
کہ دروازۂ شہر مازندراں — یہی ہے کہ آتش ہے روشن جہاں
فروزندہ ہر دیو نے آگ کی — کہ دستور انکا ہے ہر شب یہی
کہا اب تو ہے شہر نزدیک تر — رواں اسنے ہونگے وقت سحر
بہم گرچہ تھا عہد اور اختلاف — دیے راہ میں شرط تھی احتیاط

بیان احوال دشوار منزل ششم راہ ہفت خوان

دم صبح اولاد کو ساتھ لے — روانہ ہوا رستم اس دشت سے
پڑی تھی کمند اسکی گردن میں بند — وہ رہبر تھا پیش یل ارجمند

یہ اولاد بولا کہ اے نامور
نہ اندیشہ رستم نے ہرگز کیا
تہمتن کے مارے کمر میں دو دست
اسے خاک پر پھر فگندہ کیا
ہوئے پھر گریزندہ سب دیوزاد
مددانہ ہوئے پھر تل ارجمند
سو کل وہاں خواب غفلت میں تھے
گرفتار زنجیر کاؤس تھا
لیا گھیر رستم کو بس آن کر
وہ بولا کہ میں نے بفضل خدا
مرے ہاتھ ہے مرگ دیو سپید
اطاعت مری کر تو اب اختیار
ہوا دیو فرمانبر اس کا وہیں
گرفتار تھے جتنے ایرانیان
ہوا تیرے گر ہاتھ سے کشتہ واں
بیاباں میں تھا وقت شب تا سپہر
یہ اولاد سے پوچھنے وہ لگا
کہ نکلے ہے جب چرخ پر آفتاب
ہوئی بات اولاد کی دلپذیر
سحر جبکہ خورشید تاباں ہوا!
تہمتن کمر سے وہیں کھینچ تیغ
چپ و راس تھا تیغزن پہلوان
پھر آیا وہ یل با دل پر امید
وہی دیو رہبر ہوا رہنما
نکل غار سے وہ مقابل ہوا
دلیری سے پھر لیکے نام خدا
بغل میں لیا اپنی رستم کو داب
ادہر یوں کے تھا یل نامجو
غرض ہمدگر خوب کشتی ہوئی

یہ منزل پر خوف و بیم و خطر
جہاں دیو ارژنگ تھا واں گیا
کہ تا پہلواں کو کرے وہاں پست
سر دیو ناپاک کندہ کیا
ہوا واں سے رستم رواں شاد شاد
غرض کر کے طے راہ پست
بغلگیر سلطان ہوا گرد سے
تہمتن نے اسدم ارادہ کیا!
ولے پہلواں کو نہ تھا کچھ خطر
لیا تن سے ارژنگ کا سر جدا
میں آیا یہی کر کے دلمیں امید
کہ پرخاش بہتر نہیں زینہار
کہ پیدا ہوا ہیبت تیغ کین
انہیں لا کے حاضر کیا پھر وہاں
تو فرمانبری ہم کریں سب یہاں
وہ اولاد دیو تھا راہبر
کہ یہ فوج کسکی ہے مجھ کو بتا
ہر اک دیو ہوتا ہے پھر گرم خواب

نگہدار ارژنگ و بیدرنگ
دلیرانہ جا کر کیا جب غریو!
تہمتن نے ہاتھ اسکے رکھ کتف جب
جہاں اور دیوؤں کی تھی انجمن
سر کوہ جسوقت رکھا قدم
جہاں شاہ ایران گرفتار تھا
شہنشہ نے پوچھا جو احوال
کہ یکدست توڑے وہ بند گران
جو سردار تھا قوم کا بند دیو
خدا نے دیا اسقدر دیو ناپاک کو
کروں قتل اس دیو ناپاک کو!
اگر جنگ کی دلمیں کچھ ہو ہوس
کہا اور دیوان ناپاک کو
لگا کہنے رستم سے پھر اہرمن
تہمتن رواں اس مکاں سے ہوا
پڑا ایک لشکر نظر دور سے
وہ بولا کہ ہے فوج دیو سپید
گر اسوقت تو انسے ہو کینہ خواہ

احوال منزل ہفتم اور مارنا دیو سپید کا

یل پیلتن تب شتاباں ہوا
لگا قتل کرنے انہیں وہ دریغ
جو آیا مقابل ہوا کشتہ واں
سوئے خانہ وجائے دیو سپید
یل پیلتن کو وہاں لیگیا
سوئے رستم گرد مائل ہوا
کیا زخم شمشیر اس پر رہا
لگا زور کرنے وہ خانہ خراب
کہ اب دیکھئے جانبری کیونکر ہو
ادہر اور ادہر سے درشتی ہوئی

جہاں لشکر دیو تھا واں گیا
ہوئے پھر خبردار یکدست دیو!
رہی جب نہ زنہار تاب ستیز
پر از جادواں تھا وہ یکسر مکاں
کوئی غار تاریک تر تھا واں
اسے دیکھ رستم ہوا خوفناک
ہوئی اس زخم سے ران دیو
جواں نے بھی اسدم کیا خوب زور
کہے تھا ادہر دلمیں دیو سپید
بہم ہو کے عاجز ہوئے پھر جدا

نہیں جن سے انسان کو تاب جنگ
تو خیمہ سے نکلا وہ ارژنگ دیو
پکڑ دوسرے ہاتھ سے اسکا سر
دیا پھینک وانسے سر اہرمن
وہاں پر توقف کیا ایکدم
وہاں ساتھ اولاد کے وہ گیا
تو رستم نے یکسر کہا پیش شاہ
کہ اتنے میں جا کے وہاں پاسبان
مقابل ہوا وہیں کر کے غریو
نہ جان اپنی دے ہو کے تو رزم جو
نہ جان اپنی دے ہو کے تو رزم جو
تو سر تیر اور تیغ بران ہی بس
کرمت آوے پیش یل نامجو!
کہ دیو سپید اے یل نامجو
اور اک دیو ساتھ اسکے وانسے ہوا
کہ افزوں بلخ سے تھا اور [illegible]
سنایا سو اسکے اور اک نوید
تو پھر ہو مظفر بفضل اِلٰہ
ہوا رات کو رستم آرام گیر!
کوئی خواب میں کوئی بیدار تھا
گیا گرد رستم بھی کر کے غریو
تو لی وانسے دیوؤں نے راہ گریز
نہ تھا نام کو روشنی کا نشان
کہ دیو سپید لعین تھا جہاں
پنہ لیگیا سوئے یزدان پاک!
ولے دوڑ کر اسنے کر کے غریو
دلیرانہ باہم ہوا خوب زور
کہ ہوں جانتے آج میں ناامید
جدا ہو کے یکدم توقف کیا



زمین پر یکایک پڑی جو نظر
اٹھایا پکڑ کر کمر دیو کو
نگاہ کی جو رستم نے پھر سوئے غار
کہ یا جان دیو سپید لعین
یہ کہکر کہا پھر کہ اے نامدار
سپہ اولاد کو وہ جگر دیو کا
دیا مژدہ فتح جب شاہ کو

تو دیکھی زمین خون سے رستم نے تر
دیا پھر ٹپک خاک پر دیو کو
تو کشتہ وہاں ہے دیوان سا
ہر اک کی وابستہ جان حزین
کچھ انعام کا ہوں میں امیدوار
دیا پیلتن نے حوالے کیا
تو شاداں ہوا خسرو نامجو!

یقین یہ ہوا زخم کاری لگا
کیا دوں ہی خنجر سے اسکو ہلاک
یہ پوچھا انہیں قتل کسنے کیا
ہوا کشتہ جب وہ تو سب مر گئے
تہمتن یہ بولا تجھے ایجوان
تہمتن وہاں سے پھر شاد شاد
لگا کہنے پھر شاہ باداد و دین

ہوا اول قوی رستم کردگار
نکالا جگر چل کیا اسکا چاک
جواب اسکو اولاد نے یہ دیا
جہنم میں ساتھ اسکے یکسر گئے
کروں حاکم شہر مازندران
گیا پیش کاؤس فرخ نہاد
کہے ہے مرحبا آفرین آفرین

داستان اور تخت کے بیٹھنا کیکاؤس کا شاہ مازندران اور خط لکھنا طرف شاہ جاودان کے

جو سردار دیوؤنکا تھا بند نام
ہو گودرز گستہم و طوس و گیو
یل نامور رستم پہلوان
رہا سات دن تک جشن و طرب
فرستادہ کا نام فرہاد تھا

ہوا وہ مطیع شہ ذوالکرام
وہ گرگین بہرام اور جیل دیو
سر کرسی زر تھا جلوہ کناں
رہے روز و شب مائل عیش سب
غرض نامہ شاہ وہ لیگیا

وہ لایا وہاں ایک اورنگ زر
ہوا ایستادہ وہ چپ و راست جب
سر نو ہوئی محفل انبساط
سوئے شاہ مازندران بعد ازاں
دیا شاہ مازندراں کو شتاب

ہوا اس پہ کاؤس کے جلوہ گر
کمر بستہ چوں بندگان با ادب
مہیا ہوا ساز برگ و نشاط
کیا شاہ نے ایک نامہ رواں
کہا یونکہ لکھ بھیجئے اسکا جواب

شہ جادواں نے پڑھا کر کے وا
دلیر و جوانمرد رستم ہے نام
ہوئے ساتھ رستم کے جب گرم جنگ
ہمیں ملک اپنا حوالے تو کر
یہ مضمون پڑھا جب تو ہو کر خفا
ہزاروں ہیں یاں دیو پیکار جو
تو نازاں ہے اک رستم گرز پر
ترے ساتھ میں جنے برا کیا کیا
تو جا خیر سے سوئے ایران زمین
فرستادہ سے کر جواب پیام
پڑا فکر میں شاہ فرخندہ خو
یہ سنکر ہوا خرم و شاد شاد
لکھا یوں کہ بیہودہ گوئی تو چھوڑ
سمجھ گر تو ہے عاقل و پیش بین
وگرنہ تجھے خوب پہنچے زیاں
حضور سپہدار مازندراں
قد و جسم ہے مثل پیل بلند
شہ جادواں نے وہیں پیشوا
اسے دیکھے جوان طرح نیزہ کے
اشارہ نہیں کہنے لگے سب بہم
تہمتن نے کیا خوب پنجہ کیا
وہ بے تاب بیخود ہوا اسقدر
کلاہور اک گرد پر زور تھا
کلاہور آیا غضبناک ہو
مقابل وہیں پھر تہمتن ہوا
حضور خداوند آیا و مرد
کہا یہ کہ بہتر نہیں کارزار
کیا پھر طلب رستم گرد کو
یہ سنکر دیا اسنے پاسخ وہیں

لکھا تھا کہ اک گرد زور آزما
ہنر پر افگنی ہے سدا اس کا کام
تو وہ دونوں کشتہ ہوئے بیدرنگ
تجھے خواہش خیر ہے کچھ اگر
شہ جادواں نے یہ پاسخ دیا
قوی بازو و کینہ ور تند خو
یہاں ہیں ہزاروں یل نامور
کہ زنداں میں تجھکو زندہ رکھا
نہ ہرگز مرے ساتھ ہو گرم کیں
پھر آیا حضور شہ ذو الکرام
لگا کہنے تب رستم نامجو
ہوا بند سے غم کے آزاد شاد
ہماری طاعت سے منہ اب موڑ
کہ پرخاش زنہار بہتر نہیں
رہے پھر نہ تو اور نہ مازندراں
کیا جا کے یوں مرد داناں نے بیان
رکھے ہے وہ پاس اپنے تیغ کمند
روانہ کئے گرد زور آزما
جو نزدیک پہنچا تو چھوڑا اسے
کہ دکھلاویں کچھ زور اپنا بھی ہم
کہ ہم پنجہ کا دست رنجہ کیا
کہ بس گر پڑا اسپ سے خاک پر
اسے شاہ مازندراں نے کہا
لگا کہنے یوں رستم گرد کو
کلاہور سے پنجہ افگن ہوا
پراگندہ خاطر گرفتار درد
رہ آشتی اب تو کر اختیار
گیا جب حضور اسکے وہ نامجو
کہ رستم کا ہو حال کر کستر من

رواں ہو کے ایرانسے آیا یہاں
وہ دیو سفید اور ارژنگ دیو!
کہاں ہے تجھے رزم کی اسکے تاب
ترے حق میں بہتر ہے فرمانبری
کہ دیو سفید اور ارژنگ گر
سوا انکے ہیں پاس میرے شہا
ارادہ کروں گر تو فرصت نہ دوں
رہائی تری ہو گئی ناگہاں
کرونگا تجھے قید گراب کی بار
سنا اور دیکھا تھا جو کچھ یہاں
مجھے نامہ لکھدیجئے اب کی بار
تہمتن کی تعریف کرنے لگا
نہیں تیرے لشکر سے ڈرتے ہیں ہم
اگر آکے حاضر ہو یاں یکبار
ہوئی مہر کاؤس جب نامہ پر
کر آیا ہے پھر اسے شہ نامور
قوی ہیکل اک اسپ ہے زیر راں
یل پیلتن نے انہیں دیکھکر
بہت گرد اسکے تلے دب گئے
کیا ایکنے اپنا پنجہ دراز
جدا ہو گئی اسکی رگہائے دست
خبر سنکے یہ شاہ مازندراں
کہ تو بھی اسے زخمی و خستہ کر
ذرا مجھسے ہم پنجہ ہو اے جواں
اسے بھی کیا ایکدم میں زبوں
دکھایا اسے دست آویختہ
کلاہور نے جب کیا یہ بیان
لگا کہنے پھر شاہ مازندراں
یہ کہکر وہ نامہ حوالے کیا

قوی زور ہے مثل شیر ژیاں
جہاں میں تھا قوت کا جنگی غیور
تو حاضر ہو یاں آنکر اب شتاب
وگرنہ ہو دشوار پھر جانبری
ہوئے کشتہ تو یاں ہوا کیا ضرر
ہزاروں دو صد پیل جنگ آزما
بس اکدم میں تسخیر جنگ آزما
غنیمت سمجھ اس کو اب بیگماں
تو جیتا نہ چھوڑونگا پھر زینہار
کیا پیش کاؤس یکسر بیاں
کہ تا جاؤں میں اں فرستادہ وار
پھر اسنے رقم وہیں نامہ کیا
تجھے پھر خبردار کرتے ہیں ہم
ترا ملک تجھپر رہے برقرار
رواں تب ہوا رستم نامور
فرستادہ اک اور باکر و فر
عجب شان و شوکت کا ہے وہ جوان
اکھاڑا وہاں ایک تناور شجر
یہ دیکھا تو حیرت میں پھر سب گئے
ہوا خندہ زن رستم سرفراز
ہوا مرد زور آزما وہیں پست
یہ سمجھا کہ رستم یہی ہے نوجوان
دل اور پنجہ کو اسکے شکستہ کر
کہ دیکھوں ترا میں یہی زور و توان
کیا اسنے سرپنجے کو غرق خون
کہ رگ اور ناخن ہو سب ریختہ
ہوا پر غضب شاہ مازندراں
کہ تو ہے مگر رستم پہلوان
وہ پڑھکر ہوا پھر نہایت خفا

تہمتن یہ بولا کہ لکھیئے جواب
ہمارا تو ہو بلکہ فرمان پذیر
تو باہر نہ انداز سے دہر قدم
نہ برباد کر اپنا دیہیم و تخت
کہ اب کیجیے آراستہ ساز جنگ

لکھا پاسخ نامہ اُسنے شتاب
کہ قائم رکھے ملک و تاج و سریر
نہ پھر اپنی جان پر روا رکھ ستم
روانہ ہوا کہکے دشوار و سخت

کہ یاں تجھ سے ہی دعوی ہمسری
بزرگو نے تیرے نچایا کبھو
تہمتن نے یوں وقت رخصت کہا
حضور شہنشاہ کاؤس جب

نہو ہمسے جو پائے فرمانبری
کہ تا سوئے مازندران لاویں رو
کہ کاؤس کی کر اطاعت شہا
وہ آیا تو بولا زرے وطرب
رواں ہو تجھے شوق سے بیدرنگ

لڑائی بادشاہ کاؤس کی ساتھ مازندراں کے اور مارا جانا مازندران کا ہاتھ رستم سے اور فتح پانی رستم کی ہے



ادہر سے جہاندار کشورستان
کوئی دیو تھا جو وہاں بیدرنگ
شہ جادوان نے کہا فوج کو
ہوا بوق اور کوس کا پرخروش
دو لشکر بہم حملہ آور ہوئے

ادہر سے سپہدار مازندران
ہوا آکے رستم سے جویائے جنگ
کہ یکبارگی اب تو حملہ کریئے
کہ یکسر پریشاں ہوا صبر و ہوش
ہزاروں تن اک دم میں بےسر ہوئے

صف آرا ہوئے جا کے میدان میں
لگا جبکہ اک زخم نوک سنان
ہوا گرم ہنگامہ کشت و خون
ہوا گیر ہو کر غبار زمین
بشمشیر گرز و سنان و خدنگ

ہوا شہر برپا پھر آن میں
رہی دیو کے پھر نہ قالب میں جان
ہوئی خون سے یکسر زمیں لالہ گوں
گیا تا سر سقف چرخ برین
رہا گرم کیفیہ بازار جنگ

ہوا زور ہستم ورخشندہ وب
وہیں غیب سے پھر یہ آئی صدا
کہا حملہ آور ہو سپاری سپاہ
کھڑے اسکے آگے تھے پیلان مست
رہا ہاتھ سے گرز اسدم ہوا
یل پیلتن لیکے اس نیزہ کو
جو دیکھا وہ کوہ گراں سدرہ
مرے ساتھ جب لیکے گرز گراں
کہ اس زخم سے ہوئے اغراق خون
لگا کہنے پھر بادشاہ جہان
لگے زور کرنے ولیکن وہ کوہ
پس پشت تھے وہ دلیران تمام
غرض لا کے رکھا وہ کوہ گران
نکل اے شہ جادواں سنگ سے
یہ آواز سنکر شہ جادوان
وہیں کھینچکر پھر تہمتن نے تیغ
گریزاں ہوئے گم دم واہرمن
شہ جادواں کا جو تھا تختگاہ
بہت ہاتھ آیا وہاں مال و گنج
جب اس فتح سے شاہ خوشدل ہوا
کنیز و غلامان زریں لباس
پھر اولاد کو با نشاط و طرب
بہت اُسنے کی خدمت و چاکری
شہنشاہ نے گرم و شاد ہو
یہ گستہم اور طوس عالی وقار

یہ مانگی دعا شاہ ایران نے تب
کہ ہو فتح تیری بفضل خدا
کرو فوج مازندراں کو تباہ
گیا گرز سے اُسنے ہر اک کو پست
طلبگار نیزہ وہ رستم ہوا
شہ جادواں سے ہوا رزم جو
تو حیران رہا رستم کینہ خواہ
ہوا رزم جو شاہ مازندراں
ہوا شاہ مازندراں سرنگون
کہ جتنے ہیں یہاں کے زور آوران
ہلا بھی نہ اُنسے ہو کے سب ستوہ
خوش و خرم و آفرین خوان تمام
کہ شاہنشاہ نامور تھا جہاں
رہائی نہیں اب تری جنگ سے
جو نکلا تو کاوس شاہجہان
کیا پارہ پارہ اسے بیدریغ
پریشان ہوئے زیر چرخ کہن
ہوا جلوہ گاہ شہ دین پناہ
ہوا دور یکدست پھر اُسکے رنج
ہوئے بخشش وجود مائل ہوا
بصد محبت و شفقت و بیقیاس
حضور جہاندار کرکے طلب
یہ ہے لائق و عزت و برتری
زروں عنایات اولاد کو
وہ گودرز اور گیو جنگی سوار

کہ یارب مرے ہمقرین ہو ظفر
یہ سنکر شہنشاہ فرخ نہاد
تہمتن سے بولے شاہ مازندراں
کشادہ ہوئی راہ جب سر بسر
وہیں گیو نیزہ وہاں لیگیا
وہ قوت تھی جادو کی ہنگام جنگ
پہنچ کر وہیں شاہ کاوس کو
تو ہیں نے کیا زخم نیزہ رہا
ولیکن یہ حایل ہوا ایک کوہ
اٹھا لاویں اس کوہ کو زود تر
پھر آخر کو وہ رستم پہلوان
خوشی سے سر رستم نامدار
خروشاں ہو جوں شیر نر سوئے جنگ
وگرنہ ابھی لیکے تیغ و تبر
لگا کہنے کچھ اسمیں لاؤ نہ باک
جو کشتہ ہوا شاہ مازندران
بفیروزی و فتح شاہ جہاں
ہوئے مردم شہر و دیوان تمام
سپاس عنایات و لطف خدا
دئے بے بہا خلعت پر گہر
تہمتن کو دیکر کیا سرفراز
کیا عرض رستم نے ای بادشاہ
حکومت یہاں کی اسے دیجئے
کیا حاکم شہر مازندراں
جتنے تھے گردان جنگ آزمار

زبوں ہو وین دیوان بیداد گر
گیا سوئے ناورد کہ شاد شاد
شتاباں ہوا مثل سیل دماں
گیا راست تب رستم نامور
تہمتن کو جا کر حوالے کیا
شہ جادوان لیگیا شکل جنگ
یہ بولا کہ اے شاہ فرخندہ خو!
اور اسدم یہ دلمیں گمان پھر ہوا
یہاں سخت حیرت میں ہے اک گروہ
یہ سنکر وہ زور آوراں سر بسر
اٹھا لیچلا وانسے کوہ گراں!
بہت گوہر و زر کیا واں نثار
تہمتن یہ بولا کہ ہاں بیدرنگ
کروں ٹکڑے اس کوہ کے زود تر
ملاوا اب اسکو تہ خون و خاک
ہزیمت پڑی فوج کے درمیان
ہوا داخل شہر مازندراں
پرستار شاہنشاہ ذو الکرام
جہاندار کاوس لایا بجا
زر و ملک و سپان و بازین ورز
ہوا پہلوان کا فزوں امتیاز
یہ اولاد ہے بندہ نیک خواہ
جہاں میں سرافراز اب کیجئے
فزونی وہیں اسکی توقیر شان
زر و ملک اُنکو عنایت کیا

داستان لشکر مارنا کیکاؤس کا اور شکست دینی بادشاہ ہاماوران کو اور کھائی شکست شاہ ہاماوران نے اور اپنی لڑکی دینی بادشاہ کیکاؤس کو

بتائید اقبال و فیروزی بخت	جو مازندراں سے لیا تاج و تخت	تو پھر سوئے ایران بفتح و ظفر	روانہ ہوا خسرو نام ور

ہوئی ایک عالم کو یہ آگہی
کہ باشوکت و فر شاہ ہنشاہی
خدیو جہانگیر کاوس کے
بلند اقتدار و زبردست ہے

کیا جسنے تسخیر مازندراں
ہوا جس دیوان پر اب حکمران
ہوئے سرکشان سکے اندیشہ مند
مبادا کہ ناگاہ پہنچے گزند

بہت بادشاہان گردن فراز
ہوئے گام فرسائے راز و نیاز
ہر اک نے زر و سیم و طوق و تاج
حضور اسکے بھیجا برسم خراج

اطاعت پہ جسنے نہ باندھی کمر
تو اسکی ولایت کو پہنچا ضرر
بہت کجروان شاہ سیدھے کئے
مکاں ملک توران کے اکثر لئے

نہ لیکن ہوا شاہ ہاماوران تو اا
مطیع شہنشاہ کشورستان
نمایاں ہوئی اس سے جب سرکشی
تو کی شاہ نے اسپہ لشکر کشی

کیا اسقدر پہلوانوں نے تنگ
کہ ہرگز رہا پھر نہ یارائے جنگ
وہ رکھتا تھا اک دخت سلوبہ نام
صنوبر قد و گل رخ و لالہ فام

جہاندار اسکا ہوا خواستگار
نہ انکار اسنے کیا زینہار!
بندھا عقد باہم برسم شہاں
ہوا شاہ کاوس پھر مہربان

رہا ملک ہاماوراں برقرار
مراعات کی اور بھی بیشمار
پیام سپہدار ہاماوراں
یہ آیا حضور شہ خسرواں

کہ تشریف اب قلعہ میں لائیے
یہاں تک قدم رنجہ فرمائیے
قبول اب مری میہمانی کرو
مرے حال پر مہربانی کرو

کیا شاہ نے اقبال سبات کو
ولیکن وہ دلدار فرخندہ خو
یہ بولی کہ اے خسرو تاجدار
مرے باپ کا کچھ نہیں اعتبار

وہ کمبخت ظالم سیاہ کار ہے
بڑا ہی دغاباز و مکار ہے
نہ جاؤ غرض قلعہ کے درمیاں
کہ ہرگز نہیں خوب جانا وہاں!

داستان مہمان ہونا بادشاہ ہاماوراں کا اور کیکاوس کو اور قید کرنا اور خبر پانا رستم کی اور خط لکھنا اس کو طرف بادشاہ ہاماوران کی

ہوا جاکے مہمان شہ کامگار
گئے ساتھ اسکے کئی نامدار
وہاں سات دن رونق افزا رہا
نہ وسواس و اندیشہ ہرگز گیا!

تمنائے سالار ہاماوران
برآئی کہ آیا وہ شاہ جہان
شب و روز خدمت میں حاضر رہا
جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا!

کہوں کیا کہ خدمت سے خوشدل کیا
شہنشاہ کو حیلے سے غافل کیا
کیا قید پھر شاہ کاوس کو!
کیا بند گودرز اور طوس کو

ہوا جب گرفتار کاوس شاہ
تو مراہی ہوئے سوئے ایران سپاہ
یہ سنکر سپہدار افراسیاب
سپاہ لیکے توران سے پہنچا شتاب

تصرف کیا آنکے ایران میں
کیا ملک تسخیر اک آن میں
بزرگان ایران نے پھر زینہار
اطاعت نہ کی ترک کی اختیار

گئے زابلستان میں رستم کے پاس
شکستہ دل و پر غم و بے حواس
کیا جا کے احوال سارا بیان
کرے تاکہ تدبیر کچھ پہلوان

سنا جبکہ رستم نے یہ ماجرا
تو یوں شاہ ہاماوراں کو لکھا
سنا ہوگا احوال مازندران
کہ نیرو بازو سے میرے وہاں

ہوا شاہ مازندراں بھی ہلاک
ملے دیو سرکش تہ خون و خاک
تمہیں ہے یہ لازم کہ کاوس کو
باعزاز و اکرام یاں بھیجدو

وگرنہ سواران زابلستان
تجھو دینگے ہاماوراں کا نشان

خط کا جواب لکھنا شاہ ہاماوران کا طرف رستم کی اور جانا رستم کا طرف ہاماوران کے اور لڑائی کرنی اور فتح پانی کیکاوس کی

لکھا اسنے پاسخ کہ کاوس کی
نہایت ہے دشوار اب مخلصی
اگر تو بھی آویگا میدان میں
تو ہوگا گرفتار اک آن میں

پڑھا جبکہ نامہ کا اسنے جواب
تو پھر زابلستان سے جوں موج آب
روانہ ہوا سوئے ہاماوران:
بل پیلتن لیکے فوج گران

مخالف نے پھر جمع لشکر کیا
شد مصر و بربر کو یاور کیا
غرض با سپاہ گراں ہر سہ شاہ
تہمتن سے آکر ہوئے کینہ خواہ

کیا پہلواں نے مبارز طلب
کہ جی چاہیے جسکا مقابل ہو اب

ہوا دل میں پیدا اک کے خطر
کیا رزم سے اسکے سب نے حذر

ہوا شاہ ہاماوراں پر غضب
گئے پہلوانان بھی ناچار تب

کیا قصد رستم نے پیکار کا
ہوئے جبکہ رستم نے حملہ کیا

سراسیمہ ووں ہیں گریزاں ہوئے
یلاں ہر سہ کشور ہراساں ہوئے

پھر آیا نہ میدان میں اک سوار
مقابل نہ کوئی ہوا زینہار

جو دیکھا کہ بیدل ہے ساری سپاہ
تو حیرت سے پھر مصر و بربر کے شاہ

گئے سامنے پہلواں کے دلیر
مقابل ہوا وہ بھی مانند شیر

ہوئے نازک سرور مصر ہا
گیا گرز رستم نے جبدم رہا

بجا کر وہ ضرب اسکی بھاگا وہیں
ولے بخت بد سے تھا چارہ نہیں۔

تہمتن نے پھر اس پہ ڈالی کمند
ہوا الغرض وہ گرفتار بند

شتابی سے کردیں اسکو جدا
اسے مرو ماں کے حوالے کیا!

سپاہ لیکے پھر حملہ آور ہوا
شتابان سوے فوج بربر ہوا

گریزاں سواراں بربر ہوئے
نہ یک لحظہ واں و رزم آور ہوئے

تباہ و پراگندہ لشکر ہوا
گرفتار پھر شاہ بربر ہوا

نہ تنہا ہوا شاہ بربر اسیر
جہاں نامداراں ہوئے دستگیر

تہمتن سے پھر شاہ ہاماوراں
ہوا آرزومند امن امان

ہوئی شاہ کاؤس کی مخلصی
چھٹے قید سے طوس و گودرز بھی

جہاندار کاؤس با کر و فر
ہوا تخت شاہی پہ تب جلوہ گر

سپاہ سہ کشور بصد آرزو
ہوئے ہمرکاب شہ نامجو!

روان سوئے ایران ہوا بادشاہ
زیادہ تھی شش لاکھ سے بھی سپاہ

واپس آنا کیکاؤس کا اور جانا طرف ایران کے اور لڑائی کرنی افراسیاب بادشاہ توران سے اور شکست دینی سام و رستم نے

جب آیا جہاندار عالیجناب
سپہ لیکے پہنچا تب افراسیاب

صف جنگ آراستہ واں ہوئی
جہاں میں قیامت نمایاں ہوئی

سپہدار توران نے پھر یوں کہا
کہ اے پہلوانان جنگ آزما

پکڑ لائے رستم کو گر کوئی مرد
کرے قتل یا اسکو وقت نبرد

کروں صاحب تاج و افسر اسے
سوا اسکے دوں اپنی دختر اسے

یہ سنکر کئی مرد میدان میں
گئے اور ہوئے کشتہ اک آن میں

پھر آیا سوئے رستم افراسیاب
ولیکن نہ ہرگز ہوا کامیاب

یل بہمن لیکے گرز گراں
ہوا جبکہ میداں میں حملہ کناں

تو سالار توران ہراساں ہوا
سراسیمہ وانسے گریزاں ہوا

دلیروں نے پھر کھینچکر تیغ کین
ہزاروں کیے قتل ترکان چین

ہوئے کشتہ تورانیاں یاں تلک
کہ کشتوں کے پشتے ہوئے تا فلک

گیا سوئے توران پھر افراسیاب
ہوا شاہ کاؤس کے فتحیاب

ہوا ملک ایران میں پھر بندوبست
ہوئے سرکشان جہاں خوب پست

ہوئے شاہ کے محکوم دیو و پری
لگے کرنے چوں بندگان چاکری

مکاں پا گیا نادر بزیر فلک
بنائے بہت کوہ البرز تک

کروان مکانوں کی تعریف کیا
کیا تھا ہر مکاں زر و یاقوت کا

سوا اسکے ہر جا تھے شیشے لگے
جہاندار کاؤس کے حکم سے

غرض دیو فرمائش بادشاہ
سر انجام کرتے تھے شام و پگاہ

ولیکن بتنگ آ گئے تھے تمام
وہ ناچار اس فکر میں تھی مدام

کہ شہ کو کسطرح کیجے ہلاک
جہاں میں رہیں تاکہ بیخوف و باک

پھر ابلیس سے سنکے دژخیم دیو
گیا بس وہیں پیش گیہان خدیو

کیا عرض آ بادشاہ جہاں
تو ہے خسرو خسروان جہان

ولے حیف ہے یہ کہ راز فلک
نہیں تجھکو معلوم کچھ اب تلک

کواکب کی گردش کا بھی زینہار
نہیں تجھ پہ احوال کچھ آشکار

اگر تو ہو عازم سوئے آسمان
تو ظاہر ہو یکدست راز نہاں

سنی بات جب دیو گمراہ کی
تو گم ہو گئی عقل پھر شاہ کی

یہ کہنے لگا اس سے پھر تاجور
کہ تو لیجلے گا مجھے چرخ پر

تو میں تجھکو انعام دوں بیشمار
زیادہ کروں عزت و افتخار

وہ بولا کہ تدبیر ایسی کروں!
سر چرخ پر آپ کو لے چلوں

جانا کاؤس بادشاہ کا طرف سیر آسمان کے اور

قابو آنا بمعہ سپاہیوں کے اندر ایران کے اور پھر اوپر تخت کے بیٹھنا ؁

گیا پیش ابلیس و ژخیم دیو
بتائی وہیں اُسنے تدبیر ایک
کھلایا انہیں گوشت شام و سحر
رکھی ران بنرلاکے اک نیزے پر
کہ اب بیٹھیے آپ اس تخت پر
نہ ہرگز رہی تاب پرواز جب
اڑے تخت کو لیکے چاروں عقاب
کہ پکڑے ہوئے تھے قوی تخت کو
شب و روز روتا تھا وہ زار زار
وزیرو نے القصہ کی جستجو
روانہ ہوئے تب سران سپاہ
ملامت بہت کی کہ ہر بار ہائے
بنا خوب کیا تجھسے کار زمین
یہ سنکر شہنشہ پشیماں ہوا
کیا بس کہ عدل و کرم صبح و شام
جہانمیں کوئی شاہ گیتی پناہ
کمر باندھتا جاوداں بندہ نواز

کہا یوں کہ راضی ہے گیہاں خدیو
کہ نزدیک ابلیس کے تھی وہ نیک
قوی زور انکے ہوئے بال و پر
کیا ایک طیار پھر تخت زر
ہوا جلوہ گر خسرو نامور
سر خاک پر گر پڑا تخت تب
ہوئے گوشت پرواز کی پھر شتاب
غرض دشت میں خسرو نامدار
خدا نے کیا رحم انجام کار ؁
روانہ کئے دیو ہر چار سو
شہنشاہ کو لائے سوئے تخت شاہ
ہوئی یکقلم گم تری عقل و رائے
کیا پھر جو قصد سپہر برین
خجالت سے سر در گریبان ہوا
شہنشہ سے راضی ہوئے خاص و عام
نہ ہرگز ہوا مثل کاؤس شاہ
شب و روز ہوتا تھا وہ خدمتگذار
سمند قلم کی میں پھیروں عنان

وُلے اسکی تدبیر فرمایئے
کیا پھر حضور شۂ نامدار
انہیں ساتھ مردم کے خوگر کیا
عقابونکو باندھا سر تخت سے
مگر قصد یہ تھا سر آسمان
گرا بیشۂ چین میں وہ تاجدار
جہاں تک نہیں زور پرواز تھا
چہل روز غمگین وہ خستہ رہا
بشارت ہوئی خواب میں رات کو
کہی آکے دیوؤں نے پھر یہ خبر
ہوا جلوہ گر شاہ جب تخت پر
ستم ہے کہ ہر بار اے بادشاہ
ہوا تو گرفتار خواری سہ بار
لگا عذر کرنے وہ شاہ جہان
سر تاجداراں تھا گیہوں خدیو
فسانے دہر میں اب جو ہوتا اگر
الٰہی یہ شاہ خلائق پناہ
لکھوں آگے سہراب کی داستان

کہ گردوں پہ کس طرح لیجایئے
عقاب اسنے جنگل سے منگوائے چار
کئے روز پھر ان کو فاقہ دیا
کہا پھر یہ شاہ قوی بخت سے
کہ ہو نرم آور یہ تیر و کمان
گزند اسکو پہنچا نہ کچھ زینہار
ہوا اوج گیر آبروئے ہوا
پراگندہ و دل شکستہ رہا!
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
کہ ہے بیشۂ چین میں تا جو رہ
تو گودرز و رستم نے واں آنکر
تو دیتا ہے بدخواہ کو تخت گاہ
ولیکن نہ سمجھا ذرا زینہار
کیا شغل داد و دہش بعد ازان
پرستار تھے اسکے افغان دیو
تو پھر پیش اکبر شۂ نامور
رہے اس جہانمیں تیغ و سپاہ

داستان پیدا ہونا سہراب کا بطن تہمنیہ بیٹی بادشاہ سمنگان سے ؁

کہیں یکدن جو پیل نامدار
کسی سمت سے آگئے ناگہان
لگے جب کہ نزدیک رخش کے
پکڑ لیگئے ترک وانسے اُسے
وہ لیتا ہوا پھر سراغ اسپ کا
تو وہ بھی پیادہ گیا پیشوا
ادھر اب قدم رنجہ کیونکر کیا

گیا دشت میں جو برائے شکار
سواران ترکان و عیار روان
تو اس نے لگد اور دندان سے
کیا جفت اک مادیان سے اسے
پیادہ کسو سمنگان کیا!
تہمتن سے جاکر یہ اُسنے کہا
یہ رستم نے تندی سے پاسخ دیا

ہوا سیر اک گور کے کھا کباب
تو اتر سو رخش ڈالی کمند
کئے چند کس کشتہ اک آن میں
ہوا جبکہ بیدار وہ نامجو ؁
جو شاہ سمنگان کو پہنچی خبر
ترے ہم ہیں فرمانبر و نیک خواہ
مرا رخش لائے ترے مردمان

کیا پھر وہاں اسنے آرام خواب
کیا گردن رخش کو زیر بند
رہائی ہوئی پھر زمیدانمیں
نہ دیکھا کہیں دشت میں رخش کو
کہ آیا یہاں رستم نامور
خدا ہے ہمارے سخن کا گواہ
سراغ اسپ کا مجھکو پہنچا یہاں

جہاں ہو وہاں سے بلا رخش کو
کرم کیجئے میرے ایوان پہ اب
یہ گفتار سنکر وہ شاداں ہوا
پس و پردہ واں لانکو ناگہاں
جو دیکھی وہ دلدار آئینہ رو
کہ شاہ سمنگانکی دختر ہوئیں
ہوئے تیرے مدت سے دیوانی ہوں
کسیکی نہ ہوں جفت تیرے سوا
بجالائی میں شکر الطاف رب
غرض جبکہ خورشید ہو جلوہ گر
یہ کہکر وہ رخصت ہوئی دلستان
وہ لاکر بجا شرط آئین دین
کوئی مہرہ سام و نریمان کا تھا
تو یہ مہرہ تو اسکے بازو پہ باندھ
تو اسکے مقابل نہو پیل و شیر
جدائی سے تہمینہ گریاں ہوئی
جسم وہ قوی پنجہ مانند سام
سہ ماہہ ہوا جب کہ وہ شیر خوار
تہمتن نے زابل سے تہمینہ کو
ولیکن بت دلستان نے وہاں
یہ ہر کوئی پوچھے ہی یا صبح و شام
ترا باپ ہے رستم پہلوان
لگی بعد ازاں وہ بت مہ جمال
کہ بھیجوں کسی کو حضور پدر
رستم سنکر جو رستم تجھے
رکھے ہے ترے باپ سے بغض کین
ہوا تند وہ کودک ارجمند
سواران ترکان و مردان کار
بٹھاؤں تہمتن کو میں تخت پر

کہ آفت کوئی یہاں پہ برپا نہو
بسر کیجئے اب بعیش و طرب
سمنگان کے سلطان مہماں نواز
نمایاں ہوئی اب بت دلستان
تو حیران رہا رستم نام جو
پریچہرہ و ماہ پیکر ہوئیں!
قرار و صبوری سے بیگانی ہوں
تمنائے دل تھی یہ صبح و مسا
کہ وارد ہوا اس مکانسے تو اب
ترے باپ سے میری درخواست کر
ہوا خوش بہت رستم پہلوان
تہمتن کو دی شہ نے دختر وہیں
سو رستم نے اس کے حوالے کیا
اگر ہووے دختر تو گیسو سے باندھ
وہ ہو مثل سام و نریمان دلیر
بہت اسکی خاطر پریشاں ہوئی
رکھا شاہ نے اسکا سہراب نام
لگا پھرنے میدانیں لیل و نہار
سہ یاقوت بھیجا تھا اور لعل و
لکھا تھا کہ پیدا ہوئی دخت یاں
کہ تیرے پدر کا بھلا کیا ہے نام
یل پیلتن گرد کشور ستان
ثنا گوئی سام و نریمان و زال
کہ پہنچا ہے دونوں طرف جب خبر
بلاوے تو پھر رنج و غم ہو مجھے
یقین ہے تجھکو وہ چھوڑے نہیں
وہ بولا نہیں بات یہ دلپسند
فراہم کروں لشکر بے شمار
کروں سکو ایران کا تاج ور

وہ بولا کہ اتنا نہ گھبرائیے
رکھو جمع خاطر کہ رخش آپ کا
مہیا کیا شہ نے چنگ و رباب
سمنبر گل اندام و شمشاد قد
یہ پوچھا کہ تو کون ہے کیا ہے نام
مرا نام تہمینہ ہے ایجوان
ہوئی والہ سنکر تری خوبیاں
تعین کئے میں نے یہ مردمان
یہ سنکر ترے پاس آئی وہ واں
کہ وہ چاہیئے ہی مجھسے زیادہ تجھے
سحر ہوئی تو شاہ کو کر طلب
ہوا اس سے ہمخواب یکشب جوان
کہا یوں کہ اے دلبر سیمبر
بیاباں کیجئے کیا اثر مہرے کا
طلب رخش اپنا کیا بعد ازاں
غرض نو مہینے گئے جب گذر
وہ یک ماہہ نظروں میں یکسالہ تھا
ہوا جبکہ دہ سالہ وہ پیل تن
طلب کی تھی یہ نازنین سے خبر
غرض آکے تہمینہ سے ایکروز
کہوں کیا میں انکو بتاؤں نہیں کیا
دلیران و گردان روئے زمین
سنا جبکہ سہراب نے یہ سخن
وہ بولی کہ اے پور فرخندہ فال
سوا اسکے وہ شاہ افراسیاب
غرض یہ ہے بہتر کہ زنہار
رکھوں میں نہ پوشیدہ نام پدر
پھر اکدم میں لوں تخت کاؤس کا
کروں قصد پھر سوئے افراسیاب

نہ تندی کرو اب کرم فرمائیے
سحر آپکے پاس آجائے گا
شراب مصفا و نقل و کباب
پریچہرہ مہ روئے خورشید مند
لگی کہنے تب یوں بت لالہ فام
رہوں جوں پری مردمانسے نہاں
خدا سے کیا عہد میں نے یہاں
کہ لائیں ترے رخش کو وہ یہاں!
کروں تا حقیقت مفصل بیاں!
کریگا نہ انکار اس بات سے
تہمتن نے بھیجا یہ پیغام تب
ہوئی حاملہ وہ تب دلستان
اگر تجھسے ہووے تولد پسر
کہ ہو پاس جسکے بفضل خدا
سوار رخش پہ ہوکر ہوا پھر رواں!
تو پیدا ہوا نازنین سے پسر
رخ خوب رنگ گل و لالہ تھا!
لگے ڈرنے مردان شمشیر زن
کہ دختر تولد ہوئی یا پسر
لگا کہنے وہ کودک دلفروز
یہ سنکر پریچہرہ نے یوں کہا۔
کوئی اسکے دنیا میں ہمسر نہیں
تو پھر یوں لگا کہنے وہ پیل تن
نہ لانا یہ زنہار دلمیں خیال
کیا جبکو رستم نے اکثر خراب
نہ کر باپ کے نام کو آشکار!
نہیں مجھکو ہرگز کسی کا خطر
مٹاؤنگا میں نام و نشاں طوس کا
سر تخت لوں اسکا جاکر شتاب

جو رستم پدر ہووے اور میں پسر   نہ دنیا میں کوئی رہے تاجور
پریچہرہ مانند ابر بہار   یہ گفتار سن کر ہوئی اشکبار
ہوا گرم سہراب پھر برق سان   کیا اسپ اسنے طلب بعد ازان
دکھائے اسے گلے شہ نے تمام   کہ جنمیں ہر اک اسپ تھا تیز گام
پسند اسکو لیکن نہ آیا کوئی   سواری کے لائق نہ پایا کوئی
مہ پشت ہاتھ اسنے جسکے رکھا   شکم اس ہیونکا زمین سے لگا
ہوا بچہ رخش جب روبرو   تو شاداں ہوا وہ یل نامجو
کہ وہ بادپا جیت شائستہ تھا   قوی زور و چالاک و بایستہ تھا
سوار اس پہ ہو کر یل شیرزاد   نہایت ہوا دل میں مسرور و شاد

جانا سہراب کا توران سے طرف ایران کے واسطے لڑائی کرنے ساتھ کیکاؤس مع ہومان و بارمان کے اور قید کرنا راہدار ایران کو + +

جوانمرد نے قصد ایران کیا   مہیا لڑائی کا ساماں کیا
فراہم کیا لشکر بیکران   سواران جنگی و پیل دمان!
لگا کہنے پھر یوں کہ اب ہے یہ عزم   کروں شاہ کاؤس سے چلکے رزم
سر تخت کاؤس رستم کو دوں   سپہدار اقلیم ایران کروں!
ہوئے متفق اسکے تورانیاں   لگے کرنے اغوا اسے ہرزماں
کہ ہم جانفشانی کو حاضر ہیں سب   نچھوڑینگے کاؤس کو زندہ اب
یہ سنکر ہوا شاد افراسیاب   پھر اسنے یہ پیغام بھیجا شتاب
کہ بدخواہ میرا ہے کاؤس شاہ   یہی ہے آرزو اسکو کیجے تباہ
کمر باندھ کر کینہ خواہی پہ چست   کیا قصد ایران جو تونے درست
تو رفیق ہوں اب ترا اے جوان   کروں تیرے شامل سپہ گران
روانہ کیا فوج کو پھر ادھر   کئے اسمیں سرکردہ دو نامور
سنو نام کا اسکے مجھسے بیان   کہ ہوماں تھا اک دوسرا بارماں
پھر افراسیاب اسنے کہنے لگا   کہ رکھیو ذرا دھیان اسبات کا
کہ سہراب رستم سے واقف نہو   تہمتن نہ پہچانے سہراب کو
پدر سے پسر اور پسر سے پدر   نہوں آشنا زینہار ہمدگر
کرو جہد و کوشش صبح و مسا   کہ سہراب رستم ہوں جنگ آزما
قوی زور سہراب ہی اور دلیر   یقین ہے کرے یہ تہمتن کو زیر
بوقت دغا رستم نام جو   مگر ہووے کشتہ تو سہراب کو
کسی حیلہ سے کیجیو تم ہلاک   اسے بھی ملانا تہ خون و خاک
جو کشتہ ہوں یہ دونوں جنگی سوار   ہے پھر کسے طاقت کارزار
نہ دشوار تسخیر ایران ہو پھر!   ہلاک بد اندیش آسان ہو پھر
سو افوج کے اسنے بیدر و درنگ   روانہ کیا پیش سہراب جنگ!
سپاہ گراں لیکے وہ نوجوان   ہوا سوئے اقلیم ایران رواں!
کوئی قلعہ تھا راہ میں استوار   ہجیر دلاور تھا واں قلعہ دار +
اکیلا نکل وہ مقابل ہوا   سوئے جنگ سہراب مائل ہوا
مبارز کیا جبکہ اسنے طلب   گیا سامنے اسکے سہراب تب
یہ سہراب نے اس سے پوچھا کہ ہاں   تیرا نام کیا ہے بتا اے جوان
دیا اسنے پاسخ کہ میں ہوں ہجیر   قوی بازو و زورمند و دلیر!
کروں سر کو اب تن سے تیرے جدا   یہ کہکر کیا زخم نیزہ رسا
بہت زور اسنے کیا کین سے   ہلا پر نہ سہراب جب زین سے
دلیری سے سہراب نے بعد ازاں   رواں کرکے پہلو میں اسکے سناں
اٹھا زین سے پٹکا وہیں خاک پر   اسے لیگیا پھر گرفتار کر
وہاں ایک تھا گژدہم پہلوان   اور اسکی تھی اک دختر دلستان
سو وہ پہلوانی میں تھی بینظیر   ہنرمند و نامی شجاع و دلیر
جہاں میں تھا گرد آفرید اسکا نام   ہنر جنگ کے تھے یاد اسکو تمام
سنا جبکہ گرد و دلاور ہجیر   ہوا وقت پیکار زندہ اسیر
تو مانند مردان شمشیر زن   لباس نبرد اسنے کر زیب تن
شتابی سے ہو بادپا پر سوار   دلیرانہ آئی پئے کارزار
خروشاں ہوئی جب کہ وہ ہمنبر   تو سہراب حیران رہا دیکھ کر
گماں لیگیا زن ہے یہ ماہرو   ہوا یا کوئی طفل پیکار جو!
غرض سو سہراب وہ شیرزن   ہوئی جوں نگر پائی ناوک فگن
لگی بیخطا چھوڑنے تیر جب   سپر لیکے سہراب نے منہ پہ تب

سنان سے اٹھایا اُسے زین سے
سوار اسپ پہ ہو کے وہ دلربا
اسیر کمند اس پری کو کیا
درخشاں ہوا جب رخ مہ جبین
تو میں دوں تجھے گنج و زر بیشمار
گئی جبکہ قلعہ میں وہ نازنین
کہا اس درڑ میں رہنا نہیں خراب
شتابی سے توڑا اور قلعہ کو
تو سہراب کا دل ہوا بیقرار
گیا پیش کاوس گردوں وقار
تماشہ یہ ہے عرب میں خبر ہے
مقابل ہوا جبکہ اسکے ہجیر
یہ اب مصلحت ہے کہ ای شہریار
کہ اے پیلتن رستم پہلوان
عدو سوز ہے تیری تیغ و سنان
دلیر و قوی پنجہ سہراب نام
سوا تیرے اے پہلوان جہان
ہوا گیو نامے کو لیکر رواں!
یہ پوچھا کہ اے گیو کر یہ بیان
یہ دلمیں لگا کہنے تب پیلتن
وہی طفل شاید کہ ہو یہ جواں
دروغ ایسی ماں لکھتی کیونکر یہاں
کہ پہنچوں رواں ہو کے ایسے شتاب
یہ کہکر کیا جشن ترتیب واں
نہیں اب ہے لازم توقف یہاں
نہیں کوئی پہنچے مرے زور کو
غنیمت ہے یہ صحبت ہمدگر
ہوا جبکہ روز دہم جلوہ گر!
زوار و جو داسکا برادر تھا خورد

سر خاک پٹکا رہ کین سے
ہوئی مثل مردان نبرد آزما
سر زین سے پھر ہوئی وہ جدا
تو سہراب عاشق ہوا اسپر وہیں
کہ اس قلعہ میں ہے مرا اختیار
پدر اور برادر سے لڑنے وہیں
گریزاں ہوئے الغرض وقت شب
گیا قلعہ میں پھر پل نام جو
ہوئی خاطر آشفتہ پھر زلف دار
کہا یوں کہ اے خسرو نامدار
کم از چاردہ سال وہ گرد ہے
تو وہ لیگیا اسکو کرکے اسیر
تو غافل نہ ہو جلد کر فکر کار
یل نامور گرد کشورستان
جہانگیر ہے تیرا گرز گراں
زبون اس سے ہیں پہلواناں تمام
نہیں کوئی اسکے مقابل یہاں
بفرمان شاہ سوئے زابلستان
کہ کس شکل صورت کا ہے وہ جواں
کہ جاہی تھی میں نے سمنگان میں زن
جسے سام پیکر کہے ہے جہاں
بھلا کسلئے مجھسے رکھتی نہاں
حضور شہنشاہ عالیجناب
کہ ہے سات دن تک شادی کناں
بجا لائیے حکم شاہ جہاں!
یہ ہے تاب کسکی مقابل جو ہو
کہ ہے آخر کار چلنا ادھر
تو پھر زابلستان سے باکروفر
اسے لیگیا ساتھ اپنے وہ گرد

لڑے وحشت نے کھینچکر تیغ کین
دلیری یہ جب اسکی آئی نظر
گرا خود تاک سے پھر خاک پر
کہا دلستان نے یہ سہراب سے
رہا اسکو سہراب نے پھر کیا
جو کچھ ماجرا تھا کیا سب بیان
ہوا جبکہ خورشید جلوہ کناں نہ
نہ پایا کہیں مرد ہاں کا نشان
ادہر تھا یہ ہمدوش فتح و ظفر
جواں ایک آیا ہے توران سے
لڑے پیلتن ہے جوان و دلیر
گئی سامنے جبکہ گرد آفرید
یہ سنکر ہوا شاہ اندوہگین
تو ایرانیوں کا ہے پشت پناہ
تو جلدی پہنچ زابلستان سے
سوار توانا دلیر پُر زور ہے
ہوا نامہ تیار جب سربسر
وہاں جاکے رستم کو نامہ دیا
وہ بولا کہ کہتے ہیں یوں خاص و عام
تولد ہوا ہو کے اس سے پسر
یہ پھر سوچ کرنے لگا نامور
تہمتن سے کہنے لگا پھر یہ گیو!
وہ بولا کہ کیا اضطراب اسقدر
یہ پھر گیو نے روز ہشتم کہا!
یہ بولا وہیں رستم نامدار
کداؤ لگا جب اسپ کو جاکے واں
رہی اور دو روز بزم طرب
روانہ ہوا رستم پہلوان
غرض ہو کے منزل بمنزل رواں

دو نیزہ کیا نیزہ کو بس وہیں
تو مشتاق سہراب نے زود تر
پریشان ہوئے سر بسر موئے سر
کہ ہو بند سے گر رہائی مجھے
لڑے عہد و پیمان محکم کیا
یہی مصلحت سب نے دیکھی وہاں
تو آواز مردم نہ آئی وہاں نہ
نہ دیکھی جو وہ دختر داستان
ادہر گردہم قلعہ سے بھاگ کر
مشابہ ہے سام و نریمان سے
قوی بازو و چست مانند شیر
تو یہ بھی رہی فتح سے ناامید
تہمتن کو نامہ لکھا پھر وہیں
تو یہ بھی رہی فتح سے ناامید
کہ آیا ہے اک گرد توران سے
یہاں زور کا اسکے اک شور ہے
دیا گیو کو شاہ نے مہر کر
وہ حیران ہوا جبکہ نامہ پڑھا
کہ ترکیب و شکل اسکی ہے مثل سام
کہ تھی حاملہ مجھ سے وہ سیمبر
کہ دختر ہوئی دایہ آئی خبر!
کہ ہے اصلاح حکم کیہان خدیو
ذرا بادۂ لعل گوں نوش کر
کہ اے پہلوان نبرد آزما
نکر خوف و اندیشہ کچھ زینہار
رہے گا نہ سہراب کا کچھ نشان!
خوشی سے رہے بادہ کش روز و شب
گئی ساتھ اسکے سپاہ گراں
گیا پیش کاوس جب پہلوان

تو وہیں وہ شاہا شہنشاہ نامدار
کہ اتنا توقف وہاں کیوں کیا
ہوا پر غضب طوس پر شہریار
تہمتن نے جھٹکا وہیں اسکا دست
سمجھتا نہیں کون کاؤس ہے
مخاطب ہوا پھر سوئے شہریار
تو سہراب کو کھینچ اب دار پر
کرو آتش خشم کو تیز گر
کہ سر پر رکھو اپنے تاج شہی
پذیرا جو کرتا ہیں تاج شاہی
یہ کہکر وہیں رخش پر ہو سوار
بیا احوال گودرز نے پھر کہا
جو رستم کو آزردہ خاطر کیا
توقف نہ کر اب شتابی سے جا
یہ ظاہر ہے اور تجھکو معلوم ہے
پشیمان ہوا خود بخود بادشاہ
کہے ہے یہی گرد ہر اک یہاں
خدا کے لئے اے یل نامور
سمند عزیمت کی پھیر اب عناں
زباں پر ہو لوگوں کے پھر یہ سخن
یہ سنکر وہیں رستم پہلوان
یہ تندی و گرمی ہے میری سرشت
ترا دیر آنا ہوا ناگوار اسے
ہوا رستم گرد بھی عذر خواہ
کریں آج ترتیب بزم طرب

ہو خشمگین رستم و گیو پر
مرا حکم لائے نہ ہرگز بجا۔
کہا جلد لیجا انہیں سوئے دار
خروشندہ پھر ہو کے جوں شیر مست
مرے آگے کیا چیز پھر طوس ہے
یہ تندی سے بولا یل نامدار
بد اندیشہ کو خستہ و خوار کر
تو رخش سے بھی کمتر ہے پھر تاجور
کرو ملک ایران میں فرماندہی!
پہنچتی نہ تجھ تک کلاہ مہی!
رواں سوئے زابل ہوا نامدار
وہ سنکر حضور شہنشہ گیا
یہ زنہار تجھکو مناسب نہ تھا
دلاسا دو کے تہمتن کو لا!
کہ عاجز ہے دانش کاؤس کے
سر نو کئے عہد ہو عذر خواہ
کہ سہراب ہے وہ دلاور جوان
تو ایرانیوں پر ذرا رحم کر!
تو ہرگز نہ جا سوئے زابلستان
کہ طفل سے رستم پیلتن
پھر آیا حضور شہ خسروان
نہیں چھوٹتی مجھسے یہ خو زشت
ہوا تند پھر تجھپہ بے اختیار
کہ بندہ ہوں تیرا میں اے بادشاہ
بسر ہم کریں عیش و عشرت میں شب

کہا طوس سے یوں ز روئے غضب
زبردست تھا طوس ہر چند پر
پھر اسنے سوئے رستم سرفراز
یہ بولا کہ ہے کونسا نامور
مجھے جز خداوند یزدان پاک
نہو گرم مانند شعلہ تو اب
تبہ کاری کی تو نے اب اختیار
دلیران و گردنکش و نامجو!
ولیکن نہ اقبال میں نے کیا
ہے میری سزا تو نہ جو کچھ کہا
جو آزردہ ہو گیا پہلوان
کہا اسنے یوں شاہ کاؤس کو
پشیمان ہوا شاہ گیتی ستان
ہوا واں سے گودرز فور رواں!
تمیز اسکو اے پہلوان کچھ نہیں
تو ہوویگا آزردہ شہ سے اگر
کوئی پہلوان جسکے ہمسر نہیں
کہ پشت و پناہ دلیران ہے تو
وگرنہ ہوں گردان ایران دلیر
یہاں تک ہراساں و لرزاں ہوا
اٹھا تخت سے شاہ تعظیم کو
بلایا تجھے اسلئے میں نے یاں
ہوا تو جو آزردہ اے شیر دل!
جو کچھ حکم ہوئے سو لاؤں بجا!
سحر یاں سے لیکر سپاہ گران

کہ دونوں کو تو دار پر کھینچ اب!
کیا رستم نامور سے حذر
کیا جرم لا ہاتھ اپنا دراز
جو لیجا کے کھینچے مجھے دار پر
نہیں ہے کسی کا ذرا خوف باک
کہ بیفائدہ ہے شعار غضب
تو شاہی کے لائق نہیں زینہار
یہ کہتے تھے مجھسے بصد آرزو
کہ جز بندگی کچھ ارادہ نہ تھا!
بجا ہے روا تو نے جو کچھ کہا
تو بیدل ہوئے وہیں پیر و جوان
کہو کیا کیا اے شہ نامجو!
لگا کہنے گودرز سے یوں کہ ہاں
تہمتن سے جا کر کیا یوں بیان
جو آوے زباں پر کہے بس وہی
تباہ ہونگے ایرانیاں سربسر
کوئی گرد اس سے قوی تر نہیں
نگہدار اقلیم ایران ہے تو
دلیری کریں آ کے مانند شیر
کہ بے جنگ یاں سے گریزاں ہوا
کہا پھر کہ اے رستم نامجو
کہوں چارہ جو تجھسے اے پہلوان
تو پھر میں پشیمان ہوا اور خجل
شہنشہ نے ارشاد تب یوں کہا
کہ ہو دشمن کینہ جو ہوں رواں

جانا بادشاہ کاؤس اور رستم پہلوان کا واسطے جنگ کرنے ساتھ سہراب کے

درخشاں ہوا جب کہ مہر منیر
یل پیلتن با سپاہ گران
تو کاؤس سلطان آفاق گیر
ہوا سوئے سہراب واں سے رواں
دلیران ایران کو کرکے طلب
چھپا گرد لشکر سے رخسار روز
یہ بولا کہ تابع ہو رستم کے سب
نہاں ہو گیا مہر گیتی فروز

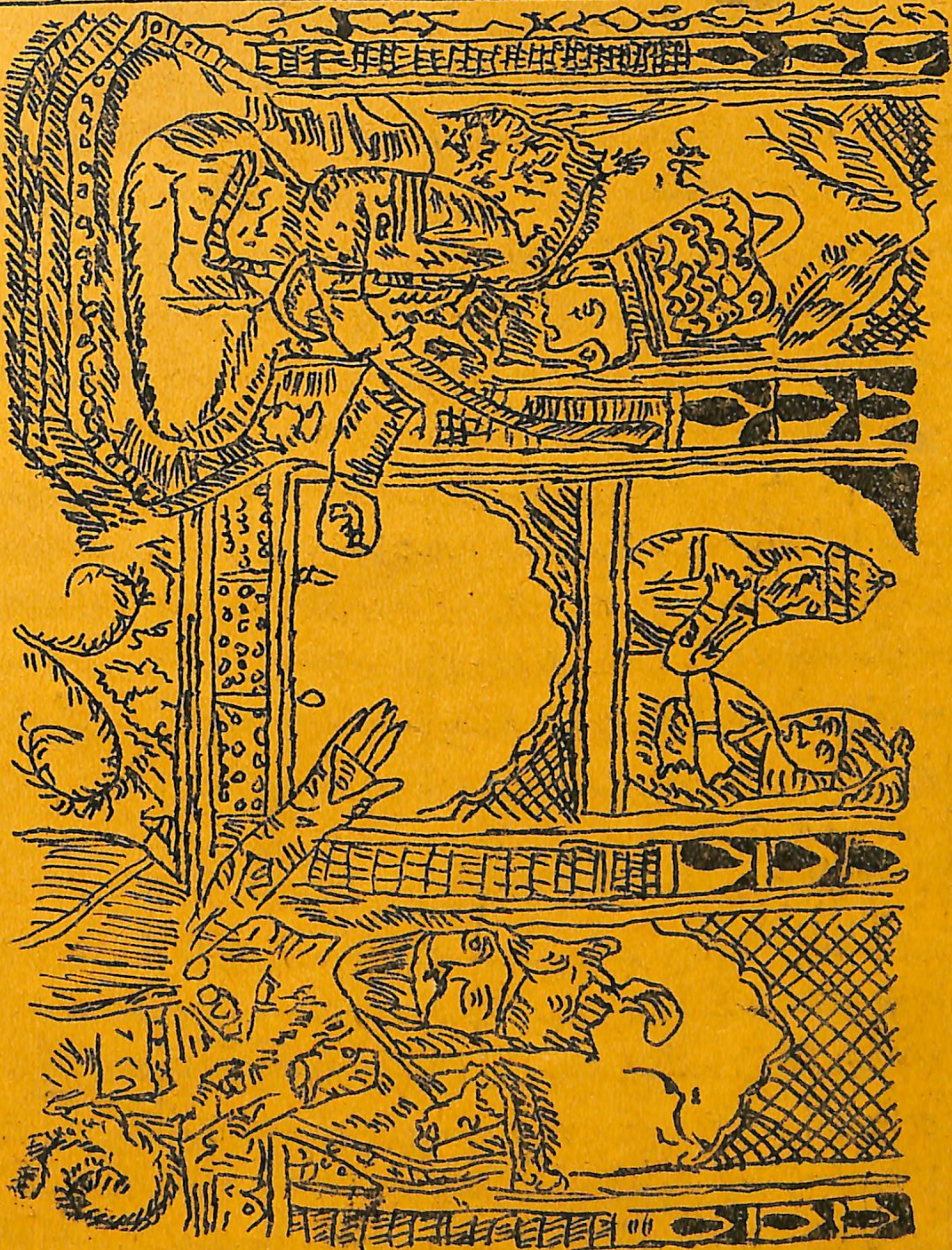
جو پہنچا وہ نزدیک حصن متین — تو لشکر ہوا واں اقامت گزین
جو سہراب نے قلعہ سے کی نگاہ — تو دیکھا کہ ہے بیکراں یہ سپاہ
جو یہ کثرت فوج آئی نظر — تو ہومان کے ہوش اڑ گئے سربسر
کھچا پھر سراپردہ پیش حصار — بفرمان سہراب عالی تبار
نظر سے وہ مردم کے ہو کر نہاں — لگا کرنے دریافت احوال واں
مہیا ہے بزم نشاط و طرب — خوشی سے مئے لال پیتے ہیں سب
اٹھا اور آکر وہیں رو برو — لگا پوچھنے یونکہ ہے کون تو
گیا وانسے پھر رستم نامور — اور اک شخص ناگاہ آیا ادہر
کوئی دیکھنے کو جو لایا چراغ — تو زندہ کا واں کشتہ پایا چراغ
نمود اپنی دکھلا گیا اب جہاں — خبر لیگیا آن کر بیگمان
نہ چھوڑوں سحر زندہ کاؤس کو — ملاؤں تہ خاک و خون طوس کو
یہ کہتا تھا لے بادشاہ جہان — کروں کیا میں سہراب کا اب بیان
تکلف نہیں اسمیں کچھ زینہار — بعینہ ہے ہمشکل سام سوار
سنی اور دیکھی بہت رزم بزم

گیا پھر وہاں شاہ کاؤس بھی — گئے گیو گودرز اور طوس بھی
یہ ہومان سے کہنے لگا دیکھ تو — کہ ہے کسقدر لشکر جنگ جو
کہ یہ سہراب بولا ہراساں نہ ہو — کروں قتل اکدم میں سب فوج کو
گیا اس سراپردہ میں رات کو — خبر کیلئے رستم نامجو
جو دیکھا تو سہراب ہے تخت پر — چپ و راس ہیں اسکے سب نامور
کوئی بزم میں زندہ تھا پہلوان — پڑی اسپہ اسکی نظر ناگہان!
تہمتن نے یک مشت مارا جو سخت — تو کشتہ ہوا زندہ خفتہ بخت
جو دیکھا تو افتادہ ہے اک جوان — رہے گر نہیں اسکے قالب مین جان
یہ سہراب لوگوں سے کہنے لگا — کوئی آکے جاسوس کاؤس کا
عوض زندہ کا صبحدم جا کے لوں — کرو ایک لشکر کو میں غرق خون
زبان پر تھا سہراب کے یہ سخن — ادہر شام سے رستم پیلتن
جوان و قوی ہیکل و زورمند — قد اس کا ہے مانند نخل بلند
یہ چاہیئے ہے اب چرخ فیروزہ رنگ — پدر اور پسر میں بہم ہووے جنگ
پر اب سنیئے سہراب و رستم کی رزم

داستان تلاش سہراب نشان اور رستم اور ہجیر و ہومان و باران کے اور نہ ملنا انکا

سپہر چرخ مہر جہان تاب نے — کیا جبکہ جلوہ تو سہراب نے
کہ تم بھی نہ تاخیر کو راہ دو — کرو اپنی آراستہ فوج کو
تو بخشوں رہائی تجھے بند سے — وہ بولا وہیں اس تنومند سے
ہجیر اور سہراب مل پھر وہیں — گئے وانسے بالائے حصن حصین
یہ کہتا ہے جلدی بتا مجھکو تو — کہ ہاتھی ہیں جسکے بہت روبرو
سوئے راست کس کا ہے خیمہ بتا — وہ بولا کہ یہ خیمہ ہے طوس کا
وہ بولا کہ گودرز جنگ آزما — خداوند ہے خیمۂ سرخ کا
کھڑا ہے جہاں کاویانی درفش — کہ ہے یکقلم سرخ و زرد و بنفش
اگرچہ تھا واقف دلاور ہجیر! — کہ ہے خیمۂ رستم شیرگیر
سنے نام رستم کا وہ ناگہاں — کرے جنگ و پرخاش جاکروں
یہی مصلحت ہے کہ اب زینہار — نہ بتلاؤں نام یل نامدار
کہ ہووے وہ اور شاہ کاؤس کے — یل اُس کا سراپردہ سبز ہے
کہا دلمیں اُسنے کہ یاں کو وہاں — بتایا تھا رستم کا جو کچھ نشان

جب آراستہ اپنا لشکر کیا — یہ ہومان سے اور بارمان سے کہا
ہجیر دلاور کو کرکے طلب — کہا گر کہے راست تو مجھسے اب
دروغ آگے مردم کے ہے بیفروغ — بھلا کس لئے کوئی بولے دروغ
یہ سہراب کہنے لگا اے ہجیر — پلنگی سراپردہ گردوں نظر!
وہ بولا کہ اے گرد با عز و جاہ — یہ ہے شاہ کاؤس کی بارگاہ
کہا پھر سراپردۂ لالہ رنگ — یہ کس کا ہے مجھکو بتا بیدرنگ
کہا پھر سہراب نے بعد ازاں — سراپردہ سبز کس کا ہے واں
سوا اسکے چوں تخت کاؤس کے — رکھا اک سراپردہ میں تخت ہی
و لے دل میں اندیشہ اسنے کیا — مبادا کہیں ترک جنگ آزما
وہ غافل ہوا اور کشتہ ہووے کہیں — قیامت ہو برپا بروئے زمین
کہا یونکہ خاقان چین نے یہاں — سپہ لیکے بھیجا ہے اک پہلوان
وہ بولا کہ اُس گرد کا نام کیا — کہا نام اُسکا نہیں جانتا!
وہ سب دیکھتا ہوکے بولے عجب — کہ ظاہر کیا اسنے کچھ اور اب



کہا پھر ذرا غور سے کر نگاہ ۔ کہ کس نامور کی ہے یہ بارگاہ
یہی اسنے سہراب سے پھر کہا ۔ کہ خیمہ ہے یہ چین کے گرد کا
کہا پھر یہ سہراب نے ہی کہاں ۔ سراپردہ رستم پہلوان کا
یہ سنکر دیا اس نے پاسخ وہیں ۔ کہ وہ زابلستان سے آیا نہیں
کہا پھر یہ اسنے رہ لطف سے ۔ کہ بتلا نشاں تہمتن مجھسے
تو ہو قید سے تا کہ جلدی رہا ۔ کروں تجھ پہ مصروف لطف و عطا
جواب اسنے اسکو دیا پھر وہی ۔ جو پہلے کہا تھا کہا پھر وہی
ہوا پھر وہ تند اور کہا ای ہجیر ۔ نہیں یہ تری بات کچھ دلپذیر
اگر جان کی خیر چاہے ہے تو ۔ تو کہہ بات راست اب میرے روبرو
تہمتن کا خیمہ بھی ہو گا مگر! ۔ تو زنہار اب مجھسے پنہاں نہ کر
کروں ورنہ تن سے تیرا سر جدا ۔ کروں قید ہستی سے تجھکو رہا
کہا اسنے پھر اس سے انکار صاف ۔ وہ لایا زبان پر یہ گفتار صاف

کہ کیا ہے یہ تندی و قہر و غضب
ابھی جی میں ہے تو بہانہ ہی کیا
تن اسکا ہے مثل تناور درخت
کہا سن کے سہراب نے اے جوان
ہوا غمزدہ وہ یل نوجوان
لیا نیزہ و گرز و تیغ و خدنگ
عوض زندہ کے رات کھائی قسم
اگر پاس نام اور عزت بھی ہے
یہ کہکر لگا کھینچنے انتظار
کوئی جب نہ اسکا ہوا ہم نبرد
چراتا ہے دل رزم سے جو شہا
کوئی جلد رستم سے جاکر کہو
رواں طوس پیش تہمتن گیا
کوئی اور جاکر سوئے رزم گاہ
ولے طوس نے جب کہا یہ بیان
یہ سہراب بولا کہ لشکر سے ہم
تو سہراب نے یوں کہا اے جوان
یہ سنکر وہیں رستم نامدار
وہ میں ہوں دلاور یل نامجو
وہ کہنے لگا سنکے داستان!
یہ سنکر اسے یاس افزوں ہوئی
ہوا زخم کوئی نہ واں کارگر
کہ حیران رہا دیکھ چرخ کبود
بہم ضرب پر ضرب تھی بیدریغ
عرق میں ہوا تر سراپا بدن
ذرا راست کرنے لگے اپنا دم
نہ زنہار دیکھا جہاں میں سپہر
بہم دونوں لیکر کمان و خدنگ
پکڑ کر کمر ہمدگر بعد ازاں!

عبث ہے مرے ساتھ یہ کینہ اب
مرے تن سے کر شوق سے سر جدا
زبردست و چست و توانا و سخت
کہا تو نے دیکھیں ہیں جنگ آوراں
کہ رستم کا ہرگز نہ پایا نشان
شتاباں ہوا سوئے میدان جنگ
کروں کشتہ کاؤس کو صبحدم
تو آکر مقابل ہو وہ اب مرے
کہ آتا ہے اب کونسا نامدار
ہوا تب خروشندہ وہ شیر مرد
تو کیوں نام کاؤس اپنا رکھا
کہ یارا نہیں ہے کسی گرد کو
تہمتن سے یہ ماجرا سب کہا
بد اندیش سے ہو کوئی کینہ خواہ
تو ناچار پھر رستم پہلوان
ستیزندہ ہوں چلکے یکسو بہم
نہیں ہے کسی کو یہ تاب و توان
لگا کہنے اے کودک خام کار
کر دیو سپید سید کار کو
کہ شاید تو ہے رستم پہلوان
بہم جنگ پھر زیر گردوں ہوئی
وہ نیزے شکستہ ہوئے سربسر
ہوئے آخرش کج سراسر عمود
شکستہ ہوئے آخر کار تیغ
ہوئے خشک یکدست کام و دہن
ولیکن نہ کینہ ہوا دل سے گم
نہ ہرگز کوئی زیر آیا نظر!
دلیران جنگی لگے کرنے جنگ
لگے زور کرنے وہ دونوں جواں

تہمتن کی مجھکو خبر کچھ نہیں!
یہ کہکر لگا کہنے پھر یوں ہجیر
ہزبران و دیوان پیل و پلنگ
جہاں میں ہیں ایسے خداوند زور
بلندی سے اسنے فرو آنکر
جدھر قلب میں شاہ کاؤس تھا
سواران ایران کو میدان میں
سوا اسکے ہو کوئی جسے عزم جنگ
ولیکن نہ نکلا کوئی ناموَر
کہ شاہوں کو غیرت ذرا چاہیئے
یہ آواز کاؤس نے دی وہیں
جو اس گرد سے جا کہ ہو کینہ خواہ
کیا تھا جو رستم نے اسدم قرار
مبادا جو سب پہلوان ہوں نوجوان
پہنکر زرہ رخش پر ہو سوار
کہا یوں تہمتن نے اچھا چلو
جو مجھسے مقابل ہو میدان میں
نہ سختی تو کر بچہ کاروں سے اب
کیا کشتہ اک دم میں ہنگام جنگ
وہ بولا کہ زنہار رستم نہیں
ہوئے لیکے نیزے ستیزہ کناں
دلیروں نے پھر کھینچکر تیغ کین
ہوئی پارہ پارہ زرہ یک قلم
لیا ہاتھ میں پھر عمود گراں
جدا اک نہ پھر دونوں استادہ تھے
تہمتن بھی دل میں یہ کہنے لگا
پھر اسنے میں سہراب نے یوں کہا
ہوا کم میں ترکش تہی سربسر
کیا پہلے رستم نے زور اسقدر

تو کھینچے ہے کسواسطے تیغ کیں
کہ رستم ہے مرد شجاع و دلیر
مقابل نہ ہو اسکے ہنگام جنگ
کہ رستم کو سمجھیں ہیں مانند مور
زرہ اور جوشن کیا زیب سر
ادھر جا کے سہراب نے یوں کہا
نہ تیغ کھینچو نہیں اک آئین
نبرد آزما مجھسے ہو بیدرنگ
کہ تھا دل میں ہر اک کے خوف و خطر
نہ جنگ آوروں سے ڈرا چاہیئے
کہ اے نامداران ایران زمین
ہراساں ہو خائف ہیں یکسر سپاہ
کہ پہلے کرونگا نہیں کارزار
تو پھر میں نبرد آزما اس سے ہوں
گیا سوئے میداں پئے کارزار
گئے جبکہ یکسو وہ پیکار جو
کرونگا قتل تجھکو اک آن میں
نہ جنگ آوروں سے ہو پرخاش اب
نہ جانبر ہوئے مجھسے شیر و پلنگ
میں اسکا ہوں اک چاکر کمترین
لگی چلنے باہم سناں پر سناں
کیا گرم بازار کین و ستیز
رہا پھر نہ زنہار گھوڑوں میں دم
لڑے اسقدر ہر دو جنگ آوراں
وہ سہراب اور رستم نامجو
کہ قدرت و قوت و زور کا
کہ تیر و کماں سے ہو جنگ آزما
ہوا پھر نہ اک تیر بھی کارگر
کہ وہ زور کرتا اگر کوہ پر

تو دیتا جبل کو زمین سے ہلا / ولیکن نہ سہراب زین سے ہلا
کیا زور اُسنے بھی ہر چند پر / نہ لیکن ہلا رستم نامور
یہ ہنسکر لگا کہنے سہراب پھر / کہ ہے جنگ کی تجھ میں کچھ تاب پھر
تہمتن یہ بولا ہوا دن تمام / قریب آگیا ایجوان وقت شام
تو رکھ جمع خاطر کہ وقت پگاہ / ترے ساتھ پھر آکے ہوں جنگخواہ
وہ پھر لیکے سہراب گرز گراں / سوئے لشکر شاہ آیا دواں!
تہمتن ادہر کھینچ کر تیغ کیں / شتاباں ہوا سوئے ترکان چین
کہوں کیا کہ اکدم میں یاں ان دو دواں / ہزاروں ہوئے ہو قتل پیر و جوان
یہ رستم کے پھر دلمیں آیا وہیں / مبادا کہ سہراب اب روئے کیں
کہیں شاہ سے جاکے ہو رزمجو / وہ غیرت سے ضائع کرے آپکو
شتابی نگلور کی موڑی عنان / کہا آکے سہراب سے پھر کہ ہاں
تو جنگ دلیراں سے واقف نہیں / عبث ہے یہ بیباکی و بغض و کین
ذرا صبر کر شب کو آج ایجوان / سحر تو ہے اور میرا گرز گران
سوا اسکے گر اب ہے خواہان جنگ / تو پھر ہو مقابل مرے سید رنگ
اسے بھی نہ تھی رزم کی تاب پھر / گیا اپنے لشکر میں سہراب پھر
وہاں سے وہ سہراب جس دم گیا / سراپردہ میں پہنچے رستم گیا
تہمتن کو شاہ نے کیا پھر طلب / جب آیا تو پوچھا وہ احوال سب
وہ بولا کہ اے شہ فرخ خصال / بڑا ہی دلاور ہے یہ خرد سال
تن اسکا ہے آہن سے بھی سخت تر / موثر نہیں جسپہ تیغ و تبر!
اثر اسپہ کرتا نہیں زینہار / مرا زور بازو و دم کارزار
تسلی اسے دیکے شاہ نے کہا / کریگا ظفر یاب تجھ کو خدا
شہنشہ سے رخصت ہوا پیلتن / زوارہ سے جاکر کہا یہ سخن.
کہ سہراب ہر چند ہے خورد سال / ولے اسکو ہے زور و قوت کمال
خدا جانے کیا پیش آوے سحر / نہ ہے بخت گر ہمقرین و ظفر
مبادا اگر کشتہ ہوں وقت رزم / تو رزم کا اس سے کیجو نہ عزم
سوئے زال لشکر کو لے جائیو / خیال اور دلمیں نہ کچھ لائیو
تو ماں باپ سے جاکے کہیو یہی! / ہوا وہ جو کچھ چاہیے تقدیر تھی
عبث زاری و آہ و سوز و بکا / بھلا چارہ کیا جبکہ آوے قضا
زوارہ سے جب کہہ چکا یہ سخن / لگا کرنے گریہ یل پیلتن!
کہا کر کے زاری کہ اے کردگار / ترے ہوں کرم کا میں امیدوار
تو بدخواہ پر کر مجھے فتحیاب / بد اندیش مغلوب ہووے شتاب
ادھر پیلتن کا یہ احوال تھا / ادھر جاکے سہراب جنگ آزما
یہ ہومان سے بولا کہ اے نیک مرد / عجب پہلوان ہے مرا ہم نبرد
قوی بازو و سخت چنگال ہے / بعینہ وہ رستم کی تمثال ہے
وہ پاتا ہوں اسمیں سراسر نشان / مری ماں نے جو کچھ کیا تھا بیان
گمان ہے مجھے یہ مرا ہے پدر / جہاں پہلوان رستم نامور
یہ سہراب کو اُسنے پاسخ دیا / کہ رستم کو ہوں خوب پہچانتا
تہمتن کے ہمشکل یہ ہے جوان / لگا دیکھ صورت بھی رخش ہال
ولیکن یہ رستم نہیں زینہار / یقین جان تو اے یل نامدار
وہ سمجھا کہ یہ راست گفتار ہے / ہمارا ہوا خواہ و غمخوار ہے

رستم اور سہراب کا دوسرے دن جنگ اور رستم کا کشتی میں بچھاڑا جانا

ہوا مہر تاباں جو پرتو فگن / تو سہراب اور رستم پیلتن
پہن کر زرہ رخش پر ہو سوار / گئے سوئے میدان پئے کارزار
ولے نرم سہراب کا دل ہوا / سوئے الفت و مہر مائل ہوا
تہمتن سے پہلے ہوا صلح جو! / کہا ویں ہنسکر کہ اے تندخو
مصمم کیا تونے اب دلمیں کیا / ارادہ لڑائی کا صلح کا!
یہ بہتر ہے ہم تم نہ ہوں رزمخواہ / کریں راستی اور شام و پگاہ
نہیں ہم محفل آرا وہ مے نوش ہوں / بچنگ و نے و دف طرب کوش ہوں
کریں عہد و پیمان محکم بہم / پشیماں ہوں اب کینہ خواہی سے ہم
تو یکسو ہوتا اور کوئی جوان / یہاں آنکر ہو ستیزہ کنان
مرے دلمیں پیدا ہوئی تیری مہر / نہ ہو کینہ جو تو بھی زیر سپہر
نشانی جو کچھ چاہیے ہے عیاں / ملے نام تیرا ہے مجھسے نہاں
کسی نے تو لیا نہیں زینہار / تو کر نام کو اپنے اب آشکار
تو شاید کہ ہے زال زر کا پسر / یل پیلتن رستم نامور
سر صلح ہر چند تھا وہ جوان / پر امین نہ تھا رستم پہلوان

کہے تھا یہ دل میں اپنے ہی تن   نہیں طفل کا اعتبار سخن
بہت میں نے دیکھا فراز و نشیب   مگر مجھ سے گفتار مکر و فریب
جو دیکھا کہ رستم ہے اب گرم کین   تو ناچار سہراب بولا وہیں
نہیں چاہتا یہ کہ تم سا جوان   مرے ہاتھ سے کشتہ ہو پہلوان
کیا زور رستم نے واں حد سے بیش   گیا آگے سہراب کے کچھ نہ پیش
جو کھینچا پکڑ کر کمربند کو   تو سنبھلا نہ پھر رستم نامجو
گرا خاک پر جب یل نامور   تو سہراب بیٹھا وہیں سینہ پر
کیا حیلہ رستم نے اسوقت وان   لگا کہنے سہراب سے اے جوان
تو سر کو کرے اسکے تن سے جدا   مگر بار دیگر ہو زور آزمار
یہ سنکر وہ اسکے اٹھا سینے سے   غرض ہاتھ اٹھا یا وہیں کینہ سے
کہا جبکہ ہو واں سے یہ ماجرا   کیا اسنے افسوس اور یوں کہا
نہ دیکھا تھا گاہے فراز و نشیب   تو اک طفل تھا تو نے کھایا فریب
ہوئی ہو قوفی یہ تجھسے کمال   رہا ہے تری اب سے اسکی محال
گیا جب کہ رستم سوئے خیمہ گاہ   رہا شب کو زاری کناں تا پگاہ
اسے ابتدا میں تھا زور اسقدر   زمیں چاک ہوتی تھی ہر گام پر
ہوا تھا تب اسبات کا خواستگار   کہ کچھ زور کم ہو کرلے کردگار
غرض کرکے شب زاری و التماس   ہوا اور زورش کا وہ خواستگار

یہ پاسخ دیا پھر کہ سن اے جواں   نہیں ہیں کبھی کودک تو گرد جوان
کمر باندھ پشت ہیوں سے تا   تو سرگرم کشتی ہوا ب ہمہ گرا
تو مائل ہوا سوئے کشتی اگر   تو ہاں میں کشتی کو حاضر ہوں پر
یہ کہکر وہ دونوں یل نامدار   لگے کرنے کشتی کے فن آشکار
ہوا وہ خروشندہ چون پیل مست   کیا زور سے اسنے رستم کو پست
زمیں سے بہم پشت رستم ہوئی   خرابی تہ چرخ پر غم ہوئی
لیا کھینچ پھر خنجر آب گون   یہ چاہا کہ اسکو کرے غرق خون
یہاں تک یہ آئیں نہیں ینہار   کرے زیر جسکو کوئی ایک بار
اٹھے تو قتل ور زور سے لا کے زیر   کرے شوق سے قتل پھر وہ دلیر
گیا پھر وہ سہراب فرخ نہاد   طرف اپنے لشکر کے خندان و شاد
کہ عیاری و مکر سے کینہ خواہ   رہا ہو گیا ہاتھ سے تیرے آہ
تہ دام آیا تھا شیر ژیاں   دیا چھوڑ تو نے کیا تھا یاں
یل نوجوان نے کہا کیا ہے غم   کرونگا اسے زیر پھر صبح دم
دعا اسنے مانگی کہ اب یا خدا   وہی زور دے مجھکو پہلے جو تھا
وہ عاجز بہت وقت رفتار تھا   زمیں پر خرام اسکو دشوار تھا
ہوئی تھی مناجات اسکی قبول   مرادا سکی وہیں ہوئی تھی قبول
خدا نے پذیرا کی اسکی دعا   وہی زور اسکو کیا پھر عطا

سہراب کا رستم کے ہاتھ سے اگلے دن قتل ہوجانا اور رستم کا اسکے ماتم میں رونا

سحر دیکھ کر قوت و زور و تن   ہوا شادمان پہلوان زمن
گیا شاد و خرم سوئے رزمگاہ   ہوا جا کے سہراب سے کینہ خواہ
تو پھر آج آیا سوئے کارزار   عزیز ابھی شاید نہیں جان زار
یہ کرنے لگے پھر وہ کشتی بہم   ہوئے مائل زور کشتی بہم
پکڑ کر کمربند سہراب کا   زمین سے لیا پیلتن نے اٹھا
تو سوچا کہ یہ گرد زور آزما   جو پھر اٹھ کھڑا ہو تعجب ہے کیا
وہ خستہ جگر کھینچ کر ایک آہ   یہ بولا کہ تھے بخت تیرہ سیاہ
تمنائے دل کچھ نہ حاصل ہوئی   بیک عدم جان مجھ اصل ہوئی
مرا باپ تجھکو نہ چھوڑیگا واں   کریگا ہلاک آن کر اے جوان
جب اس خستہ تن سے سنا یہ سخن   تو غمگین ہوا رستم پیلتن

سپاس عنایات پروردگار   بجا لا کے اور رخش پر ہو سوار
یہ سہراب نخوت سے کہنے لگا   کہ چنگال سے میرے ہو کر رہا
تہمتن یہ بولا کہ جبتک ہے جان   ترے ساتھ ہونگا ستیزہ کناں
بہم خوب زور آزمائی ہوئی   نہ سہراب کو پھر رہائی ہوئی
پٹک کر زمیں سے اسے پھر وہیں   سر سینہ بیٹھا وہ از روے کین
غرض کھینچکر خنجر آبدار   کیا سینہ و دل کو اسنے فگار
یہاں میں جو آیا تھا یہ تھی مراد   کہ دیدار سے باپکے ہوں میں شاد
جو دریا میں آب ہو وسکنی زن   اڑے جائے یا تا سے چرخ برین
کہا نام کیا اسنے تب یوں کہا   کہ ہے نام رستم مرے باپ کا
پڑا ہو کے بیہوش بس خاک پر   جب آیا ذرا ہوش تب نالہ کر

لگا کہنے اس سے یہ گریہ کناں	ترے پاس رستم کا کیا ہی نشان	کہیں ہوں سینہ بحت رستم ہوا آہ	جہاں جسکی آنکھوں میں ہو وے سیاہ
یہ سہراب نے سن کے پاسخ دیا	کہ صد حیف لے گرد کشور کشا	بہت گرم الفت مرا دل ہوا	وے تو ادھر کچھ پائل ہوا
نشانی دیکھاب ذرا کرکے وا	کہ مہرہ ہے بازو پہ میرے بندھا	نہیں زخم سے اب ہے طاقت مجھے	جو کھولوں فدا اور دکھاؤں تجھے
وہ مہرہ جو دیکھا ذرا کرکے وا	تو رستم نے پھر شور و نالہ کیا	یہ بولا کہ لے جان من بیگناہ	تو کشتہ ہوا ہاتھ سے میرے آہ



پسر کو کسی نے بھی مارا نہیں	نہیں یہ ہوا جو رہرگز کہیں	نہ چھوڑیگا زنہار مجھکو یہ غم	رہونگا گرفتار رنج و الم
یہی مصلحت ہے کہ ہوں میں ہلاک	کروں اپنے سینے کو سے چاک	یہ سہراب بولا کہ کیا فائدہ	نہیں چارہ زنہار پیش قضا
تڑپتا تھا سہراب بسمل ادھر	ادھر رستم گرد تھا نوحہ گر	جو دیکھا کہ رخش ہے نامدار	کھڑا ہے بہت دیر سے بے سوار
تو سمجھے یہی دل میں پیر و جوان	کہ کشتہ ہوا رستم پہلوان	وہیں گر پڑے یکقلم بیہوش	اٹھا ایک لشکر میں جوش و خروش
گئی یہ خبر پیش شاہ جہان	کہ رستم سے ہوا اب جہان	کیا حکم شاہ نے کہ یکبارگی	ادھر جاؤ دوڑا کے اب بارگی

سوئے رزم گاہ جاکے لاؤ خبر
جو سہراب ہے ہووے پھر کینہ خواہ
کرے ہے فغاں اور بیتاب ہے
اٹھا کر سر رستم نامور
ہوا ہاتھ سے میرے ایسا ستم
یہ کہکر وہیں کھینچ خنجر لیا
زوارہ نے پارہ گریباں کیا
جگر پر سے زخم کاری لگا
بجیر سینہ بخت سے بار ہا
مقابل مرے جبکہ رستم ہوا
کوئی کیا کرے کسکا ہے اختیار
یہ احوال سنکر ہوئے نوحہ گر
یہ سہراب دل خستہ نے پھر کہا
بخشش تم کو ہیں گو دیا اپنا خون
نہ ہو جاکے ترکو نسے پھر کینہ خواہ
اگر زندہ رہتا تو ہر ایک پر
جگر خستہ نے جو کہ اس دم کہا
جو ہے خاص تر نوشدارو وہاں
لگے کہنے سنکر یہ شہ جہان
پڑا ہے پسر رنجہ صفات
کیا سرکشی سے نہ پاس ادب
سوا اسکے سہراب کی گفتگو
کہے تھا وہ ہر دم سو ہر دم یہی
سنا جب کہ گودرز نے یہ سخن
تہمتن یہ سنکر ہوا دردمند
کہ سہراب کا کام آخر ہوا
فغاں کرکے کہتا تھا یہ دم بدم
سنے جب کہ حال اسکی تب کیا کہی
وہ اسباب اور خیمہ تھا جسقدر

مبادا ہوا کشتہ رستم اگر
نہیں تاب رکھتی یہ ہرگز سپاہ
تڑپتا پڑا واں بھی سہراب ہے
لگے پوچھنے سب کہ کیا ہے خبر
رہیگا قیامت تلک یاد غم
کہ تن سے کرے اپنی گردن جدا
غم و درد و شور افغان کیا
نہیں اب بھروسہ ہے کچھ زیست کا
جو پوچھا تو پوشیدہ اسنے رکھا
تو پرسان حال اسکے ہر دم ہوا
نہیں چارہ تقدیر سے زینہار
زوارہ ادھر اور رستم ادھر
کسی کو نہیں اس جہاں میں بقا!
وہ ہے التماس ایک کہتا ہوں
نہ کھینچے سوئے ملک ایران سپاہ
مراعات کرتا ہیں شام و سحر
تہمتن نے یکسر پذیرا کیا
مگر اس سے چارا ہو سہراب کا
مہیا ہے وہ نوشدارو یہاں
کچھ ہے یاد رستم کی اُردو نہات
رہ و رسم وہی ہاتھ سے اسکے سب
سنی خوب تو نے وہ واقف ہے تو
کہ رستم کو دوں تخت و تاج شاہی
گیا پھر وہ پیش یل پیلتن
گیا پیش آپ شہ ارجمند
نشان منگیا نام آخر ہوا
مرے ہاتھ واجب ہیں کرنے قلم
جو کچھ وہ کہے سو نہ بیجا کہے
جلا کر کیا خاک پھر سر بسر

تو کیجاوے تدبیر کچھ اور یاں
سواران لشکر گئے جب ادھر
یہ جانا کہ زخمی ہیں دونوں جوان
زرہ پارہ اور چاک کر پیرہن
مرے زود سر پر لگے ڈالنے خاک
پکڑ کر شتابی سے رستم کا ہاتھ
کہا پھر یہ سہراب نے کیا ہے حال
یل پیلتن کے سراپا نشان
مجھے نام رستم بتایا نہیں
رکھا اسنے بھی نام اپنا نہاں
پسر کی اجل باپ کے ہاتھ تھی
لگے کوٹنے سینہ و سر وہاں
نہ تم گریہ و نالہ اتنا کرو!
کر زنہار اب رستم ارجمند
کہ مولد مرا ملک توران ہے
پدر بعد میرے مدارا کرے
کہا پھر یہ رستم نے گودرز کو
وہیں آگے پیش شہ نامدار
کہ جس سے ہو سہراب پھر تندرست
کر کیا کیا مجھے نا ملا تم کہا
سخنہائے دشوار کہکر کہا
سمجھ اپنے دل میں کہ فہمیدہ ہے
جب ایسے دلاور ہوں دو پہلوان
کہا یوں کہ خوئے بد شہریار
محل میں تھا اس دم شہ نامور
ہوا سنکے رستم پیادہ روان
جگر گوشہ کو اپنے میرے سوا
غرض رکھکے تابوت میں نعش کو
ہوئے اسکے ماتم میں پیر و جوان

کہ ایسا نہیں اب کوئی پہلوان
تو دیکھا کہ رستم پڑا خاک پر
لگا زخم کاری ہوئے ناتوان
لگے کہنے یوں رستم نامور
پسر کو کیا میں نے ناحق ہلاک
لگے رونے گردان فرخ صفات
وہ بولا کہ درد ہے مجھکو کمال
مری ماں نے مجھ کو کئے تھے عیاں
رکھا ہائے غافل جتایا نہیں
کیا میرے آگے نہ ہرگز بیان
ازل سے یہ ٹھہری ہوئی بات تھی
کیا دیدۂ تر سے دریا رواں
ذرا صبر کو دل میں اب راہ دو
نہ پہنچا سکے لشکر کو اپنے گزند
مری جائے بازی وہ میدان ہے
تلطف مدام آشکارا کرے
کہ جا کر حضور شہ نامجو
ہوا نوشدارو کا وہ خواستگار
توانا ہو زور آور و چاق و چست
زباں پر جو آیا وہ اسدم کہا
اسے قید کوئی نہ یاں کر سکا
جہاں میں تو سرو جہاندیدہ ہے
رہے پھر یہ اورنگ و افسر کہاں
بیاں کیا کروں تجھ پہ ہے آشکار
بر آمد ہوا جبکہ پہنچی خبر
کیا نقش پر اسکی زاری کناں
جہاں میں بھلا قتل کسنے کیا
کیا سو خیمہ تن نام جو
خروشان و گریہ و نالہ کناں

گیا شاہ کاؤس رستم کے پاس
جو دیکھا تو وہ ہے بہت بے حواس

کہا سخت ماتم ہے اور قہر رو
ملے کچھ نہیں چارہ اے نیکخو

کہ سہراب کو ہے آخر یہی رہ گذر
کوئی دیر جاتے کوئی زود تر

سمجھ اب تو دانا و ہوشیار ہے
شکیبائی و صبر درکار ہے

کیا عرض رستم نے اے تاجدار
ہوا سو ہوا کچھ نہیں اختیار

لٹے یہ وصیت ہے سہراب کی
کہ ترکوں پہ نہ پہنچے نہ لشکر کشی

یہی عرض کرتا ہوں اب بار بار
یہ لطف و کرم کا ہوں امیدوار

کہ ہو ان کی حرمت پہ تیری نگاہ
نہ ہوئے پراگندہ اسکی سپاہ

کرو رخصت اسکو با عزّ و وقار
یہ سنکر لگا کہنے وہ شہریار

ہوا اب جو تجھکو یہ رنج و الم
تو میرے بھی دلکو ہوا درد و غم

پذیرا کیا میں نے تیرا سخن!
مجھے پاس خاطر ہے اے پیلتن

کریں مجھسے گو ترک اب سرکشی
کروں میں نہ زنہار لشکر کشی

زوارہ سے رستم نے پھر یوں کہا
کہ جیحوں تلک ساتھ ہو ماں کے جا

زوارہ گیا ساتھ جب بیخطر!
گیا آب جیحوں سے ہو ماں گذر

کاؤس کا ایران کو واپس جانا اور رستم کا سہراب کے تابوت کو لیکر سیستان کیطرف جانا اور تہمینہ کا آنا

باقبال و دولت سوئے تخت گاہ
روانہ ہوا شاہ گیتی پناہ

دل نامور رستم پہلوان!
گیا ہو کے رخصت سوئے سیستان

غرض لیکے تابوت سہراب کا
پراگندہ دل شہر میں جب گیا

سیہ پوش ہو زال پہنچا وہاں
ہوا ساتھ تابوت کے وہ رواں

خروشاں و گریاں گئے گھر تلک
قیامت تھی برپا بزیر فلک

وہ رودابہ رستم کی ماں اسقدر
ہوئی دیکھ تابوت کو نوحہ گر

کہ برپا وہیں شور محشر ہوا
غضب ایک ٹوٹے زمیں پر ہوا

کیا نعش کو دفن پھر زیر خاک
دل پیر و برنا ہوا دردناک

گئی جب یہ سوئے سمنگاں خبر
تو تہمینہ کو غم ہوا اس قدر

کہ آتش وہیں کر کے افروختہ
گرے آگ میں با دل سوختہ

لیا کھینچ سرو نے پھر دوڑ کر
ولیکن جلے موئے سر سر بسر

تن نازنیں تھی ہوا لالہ داغ
جہاں کی نظر میں نہیں تھا چراغ

کی باپ سے کہنے لگے نامجو
کیا قتل رستم نے سہراب کو

سوئے سیستاں کھینچ جلدی سپہ
تہمتن سے چلکر تو ہو کینہ خواہ

کہا اسنے اے دختر نازنین
سپہ اپنی رستم کے ہمسر نہیں

دیا شہ نے جب آ کے یہ جواب
تو پھر دلمیں کھا کر بہت پیچ و تاب

گئی آپ تہمینہ لیکر سپاہ
سوئے سیستاں با دل کینہ خواہ

قریب آ نگر اُسنے اک پہلوان!
روانہ کیا اور کہا یوں کہ ہاں

تہمتن سے جاکر تو کہہ یہ سخن
کہ تہمینہ آ پہنچی اے پیلتن

وہ لائی ہے ساتھ اپنے فوج گراں
دلیران و گردان جنگ آوران

رکھے ہے یہی دلمیں اب عزم جزم
کرے سر کو تیرے قلم وقت رزم

فرستادہ پیش تہمتن گیا
سنا تھا جو اسنے وہ یکسر کہا

یہ سنکر سراسیمہ رستم ہوا
پشیماں بہت دلمیں اسدم ہوا

وہیں ساتھ لے زال و رودابہ کو
گیا سوئے تہمینہ وہ نامجو

سراپردے میں سب کے پہنچے یہ جب
نکل آئی تہمینہ پردے سے تب

بغلگیر وہیں ہوئے ہمدگر
کیا نوحہ سہراب کو یاد کر

کہا زال نے سوئے خانہ چلو
شبستان کو رشک گلستاں کرو

لگی کہنے تہمینہ اے نیکمرد
مرے دلکو رستم سے پہنچا ہے درد

مرے آگے رستم کو لاؤ شتاب
کیا جسنے یوں لے جگر کو خراب

میں پوچھوں اس سے کہ اے کینہ جو
کیا کشتہ کیوں تونے فرزند کو

گیا پیش تہمینہ جب پہلوان
تو کھینچ اُسنے پھر خنجر جانستان

یہ چاہا کہ رستم کا چہرہ شکم
کرے غرق خوں اسکو بیدرد رو

پکڑ ہاتھ اس کا لیا زال نے
یہ تہمینہ سے پھر کہا زال نے

کہ تقدیر پر کچھ نہیں اختیار
نہیں چارہ پیش قضا زینہار

عدم سے جو پھرتا ہو سہراب کا
تو کرتا رستم و زال کا سر جدا

غرض خوب سمجھا کے وہ نامدار
گیا لیکے تہمینہ کو اپنے گھر!

تہمینہ کا رستم پہلوان کے ساتھ سیستان میں چلا جانا زر کے زائل کرنیکے خیال سے اور اسکا حاملہ

ہونا رستم سے اور نو ماہ کی مدت پوری ہونے کیبعد فرامرز کا پیدا ہونا اور تہمینہ کا مرنا سہراب کے غم والم ایکسال میں

نہ تہمینہ اور رستم نامدار	بہم واں لگے ہنسنے لیل ونہار	ہوئی حاملہ پھر وہ رشک قمر	ہوا بعد نو ماہ پیدا پسر
توئی بازو و گل رخ ولالہ فام	تہمتن نے رکھا فرامرز نام	سپرد ایک دایہ کو وہیں کیا	لگا پرورش پانے وہ مہ لقا
وہ تہمینہ رہتی تھی غمگیں مدام	تصور رہتا سہراب کا صبح وشام	دل اسکا تھا نالاں مژہ خونچکاں	کبھی آہ کرتی کبھی تھی فغاں
پس از مرگ سہراب وہ مہ جمال	رہی زندہ بارنج وغم ایکسال	نہ غم سے رہائی ہوئی ایکبار	وہ دے بیٹھی جان اپنی انجام کار
	یہ قصہ تو میں کر چکا سب بیان	سیاوش کی آگے سنو داستان	

ملک زادہ کے پیدا ہونے کی داستان اور شاہ بلغار کی لڑکی کے پیٹ سے اس کے سیاوش کا ہونا اور رستم کے ساتھ تعلیم و تربیت کیلئے جانا

کوئی بیشہ وخرم و دلکشا	کہ نزدیک دریائے جیحون کے تھا	گئے ایکدن واں برائے شکار	ہم طوس اور گیو جنگی سوار
پڑی ناگہاں ایک دختر نظر	پری پیکر و مہوش و سیمبر	لباس اور زیور تھا شاہانہ سب	کرشمہ ستم آن غمزہ غضب
یہ پوچھا جوانوں نے اے مہ لقا	تو ہے کون تیری حقیقت ہے کیا	بت ماہ پیکر یہ کہنے لگی	کہ دختر ہوں میں شاہ بلغار کی
کہ گرشیوز اسکا جہاں میں ہے نام	وہ نسل فریدوں سے ہے ذوالکرام	مجھے چاہتے تھے بہت تاجور	ولیکن یہ چاہے تھا میرا پدر
کہ توران زمیں کا جو ہے بادشاہ	پشنگ دلاور خداوند جاہ	مرا باندھے ساتھ اسکے عقد نکاح	نہ زنہار بھائی مجھے یہ صلاح
کہ میں نے سنا زشت خو ہے پشنگ	نہ کچھ زشت خو زشت رو ہے پشنگ	کہا مجھسے جب ذکر اسبات کا	تو بس صاف انکار میں نے کیا
خفا ہو کے تب شاہ نے مارا مجھے	نہ ہرگز ہوا یہ گوارا مجھے	نکل گھر سے اور اسپ پر ہو سوار	شتابی سے لی میں نے راہ فرار
گذر آب جیحوں سے آئی ادھر	کیا اسپ پر ماندگی نے اثر	غرض جب کہ رفتار سے رہ گیا	تو پھر راہ میں چھوڑ اسکو دیا
پیادہ ہوئی چند فرسنگ رواں	ہوئی آ کے اس دشت میں اب نہاں	وہ دونوں جو اس پر مائل ہوئے	خدنگ نگاہ کے وہ گھائل ہوئے
ہوئے خواستگار بت سیمبر	لگے کرنے پرخاش باہم دگر	بہم بعد پرخاش پایا قرار	کہ لے چلئے پیش شہ نامدار
جسے حکم دے خسرو نامجو	وہ دے شوق سے اس پریچہرہ کو	گئے لیکے جب پیش کاؤس شاہ	ہوا شاہ دیوانہ رشک ماہ
کسی کو نہ زنہار شہ نے دیا	پری چہرہ کو پاس اپنے رکھا	بندھا عقد باہم بآئین دین	ہوئی حاملہ پھر وہ زہرہ جبین
گئے نو مہینے جب اس پر گذر	تو پیدا ہوا پور رشک قمر	نظر کر کے طالع پہ شہزادے کے	منجم شہنشہ سے کہنے لگے
کہ اے شاہ اسکے پریشاں ہیں بخت	ہوا سنکے غمگین خداوند تخت	سیاوش رکھا نام شہزادہ کا	وہیں پرورش پھر وہ پانے لگا
ولیکن دل شہ تھا پرملال	نہ تھا تربیت کا کچھ اسکی خیال	کہیں ان دنوں رستم آیا وہاں	لگا کہنے اے خسرو خسرواں
اسے زابلستان بھیجو تو میں	ہنرہائے شاہانہ سکھلاؤں میں	کیا شاہ نے وہیں اسکو سپرد	غرض لیگیا زابلستان میں گرد
ہنر پروراں کے حوالے کیا	ہوئے پھر وہ مصروف صبح ومسا	طریق ہنر و آشکار و ادب	ہنرہائے شاہانہ سکھلا کے سب
سیاوش جہاں میں ہوا بےنظیر	ہنرمند دانا شجاع و دلیر	سیاوش نے رستم کو پھر ایکروز	کہا یوں کہ اے رستم نیکروز

مجھے یہ تمنا ہے شام و سحر
کیا عرض شہزادہ سے یوں جواب
کہ حاصل کروں پائبوس پدر
رواں ہو بیٹے بانشاط و طرب
یہ سنکر مہیا کر اسباب جاہ
وہ بولا کہ تجھ بن نہیں جاؤنگا
زر و نعمت و اسپ و فیل و کلاہ
تہمتن نے پھر پاس خاطر کیا

اسکے سیاوش کا کامیاب ہوجانا باپ اور رستم کے سامنے اور اُس سپاہی کا مڑ آگے جانا

گیا ساتھ شہزادہ کے آپ بھی
بہت لطف مصروف اسپر کیا
حضور اپنے پسر شہ نے تاہفت سال
بجاہ و حشم ہو گئے یاں سے رواں
یہ کہنے لگی شاہ کاؤس سے
جہاندار بولا کہ بہتر ہے پر
سیاوش پہ عاشق تھی وہ مہ جبین
ہوئی گرم مہر اُسکے جب بے پری
انہیں طلب کرکے وہ باصد خوشی
خداوند ہو تخت و دیہیم کا
یہ دختر جو حاضر ہیں تیرے حضور
رہا سن کے خاموش وہ نامدار
یہ کیا ذکر جو مہر و شفقت کا ہے
وہ کہتی تھی تنگ کھول اپنی زبان
کیا سب کو رخصت اکیلی رہی
تو برملا شتابی سے انجام دل
سپاہ جہاندار کاؤس کے
جھکائے ہوئے سر کو وہ نامدار
یہ سوچا ملک زادہ نامور
نہ دیکھا کوئی چارہ جز التجا
ولیکن نہ رکھ اور کوئی آرزو
کیا اسکو رخصت بلطف و طرب
ہوا شاد وہ خرم شہ ذوالکرام
زر و نعمت و گوہر بیکران
یہ سب نعمت و دختر رشک ماہ

حضور شہنشاہ باصد خوشی
سیاوش کی خاطر کو خوشتر کیا
رکھا اسکو مشغول کسب کمال
سیاوش کرے حکمرانی وہاں
کہ اے شاہ یہ آرزو ہے مجھے
سیاوش کو راضی کرے سیمبر
سیاوش گیا جب تو اسنے وہیں
وہ سمجھا کہ ہے الفت مادری
سیاوش سے سودابہ کہنے لگی
شہنشاہ ہو ہفت اقلیم کا
کہ ہیں حسن میں بیشک غلمان و حور
نہ پاسخ دیا شرم سے زینہار
تعجب نہیں گر عداوت کرے
یہ دلتنگ لب بستہ تھا غنچہ سال
سیاوش سے پھر یہ حکایت کہی
کہ حاصل مجھے ہو گا آرام دل
سراسر تیرا تابع حکم ہے
یہ چاہے تھا لے وہ راہ فرار
کہ تندی و سختی کروں کچھ اگر
بناچار بولا وہ فرخ نہاد
ادب ہے تیرا مجھکو واجب ہے تو
کہا پھر یہ کاؤس سے وقت شب
دیا اسکو اسباب شادی تمام
ترے واسطے شہ سے لائی ہوں
تجھے دونگی اب آنکھ میں بیاہ

اسے لیگئے پیشوا آ کے سب
ہنر پر جب اسکے ہوئی آ گئی
یہ دل چاہے تھا پسر شہر کا
کہ اتنے میں سودابہ مہ جبین
سیاوش کو اک دختر خواندہ دوں
طلب اسنے شہزادہ کو جب کیا
پکڑ تنگ آغوش میں شوق سے
کئی دختر خواندہ زہرہ جبین
ہوا سودابہ آگے یہ مجھکو عیاں
یہ سنکر تمنا ہوئی یہ مجھے
تو ان میں سے کر ایک کو اب قبول
کیا یہ بھی اندیشہ دل میں وہیں
سوا اسکے کہتے ہیں سب سے سوا
وہ سمجھی کہ ہے اسکو شرم و حجاب
ہوئی منقضی مدت ہفت سال
تجھے بعد کاؤس کشورستاں
قریب اسنے ہر چند اسکو دیئے
اٹھا جب تو سودابہ بیدرنگ
مبادا غضبناک ہو جائے یہ
پئے عقد دختر جو تو نے کہا
سیاوش نے یہ بات جب کہی
کہ دختر کو تیری پذیرا کیا
سیاوش کو اسنے بزور و گر
سوا اسکے اسباب شادی جدا
نہ آیا وہ شہزادہ کامگار

ہوا دیکھ کر شاہ قرین طرب
تو رستم کو بھی خوف آفرین کی
کہ ملک اسکو دے ماوراءالنہر کا!
جہاندار کی زوجہ اقوتین!
اسے کتخدا ساتھ اسکے کروں
تو یہ شاہ سے لیکر اجازت گیا
لئے اسکے بوسے کئی ذوق سے
کہ سب نسل سے بادشاہوں کی ہیں
ترے تخم سے اک پسر ہو جوان
کہ وہ میری دختر کے ہو بطن سے
تمنائے دل تا کہ ہو وے حصول
کہ ماں یہ حقیقی سری کچھ نہیں!
اندر اس سے بہتری اور احتراز
جو دینا نہیں بات کا کچھ جواب
کہ عاشق میں ہوں تجھ پہ ہی با جمال
کروں نہیں فرماں روائے جہان
لب اپنے نہ شہزادے نے وا کئے
لیا بوسہ پھر کھینچ کر بر میں تنگ
ملا کوئی سر پہ سے لائے یہ
یہ البتہ میں نے پذیرا کیا
تو سودابہ کی جمع خاطر ہوئی
ملک زادہ نامور نے شہا
یہ پیغام بھیجا کہ اے نامور
تکلف سے میں نے مہیا کیا
لئی پھر حضور شہ نامدار!

کہا جاکے اے شہ روئے زمین
وہ لائی زباں پر سخنہائے دوش
تو ہمخواب ہو مجھسے دلشاد کر
تو ہے بانوئے شاہ کشور کشا
کیا شاہزادے نے انکار جب
سیاوش وہاں سے شتاباں ہوا
غرض فتنہ اک اُسنے برپا کیا
خراشیدہ ناخن سے رخ کو کیا
یہ سنکر گیا خسرو نامور
کہ شاہا سیاوش نے یاں آنکے
بدشعاری اس سے ہوئی ہے رہا
کہا یونکہ اب راز کو آشکار
یہ بولی وہ سودابہ حیلہ گر
معطر تھی پوشاک سودابہ کی
اگرچہ یہ منظور تھا کھینچ تیغ
مبادا کہ پیدا کرے کچھ فساد
شبستان میں ہے کوئی نازنین
یہ سودابہ سے شاہ نے پھر کہا
نہ سمجھی ہے دلمیں وہ حیلہ ساز
وہ یہ بات اسکی شہ نامدار
ہوئی حاملہ ناگہاں ایکدن
حضور اپنے کرکے طلب وہ ترا
شہنشاہ کاؤس سے یاں عجب
کنیزاں یکایک خروشاں ہوئیں
کنیزوں نے کاؤس سے یہ کہا
وہ رکھ طشت میں لگئیں پیش شاہ
یہ سیاوش کے ہیں تخم سے
وہ فعل دیکھا سیاوش کا اب
وہیں اٹھ کے فی الفور باہر گیا

سیاوش کے پاس آتا نہیں
کہا کچھ نہیں عشق میں تیرے ہوش
مجھے بند سے غم کے آزاد کر
بھلا کسطرح مجھسے ہو کچھ خطا
وہ سودابہ فتنہ انگیز تب
وہ دامن چھڑا کر گریزاں ہوا
کہ یکبارگی شور و غوغا کیا
پریشاں کئے بال سر تا بپا
یہ احوال سودابہ دیکھکر ہا
پچھاڑا مجھے زور سے پنجہ سے
سراپاک عصیاں سے دامن رہا
نہ کہنا بجز راستی زینہار
کہ باطل ہے گفتار یہ سر بسر
سیاوش کا جامہ تھا بو سے تہی
کرے سر کو اسکے جدا بیدریغ
خلل ملک میں لائے وہ بدنہاد
نہ تھی مثل سودابہ نازنین
سیاوش کو دیکھا تو ہے بجا!
نہ آئی ذرا بے حیائی سے باز
پذیرا نہ کرتا تھا کچھ زینہار
ہوئی خوش وہ سنکر یہ ظالم سخن
کیا شاد دیکے اُسے سیم و زر
سیاوش کا تو لیو نام تب
وہ سرگرم فریاد افغاں ہوئیں
خلائق حرم جو تھی شہ کا
لگا شہ حیرت سے کرنے نگاہ
کہ ہو خواب اسنے کیا تھا مجھے
کہ کیا کام اسنے کیا ہے غضب
طلب کی منجم کو دواں کیا

شہنشہ نے اسکو مقید کیا
حوالی پہ میری ذرا کر نگاہ!
یہ سنکر لگا کہنے وہ نامدار
یہ کہتا ہوں میں تجھسے اوصاف صاف
اٹھی تخت سے ہو کے پر خشم و کین
لگی کہنے سودابہ کرکے فغان
کیا پارہ پارہ گریبان کو
کنیزوں بھی اسکے اشارے سے واں
لگا پوچھنے کہ حقیقت ہے کیا
کیا یہ ارادہ کہ بیخوف و باک
سنا جب یہ قصہ ہوا پر غضب
کیا اُسنے احوال سارا بیان
لگا سونگھنے انکے پیرخت کو
ہوا شاہ سودابہ پر خشم گین
ولیکن یہ اندیشہ دل میں کیا
سوا اس کے تھا مبتلا اسکا شاہ
بہت خورد تھے اسکے فرزند بھی
تو خاموش ہو راز کو کر نہاں
یہی شہ سے کہتی تھی صبح و مسا
اسی فکر میں تھی وہ تردامن ناپاک
لگی کہنے پھر اسنے وہ کینہ جو
کنیزوں کو میری ہوا اسلام خبر
بہم خفتہ تھے ایکدن رات کو
ہوا اسکے بیدار فرماں روا
ہوئے اس سے پیدا دو مردہ پسر
جب اس نے ان کو پوچھا حقیقت یہ
یہ سودابہ نے سنکے شہ سے کہا
شہنشاہ خاموش و حیران ہوا
دکھائے انہیں ہر دو مردہ پسر

ملکزادہ ناچار پھر واں گیا
نہ منہ موڑ زنہار اے رشک مہ
توقع یہ مجھسے نہ رکھ زینہار
کہ اس کام سے رکھ مجھکو معاف
سیاوش کے دامن کو پکڑا وہیں
بلا کیا ترے سر پہ آئی ہوا
کیا چاک چاک اُسنے داماں کو
لگی کرنے غوغا و شور و فغان
ارادہ مکر سے اُسنے ظاہر کیا
کرے میرے داماں عصمت کو چاک
سیاوش کو شہ نے کیا پھر طلب
وہ راز نہفتہ کیا سب عیاں
شہ نامور خسرو نامور
کیا خوار اس حیلہ گر کو وہیں
کہ پر زور ہے باپ سودابہ کا
کہ تھی حسن میں غیرت مہر و ماہ
غرض اسلئے درگذر اس سے کی
نہ ہو خوار عالم میں کچھ فغاں
سیاوش کو پہنچا عقوبت سے تہ
کسی حیلہ سے اسکو کیجے ہلاک
کہ اس حمل کو کرتے اسقاط تو
کریں تا کہ غوغا وہ سب بسیر
وہ سودابہ اور خسرو نامجو
یہ پوچھا کہ یہ شور و غوغا ہے کیا
کہا شہ نے لاؤ انہیں زود تر
یہ کمبخت نے تب گذارش کیا
مری بات کا تجھکو باور نہ تھا
بہت اپنے دلمیں پشیماں ہوا
کہا انکا طالع بھی کرکے نظر

یہ ظاہر کرو کسکے ہیں تخم سے
کہا بعد یک ہفتہ اے شہریار
جو اخترشناسو نے ظاہر کیا
نہیں راست گفتار یہ زینہار
رہا سنکے خاموش کاؤس شاہ
حمایت تو کرتا ہے بیٹے کی اب
کہا یونکہ مرتی ہوں میں کھاکے زہر
اگر ہے گنہگار جل جائے گا
خطر کیا ہے اے شاہ فرخ خصال
خداوند غفار کو یاد کر

خبر راز پنہاں سے اب دو مجھے
یہ تخم کیاں سے نہیں زینہار
تو سودابہ سے جاکے شہ نے کہا
نہیں انکی کچھ بات پر اعتبار
کہ بیچارہ شہزادہ تھا بیگناہ
ستم ہے ستم ہے غضب ہے غضب
ہوا سنکے ناچار تب شاہ دہر
وگرنہ نہ ایذا ذرا پائے گا
نہیں اسکو ہی ہرگز زوال
سیاوش گیا آگ میں بے خطر

وہیں طالع بخت کو دیکھ کر
کیا راز پنہان ناپاک زن
وہ بولی کہ اے شاہ جوہر شناس
سیاوش کو واجب ہے دینی سزا
بد اندیش از بسکہ سودابہ تھی
کہا اور کرتا ہے مجھکو خراب
یہ سنکر اکہ شہزادہ نامدار
ہوئی آتش افروختہ جب وہاں
خدا ہے نگہبان مرا ہر زمان
نہ پہنچا اسے کچھ ضرر زینہار

لگے غور کرنے وہ شام و سحر
عیاں سب پہ پیش شاہ زمن
تہمتن سے ڈرتے ہیں اخترشناس
سزاوار ہے قتل اہل خطا
شہ نامور سے یہ کہنے لگی
یہ کہکر لیا زہر قاتل شتاب
پڑے آگ کے درمیاں یکبیک
لگا کہنے تب شاہ سے وہ جوان
کہ ہے واقف و آشکار و نہان
سلامت وہ نکلا پھر انجام کار



سیاوش کو شہ نے بغل میں لیا
ولیکن شفاعت سیاوش نے کی
سر و چشم پر اسکے بوسہ دیا
بہانہ ہی چاہی تھا کاؤس بھی
ہوا سخت سودابہ پر خشمناک
سر خون سے گذرا شہ دین پناہ
کہا یوں کہ کرتا ہوں تجھکو ہلاک
غرض اسپہ کی ہمت کی نگاہ

داستان جانا ملکزادہ کا واسطے لڑائی افراسیاب کے اور فتح پانا اوپر بلخ کے

وہ سودابہ از بسکہ بدکیش تھی
خطرناک رہتا تھا وہ نامدار
یہ پہنچی خبران دنوں ناگہان
ہوا خشمناک اور کہنے لگا
کبھی صلح جو ہوں کبھی کینہ خواہ
سیاوش نے کاؤس سے یہ بات
یہ مقصود تھا اسکو اسباب سے
وہ بولا کہ اس سے نہ کمتر ہوں میں
حضور شہنشاہ جوہر شناس
کرو آپ تکلیف ہرگز نہ اب
انہیں لغرض دیجے سامان جنگ
وہاں پر جو تھا حکمراں تازیاں
نہ ہرگز رہی طاقت کارزار
دلاور تھا گرشیوز اسکا تھا نام
رہا پنج دو روز تک خوب جنگ
گریزاں ہو جیحوں سے گزرے شتاب
کہ ہو کر رواں بلخ سے پیشتر
سران سپاہ نے یہ اس سے کہا
سیاوش نے مرقوم نامہ کیا
گذر جائیں جیحوں سے گر حکم ہو
اگر وہ نہ جیحوں سے آیا ادھر

سیاوش کے ناحق بداندیش تھی
دعا مانگتا تھا یہ لیل و نہار
کہ توران سے لشکر بیکران
کہ اے نامداران جنگ آزما
یہ رکھتے ہیں دل میں خیال تباہ
جو ٹھہرے ذرا پیش افراسیاب
کہ دوری ہوا اب خصم بدذات سے
ہنر اور قوت میں ہمسر ہو نہیں
کیا پھر تہمتن نے یہ التماس
رہو یاں با آرام عیش و طرب
روانہ کیا شاہ نے بیدرنگ
سو آیا پے کینہ خواہی دواں!
ہوا جا کے محصور انجام کار
ہوا دیکھکر تازیاں شاد کام
کیا فوج ایران نے انکو بہ تنگ
گئے خستہ دل پیش افراسیاب
گزر آب جیحوں سے باکر وفر
کہ جلدی کو مت کام فرمانروا
لکھا یہ کہ اے شاہ کشورکشا
سپہدار توراں سے ہو جنگجو
تو ہرگز ادھر کا نہ ارادہ کرو

ملکزادہ کے قتل کا قصد تھا!
کہ یا حضرت ایزد ذوالجلال
ادھر پھر ہوا عازم افراسیاب
بداندیش ترکان نخوت شعار
سپاہ لیکر بلخ تک اب کی بار
زبردست ہی تجھ سے وہ پہلوان
یہ بہتر ہے میں آپ لیکر سپاہ
یہ لشکر بھی اپنا ہے جنگ آزما
کہ ہمراہ شہزادہ نامدار
ملکزادہ اور بندہ کافی ہیں یاں
وہ شہزادہ اور رستم نامور
ہوئی فوج ایراں جو گرم ستیز
یہ سنکر ہموں بلخ پہنچا شتاب
سہم متفق ہو کے پھر بیدرنگ
ہوئی رزم کی پھر نہ تاب و تواں
ہوا بلخ میں دخل شہزادہ کا
سپہدار توراں سے ہو رزم خواہ
تو لکھ شاہ کو نامہ اے نامدار
کیا حاکم بلخ کھا کر شکست
لکھا شاہ کاؤس نے یہ جواب
سیاوش بفرمان شاہ جہان

یہ تدبیر بھی اسکی صبح و مسا
شتابی کہیں یاں سے مجھکو نکال
یہ سنکر جہاندار عالی جناب
نہیں عہد پیمان پر استوار
کروں انکو آوارہ و قتل و خوار
قوی جنگ میں اسکے سب پہلوان
بداندیش سودابہ کے ہولے نخواہ
سدا فوج توران پہ غالب رہا
مجھے کیجئے رخصت اے شہریار
پے جنگ ترکان نخوت نشان
دلیری سے پہنچا دلیر بلخ پر
تو بس اسکے نیرو میں راہ گریز
سپہ لیکے داماد افراسیاب
ہوئے شہزادے سے خواہاں جنگ
تو ناچار گرشیوز و تازیاں
یہ شہزادہ نے پھر ارادہ کیا
کہ اسکے لشکر کو یکسر تباہ
وہ دیکھو کہے جو تجھے شہریار
اور اپنا ہوا بلخ میں بندوبست
کہ ہے سخت پیکار افراسیاب
ہوا بلخ میں پھر توقف کناں

آنا گرشیوز داماد افراسیاب کا نزدیک سیاوش کے اور طلب کرنا سیاوش کا

جہاں تھا سپہدار توران کا
گیا خواب میں شب کو افراسیاب
گئے جب وہ گرشیوز و تازیاں
تو ناگاہ آیا نظر اک خواب
گذارش کیا اسنے احوال جنگ
ہوا ہول سے اسکے گرم فغاں
یہ سنکر اڑا اسکے چہرہ کا رنگ
سنا جب تو گرشیوز آیا وہاں

یہ پوچھا کہ اے سرورِ نامور
یہ کہنے لگا اُس سے افراسیاب
نمایاں ہوا ابر میں ایک بار
کیا میرے لشکر کو اُسنے ہلاک
جوان ایک تھا رشکِ خورشید ماہ
ہوا دل کو از بسکہ اسوقت درد
نہ دلمیں ذرا خوف و اندیشہ کر
طلب اُسنے دانشوروں کو کیا
فقط ایک نے عہد و پیمان کیا
وگرنہ خرابی پڑے ہے لغر
روان پھر کیا شہ نے داماد کو
گیا جب کہ گرشیوز نام جو!
اُٹھا وہیں داماد افراسیاب
ہوا آشتی خواہ افراسیاب
وے سخت مکار ہے بد نہاد
جنہیں ہم کہیں سو وہ آویں یہاں
ہمیں اسطرح صلح منظور ہے
یہ احوال لکھ اُسنے قاصد شتاب
بخارا و خوارزم اور چاچ بھی
تہمتن نے جن کا لیا نام تھا
سیاوش ہوا دیکھ کر شادمان
لکھا صلح کا شہ کو احوال سب
اڑے ہول سے اُسکے ہوش و حواس
کہ تیرا معاون ہے پروردگار
حضور شہنشاہ جو رستم گیا!
یہ پھر رستم پہلوان نے کہا
تہمتن نے آزردہ ہوکر کہا!

تجھے خواب میں اب پڑا کیا نظر
کہ اسوقت دیکھا ہے میں نے یہ خواب
ہوا سرخ سے ابر اُسکے آشکار
ملایا ہر اک کو تہ خون و خاک
وہ بیٹھا تھا نزدیک کاؤس شاہ
خروشاں ہوا پھر پئے شکمرد
میسر تجھے ہوگی فتح و ظفر
مفصل کہا ماجرا خواب کا
سپہدار توران سے پھر یوں کہا
مبادا کہ ہوجاوے تو غدر گر
سنے بادشاہزادہ نام جو!
سیاوش اٹھا وہیں تعظیم کو
ہوا جا کے سرگرم آرام و خواب
تہمتن نے سنکر دیا یہ جواب
انہیں اسکی کچھ قول پر اعتماد
برستم گرویاں رہیں جاوداں!
وگرنہ رہ آشتی دور ہے
روانہ کیا پیش افراسیاب
سمرقند و سنجال کے تھی سبھی
روان پیش شہزادہ اُن کو کیا
پھر اک بزم آراستہ کی وہاں
کئے تھے توران کے ارسال سب
بہت دلمیں اسکے ہی خوف و ہراس
ظفرمند ہوگا تو اے شہریار
کیا ماجرا سب بیان صلح کا
کہ ہے جنگ سے صلح بہتر شہا
کہ حاضر رہونگا میں یاں خسروا
کہا کچھ تامل توقف درنگ
سیاوش کو پھر ایک نامہ لکھا

ہو کیا بارگی تو خروشاں ہوا!
کہ گرد دشت میں سینکڑوں تاپ ہیں
وہیں بادِ صرصر ہویدا ہوئی!
پکڑ کر مجھے لیگئے مردمان
اٹھا وہیں ورکھینچکر اُسنے تیغ
لگا کہنے داماد افراسیاب
یہ تعبیر اُسکی نہ آئی پسند
ہوئے سنکے خاموش دانشوران
کہ ہرگز نہ کر قصدِ پیکار تو
پسند آئی گفتار اخترشناس
فقط نامہ اسکے حوالے نہ تھا
وہ تحفہ دیا اور نامہ دیا
سیاوش نے پھر رستم سے یہ کہا
کہ بدخواہ عاجز ہوا جب کمال
فرستادہ کو دیجئے یہ جواب
تعلق ہے ایران کو جو کچھ کہو
سحر جب کہ گرشیوز آیا وہاں
کیا شاہ توران نے سب کچھ قبول
عزیزان و خویشان فرخ نہاد
ہوا شاد شہزادہ نامدار
ہوئے محفل آرا بعیش و طرب
سنی تھی خبر شاہ نے پیشتر
سوا اسکے اخترشناسوں نے بھی
تباہ ہونگی افواج افراسیاب
لگا کہنے تب بادشاہِ جہاں
کہا شہ نے تم صلح کرتے ہو گر
روانہ کیا طوس کو پھر شتاب
نہ کیجو ذرا ہو جیو گرم جنگ
کہ تورانیوں کو یہاں لیکے آ

ہراساں ہوا دل پریشاں ہوا
مری فوج بھی وہاں اتریں!
پھر اسمیں سے اک فوج پیدا ہوئی
شہنشاہ کاؤس تھا جہاں!
کیا چاک پہلو مرا بے دریغ
کہ برعکس ہوتی ہے تعبیر خواب
گیا دل سے ہرگز نہ خوف و گزند
کہ تھا دلمیں ہر ایک کے خوف جان
سیاوش سے اے شہ ہو صلح جو
عطا کی اُسے نعمت بیقیاس!
تحائف بھی انواع کے دے گیا
پئے آشتی اس نے کی التجاء
کہ اے پہلوان مصلحت اب ہے کیا
کیا آشتی کا تب اُسنے سوال
کہ گردان و خویشان و افراسیاب
کہ اس سے بھی جب دست بردار ہو
کیا اُسنے مرکوز خاطر عیاں!
ہوئی آرزوئے دلی سب حصول
دلیران و گردان عالی نژاد
تہمتن کو بھیجا سوئے شہریار
گئی الغرض جب گذر نصف شب
کہ بدخواہ کو خواب آیا نظر!
کہا شاہ کاؤس نے تھا یہی!
وہ ہوگا گرفتار رنج و عذاب
نہیں صلح منظور اے پہلوان!
تو میں اور کو بھیجتا ہوں ادہر
جہاندار نے سوئے افراسیاب

ناراض ہونا بادشاہ سیاوش کا کیکاؤس سے اور جانا نزدیک افراسیاب کے اور اپنی لڑکی بمعہ ملک کے دینی بادشاہ سیاوش کو

پڑھا شاہ کا نامہ سیاوش نے جب
دیا سب نے پاسخ کہ بہتر ہے یہ
کرے قتل ہر ایک کو ہے یقین
سوا اسکے سودا یہ ہے کینہ جو
نظر آوے جب یہ گزند و ضرر
یہ سنکر بہت ہو کے اندوہگین
سمجھ اے ملکزادۂ نامجو !
تو بہتر ہے اس سے کہ لیل و نہار
لکھا یوں کہ اے خسرو نامور
مرا عہد و پیمان ہے استوار
غرض کچھ نہیں شاہ کاؤس سے
نہ پہنچے جہاں ہاتھ کاؤس کا
مہارے مرید خویش انکو ب
کہ مجھکو سمجھ عہد و پیمانیں چُست
کہاں طوس کو تاب ای نیکمرد
تو پھر تو کہا تجھکو اپنا پسر
تو جو چاہے تجھکو وہ اقلیم دوں
یہ نامہ پڑھا شہزادے نے جب
کروں عرض کیا ہو یہ تجھپر عیاں
یہ چاہا کہ مجھ کو کرے تو ہلاک
گیا آخر آتش میں یہ خاکسار
سپہدار توران کو عاجز کیا
عوض مہر کے تو ہوا خشمگیں !
جو ہے سرنوشت اپنی وہ ہوئیگا
طلب کرکے بولا وہ خورشید جاہ

ہوا دل پریشان و آزردہ تب
کہ لاؤ بجا حکم کاؤس کہ
کہ دل میں بھرا اسکے ہی بغض و کین
مری دشمن جان ہے وہ زشتخو
تو پھر جاؤں کیونکر حضور پدر
یہ گودرز و بہرام بولے دلیر
کہ ہرگز نہیں اعتماد عدو
رہوں میں حضور پدر خوار و زار
مرا باپ راضی نہیں صلح پر
اگر سر بھی جائے تو ہاں زینہار
نہیں ہے مجھے کام کچھ طوس سے
رہوں امن سے وائیں صبح و مسا
کیا میں نے رخصت بعیش و طرب
ترے ہاتھ ہی صلح میری درست
کہ ہوآنکے مجھسے اب ہم نبرد
محبت کروں میں بطور پدر
گنج زر و رنگ دیہیم و دل
ہوا بند سے غم کے آزاد تب
کہ پہلے تو لے شہ کشورستان
خدا کا نہ ہرگز کیا خوف و باک
ولیکن بالطاف پروردگار
زر و افسر و ملک اس سے لیا
تو فتح مجھے تجھ سے اب کچھ نہیں
مٹے کب لکھا کلک تقدیر کا
کہ یہ کشور ملک بلخ و سپاہ

سر آن سپہ کو بلا کر کہا !
وہ بولا کہ خویشان افراسیاب
مرے عہد و پیمان کا پھر اعتبار
خدا جانے کیا ظالم نابکار
یہ دلمیں ہے یاں چھوڑ کر سب سپاہ
نہیں مصلحت یہ قرین صواب
دیا شہزادہ نے پھر یہ جواب
یہ کہکر وہیں ایک نامہ لکھا
عوض میرے بھیجا ادھر طوس کو
نہ پھیروں میں سر عہد و پیمان کا
یہ ہے قصد اب زیر چرخ برین
بتا دیجئے کوئی ایسا مکان
گیا پڑھ کے حیرت میں افراسیاب
دلے وہ ہی کینہ ہے کاؤس سے
جو منظور رکھو کرو پاس وفا !
کروں بلکہ فرمانبری روز و شب
تجھے بعد کاؤس بیداد گر !
شہی عزم توران مصمم کیا
لایا مہتمم مجھکو سودا یہ لے
ستارہ شناسوں نے جو کچھ کہا
سلامت رہا کچھ نہ پہونچا ضرر
نجومی یہاں آتشی ہے بہم
ہوا سخت ناچار و مجبور آہ
وہ نامہ سر خسرو نامجو
ترے باپ جو لے ہے طوس آوے جب

کہو سوچکر مصلحت اب ہے کیا
جو واں جاؤں تو شاہ عالیجناب
نہ کوئی کریگا یہاں زینہار !
مرے سر پہ لائے بلا اپنی بار
سپہدار توران کی اب لوں پناہ
کہ بدخواہ تیرا ہے افراسیاب
کرے گر مجھے قتل افراسیاب
سوئے شاہ توران روانہ کیا !
کہو تم سے اب لینگے رزم جو
رکھوں راہ و رسم و مروت نگاہ
کہیں روز جا کر ہوں مسکن گزین
کہ جا کر کروں میں اقامت وہاں
لکھا اسنے نامہ کا پھر یہ جواب
وہی جنگ و پرخاش ہے طوس سے
ہوا میری خاطر پدر سے جدا
تو آ شوق سے یاں بفرط طرب
کروں ملک ایران کا تاجور
اور اک نامہ کاؤس کو یہ لکھا
کیا پر نہ سب مجھکو سودا یہ نے
وہ زنہار تو نے نہ یاور کیا
کیا بلخ کو فتح یاں آن کر !
ولے تو نہ راضی ہوا ہے ستم
سوئے خانۂ خصم لیتا ہوں راہ
رواں کرچکا جب تو بہرام کو
تو کر دیجو اسکے تفویض سب

یہ کہکر ملک زادۂ نامدار
یہ نزدیک تر شہر کے جب کیا
کیا یکسر آراستہ شہر کو
سیاوش سے بولا یہ افراسیاب
سپہدار نے پھر بآئین نیک
تواضع مدارا و تعظیم کی
تو ہے نور پر نور شہ کیقباد
بیشتر تفاخر کا ساماں ہوا
جھکا کر ادب سے سر انکسار
کوئی نامدار اک وہاں ویسہ تھا
بہت تجھ پہ ہے مہربانی شاہ
تو ہو کتخدا اے ملکزادہ اب
کہ ہستی سے جب جائے سوئے عدم
جو ویسہ نے شہزادے سے یوں کہا
اسے ویسہ نے باطل پر صفا
لگا کہنے دن رات ساتھ اسکے شاہ
فرنگیس ہے دخت افراسیاب
سیاوش یہ بولا کہ اب کیا گیا
طلب کر کے پھر موبد خاص شاہ
عجب کیا جو دے اپنی دختر مجھے
حضور سیاوش پھر آیا وہیں
تری ہو اجازت تو لے دلربا
یہ بہتر ہے ہم کو بھی اے نامجو
یہ کہکر خوشی سے وہ گلرو شتاب
ہوئی جا کے گلچہر خدمت کناں
فرنگیس کی ماں نے سونپا اسے
کیا کتخدا رسم آئین سے
کہ جسکا نہیں ہو سکے یاں بیاں
سنی جبکہ کاؤس نے یہ خبر

روانہ ہوا لیکے نہ صد سوار
خوشی سے وہ آیا وہیں پیشوا
بآئین دلخواہ و طرز نکو
تجھے دیکھ کر میں ہوا کامیاب
کیا جشن شاہانہ ترتیب ایک
برسم پسندیدہ تکریم کی
جوانمرد و دانا فرخ نہاد
کہ تجھسا ملکزادہ مہماں ہوا
ہوا وہ پرستندۂ شہریار
سیاوش سے اکروز اسنے کہا
وفور محبت ہے شام و پگاہ
بسر کر بعیش و طرب روز و شب
تو ہو شاہ ایران بجاہ و حشم
تو اسنے خوشی سے پذیرا کیا
کہا ہاتھ شہزادے کے کتخدا
نہ کرتا تھا کاؤس کو گاہے یاد
کہ چمکا نہ جسکے حضور آفتاب
دگر بار ساتھ اسکے ہوں کتخدا
لگا کہنے اس سے یہ خورشید جاہ
کہ سب سے رتبہ تو برتر ہے مجھے
وہ مژدہ خوشی سے سنایا وہیں
فرنگیس کے ساتھ ہو کتخدا
کہ تو شاہ توران کا داماد ہو
سوئے خانۂ شاہ افراسیاب
ہوا اس سے ہر ایک شاداں وہاں
ہوا خواہ دختر کا سمجھا اسے
فرنگیس کو ساتھ شہزادہ کے
سوا اسکے ہو کر بہت شادماں
کہ وہ بادشاہزادۂ نامور

وہ دریائے جیحوں سے گذرا شتاب
ادھر شاہ اور شاہزادہ ادھر
در شہر سے تا در شہریار
کیا تو نے توران کو گلستاں
دف و بربط و شاہد و جام مے
ملکزادہ کا پھر ہوا مدح خواں
نکو روئے خوش خلق و پاکیزہ خو
سنی جب یہ گفتار لطف و کرم
غرض روز و شب پیش گیتی پناہ
کہ تو ہے دل و جان افراسیاب
یہی اب ہے مقرون راز برین
بفضل خدا بعد کاؤس شاہ
یہاں سے ہے نزدیک ایران زمین
جریرہ کی تھی دختر گلعذار
جو دیکھا رخ دلبر سیمبر
کسی نے سیاوش سے پھر یہ کہا
تو ہوتا اگر اس دخت کا خواستگار
یہ ہے رسم شاہان عالی وقار
کہ معروف ہے خسرو نامور
کہا جا کے موبد نے سلطاں سے با
ہوا شاد شہزادۂ نامور
دیا سنکے گلچہر نے یہ جواب
لباس کنیزان لیل و نہار
گئی لیکے اسباب شادی تمام
پھر اپنی طرف سے بھی اسباب
رہا سات دن جشن شاہانہ واں
درّ و لعل اسپان و فیلان و زر
دیا شاہ نے اسکو دریا صفت
گیا بلخ سے سوئے افراسیاب

کیا الغرض سوئے افراسیاب
پیادہ ہوئے دور سے دیکھ کر
ہوا سر پہ شہزادہ کے زرنثار
ہوئی تیرے آنے سے رونق یہاں
مہیا تھی عشرت کی ہر ایک شے
کہ مجھسے سخن ہے تو اے نوجوان
حقائق شنو عاقل و راست گو
ہوا شاد شہزادۂ جم حشم
فزوں تھا سیاوش کا اعزاز و جاہ
ہوا جب سے مہماں افراسیاب
کہ اس شہر میں ہو کے مسکن گزیں
تو ہے وارث تخت و تاج و کلاہ
نہ زنہار جا روز و شب با کہیں
کہ گل چہرہ تھا نام رشک بہار
ہوا خوش ملکزادۂ نامور
کہ ساتھ اور کے کیوں ہوا کتخدا
تو رہتا خوشی سے تجھے شہریار
کہ زن چاہئے شوق سے تن چار
مری پرورش میں مثال پدر
پذیرا کیا شہ نے یہ التماس
کہا جا کے گلچہرہ سے یوں کہ گر
گرامی ہو نہیں کیجئے اب شتاب
فرنگیس کی ہو نہیں خدمتگزار
فرنگیس کی ماں ہوئی شاد کام
بصد شادمانی و عیش و طرب
بصد حشمت و جاہ و توقیر و شان
جہیز اسکو اسنے دیا اسقدر
کیا لطف سے شہریار ختن
ہوا شاہ کے دل کو اک اضطراب

ہوا یہ پسر کی جدائی کا درد	کہ ہر دم لگا کھینچنے آہ سرد	خفا ہو کے شاہ سے سوئے سیستان	روانہ ہوا رستم پہلوان
سپہدار توران سے پرخاش کا	ارادہ جو کاؤس کے دلمیں تھا	کہا شہ نے موقوف اور طوس کو	لکھا یونکہ پھر تو آئے نا مجو!

جانا شہزادہ سیاوش کا طرف ختن کے اور بوجہ ناموافقت آب وہوا جانا طرف دریائے گنگ کے وتیار ہونا قلعہ سنگین اور دیگر مکانات عالیشان کا اور حسد کرنا گرشیوز داماد افراسیاب کا اور مرنا سیاوش کا افراسیاب کے ہاتھ سے ۞

سیاوش ملکزادہ نامجو!
فرنگیش کو لیکے با فرو شان
تعین کئے مردمان جابجا!
لب گنگ اک جائے دلچسپ تھے
بنایا وہاں ایک حصن حصین
ہر اک جا تھے انواع نقش ونگار
سپہدار کاؤس عالیجناب
تھی سب کی صورت بخوبی عیاں
سوا اسکے بھیجا بہت مال گنج
سیاوش ملکزادہ اسواسطے
سپہدار توران ہوا شاد کام
حضور سیاوش روانہ کیا!
سیاوش سے رکھتا تھا وہ بغض و کین
ولے کینہ سینہ میں پوشیدہ تھا
بہت ساتھ اسکے مدارا کیا
تو پھر دلمیں اسکے ہوئی اور کد
تو ظاہر کیا یوں کہ اے تاجدار
دماغ اسکا نخوت سے یکسر پھرا
اطاعت سے تیری نہیں اسکو کام
سخنہائے باطل کو افراسیاب
لگا کہنے یوں شاہ توران زمین
مناسب ہے یہ اور بہتر یہی ہے -

گیا سوئے شہر ختن شادمان ۞
کہ ہووے جہاں خوب آب وہوا
ملکزادہ کو آکے منی گہی
حضور اسکے تھا پست چرخ بریں
بصد رنگ اس جلوہ گر تھی بہار
پشنگ و سپہدار افراسیاب
بنا ہر مکان غیرت گلستان
حضور ملکزادہ بیدرد ورنج
گیا چھوڑ تھا باپ کے گھر اُسے
رکھا پھر خوشی سے فرود اسکا نام
تحائف بہت بھیجے اسکے سوا
چاہیے تھا کمبخت بیداد دین
بظاہر تھا مداح شہزادے کا
نہ آیا وہ در تک ولے پیشوا
زیادہ ہوا اور کین وحسد
سیاوش سے غافل ہنوز ہے بہا
نہ کی میری تعظیم اسنے ذرا
یہی سوچتا ہے وہ ہر صبح وشام
سمجھ اور کہا لیں ہیں پیچ وتاب
کروں اسکو ضائع تو لازم نہیں
کہ بھیجوں اسے پیش کاؤس کے

ہوا جب کہ رونق فزائے ختن
خبر دو کہ مسکن گزین جا کے ہوں
کہ ہے اک مکان مثل باغ جنان
بنائے درون حصار بلند
گیومرث وجمشید فرخ نہاد
نریمان و سہم رستم وسام وزال
سنی شاہ توران نے جو یہ خبر
پری چہرہ گلشہر رشک چمن
ہوا ان دنوں اس سے پیدا پسر
وہیں طفل کے ہاتھ کو زعفران
کیا لیکے گرشیوز نامدار
کہ شہزادہ ہے نہ اس شان سے
گیا تہنیت نامہ وہ لیکے جب
بزرگی وخوردی کا آداب اں
وہ رخصت ہوا نامہ لیکے جواب
نہیں وہ سیاوش جو تھا پیشتر
فراہم بہت کی اب اسنے سپاہ
کہ ہے ملک توران میں پاؤں
دئیں اپنے دلمیں یہ لایا خیال
پناہ جو کوئی لاوے اپنے حضور
سنی جب یہ گفتار افراسیاب

غرض سپہدار توران سے ہو
نہ ہرگز خوش آئی ہوائے ختن
بآرام عیش وطرب واں ہوں
ملکزادے نے کی سکونت وہاں
مکان ہائے دلچسپ خاطر پسند
فریدوں منوچہر اور کیقباد!
کہ تھے جنگ گردان ماضی وحال
تو بھیجے وہاں اور اہل ہنر
کہ تھی حاملہ وقت عزم ختن!
کہ تھا حسن میں رشک شمس وقمر
لگا اور پنجہ کا اسکے نشان!
بحکم سپہدار توران دیار
نکل جائے اقلیم توران سے
ہوا شہزادہ قرین طرب
ثنا لایا بجا وہ ثریا نشان ۞
کیا یہاں سے جب پیش افراسیاب
بیاں کیا کروں اسکا میں کروفر
وہ رکھے دل میں خیال تباہ
خبردار اے شاہ والا تبار
کہ شہزادے کو یہاں سے دیجئے نکال
دغا ساتھ اسکے ہے دانش سے دور
تو کمبخت نے پھر دیا یہ جواب

کہ دیکھا سیاوش نے توران وبال　　سب احوال بانکا ہوا آشکار
یہ ہے مصلحت آشنا ارجمند　　کہ رکھے سیاوش کو اب کرکے بند
یہ سنکر لگا کہنے افراسیاب　　کہ پیش سیاوش تو پہنچا شتاب
سیاوش کو نامہ دیا جاکے جب　　کہا اُسنے پڑھکے یہ با صد طرب
یہ سنکر وہ گرسیوز بدنہاد　　یہ سوچا کہ گر یہ گرامی نژاد !
فریب اُسنے اسطرح وہیں کیا　　یہ شہزادہ نامور سے کہا
وہ خاموش رہا پھر یہ پاسخ دیا　　قسم دیکے شہزادہ نے پھر کہا
سیاوش کو اُسنے دیا یہ جواب　　کہ ہے بدگماں شاہ افراسیاب
نہیں چاہتا زیر چرخ بلند　　کہ پہنچے تری جان کو کچھ گزند
نہیں ہے گمان یہ مجھے زینہار　　کہ مجھپر کرے کچھ ستم شہریار
کیا کسطرح اسکو شہ نے ہلاک　　خلل کا نہ ہرگز کیا خوف و باک
ارادہ یہ اُسنے مصمم کیا　　کہ کھینچے تجھے زیر چرخ جفا
وہ بولا کہ ہوں پر سر راستی　　غلط شاہ سے ہو گمان بدی
مگر جبکہ اب تو ہے گر ہوشیار　　دہن میں بلا کے نہ جا زینہار
یہی مصلحت ہے کہ اب جاؤں واں　　بجالاؤں فرمان شاہجہاں !
غرض رفتہ رفتہ یہ پایا قرار　　کہاں کھئے عذر آنے کا ایکبار
کہ اے نامور بادشاہ جہاں　　یہی آرزو ہے کہ حاضر ہوں واں
ذرا بھی شفا ہو تو با چشم تر　　قدم بوسی حاصل کروں آن کر
حضور شہنشاہ توران دیار　　جو پہنچا تو بولا کہ شہریار
ذلیل اُسنے مجھکو کیا ہائے سخت　　کہ یعنی بٹھایا مجھے زیر تخت
کہا یوں کہ ہرگز نہ جاؤں یہاں　　جو چاہے کرے بادشاہ بیگماں
گیا اس طرف شاہ لیکر سپاہ　　کہ تا شہزادے سے ہو کینہ خواہ
ہوئی راست نزدیک سکے تمام　　لگا کہنے شاہزادہ ذوالکرام
فرنگیش یہ سنکے گریاں ہوئی　　کہاں اپنی خاطر پریشان ہوئی
کہا اُسنے چل تو بھی ادھر دلربا　　فرنگیش نے تب یہ پاسخ دیا
مجھے چھوڑکر یاں روانہ ہو تو　　سلامت تو لیجا غرض جان کو
روانہ ہوا اور کہا یہ سخن !　　کہ پیدا پسر ہوگے سیمتن !
یہ سنکر خبر شاہ افراسیاب　　مقابل سیاوش کے پہنچا شتاب
ہوئے سربسر قتل ایرانیاں　　رہا ایک تن بھی نہ زندہ وہاں

یقیں ہے کہ رستم کو لاوے یہاں　　کرے ملک تسخیر سب بیگماں !
بہانہ سے اسکو طلب کیجئے　　نہ تاخیر کو راہ اب دیجیئے
دلاسا اسے دیکے اب لا یہاں　　غرض لیکے نامہ ہوا وہ رواں
کہ پیش شہنشاہ والا جناب !　　سر و چشم سے جاؤنگا میں شتاب
روانہ ہو پہنچے شتابی وہاں　　تو باطل مری بات ہو بیگماں
کہا نا مناسب نہیں اب وہاں　　وہ بولا کہ کیا واسطہ کر بیاں
زباں تک سخن کو ذرا لایئے　　حقیقت ہے کیا مجھے فرمایئے
تو ہے اک ملکزادہ باتمیز　　مری جان سے اور دل سے عزیز
سیاوش نے سنکر یہ پاسخ دیا　　کہ سلطان نے داماد مجھ کو کیا
یہ سنکر وہ بدکار کہنے لگا !　　کہ اغریرث اسکا برادر جو تھا !
فراہم کیا تو نے لشکر جو یاں　　شہنشاہ توران ہوا بدگماں
کیا ہیں نے یہ راز تجھسے عیاں　　ویلے دلمیں اپنے تو رکھیو نہاں
لگا کہنے گرسیوز بدنہاد　　کہ وے نامدار گرامی نژاد
سیاوش سے سو سو طرح سے کہا　　کہ دوسوا اس ہرگز نہیں ہے سوا
ویلے اس نے ہر بات کو رو کیا　　کہ تھا دشمن جان وہ شہزادہ کا
فریب عدو واں ہوا کارگر　　لکھا نامہ شہزادہ نے زود تر
ولیکن فرنگیش رنجور ہے　　تو ناچار بندہ یہ مجبور ہے
وہ گرسیوز مدبر و کینہ جو　　روانہ ہوا اونسے لے نامہ کو
سیاوش ملکزادہ مغرور ہے　　دماغ اسکا اب عرش سے دور ہے
نہ ہرگز پڑھا نامہ کو ایکبار　　نہ میرا سخن کچھ سنا زینہار
سنی شاہ توران نے یہ بات جب　　ہوئی مشتعل آتش قہر تب
سیاوش نے جسدم سنی یہ خبر　　تو گفتار گرسیوز حیلہ گر
کہ جاتا ہیں گر پیش افراسیاب　　تو بیشک مجھے قتل کرتا شتاب
سیاوش سے بولی کہ اے نامدار　　گریزاں ہو اب سوئے ایران دیار
کہ اب پنج ماہ حمل مجھ کو ہے　　کرونگی میں کیونکر بھلا راہ طے
سواران جنگ آزما یک ہزار　　لئے واسنے ساتھ اور وہ نامدار
تو کیخسرو اس طفل کا رکھیو نام　　اُسے دیکھ کر رہیو تم شادکام
ہوا اس وہیں گرم بازار جنگ　　ہوا کار خنجر و تیغ و خدنگ
سیاوش کو بے اسپ آخر کیا　　سپہدار توران نے پھر یوں کہا

شجاع دلیر و قوی ہے یہ مرد
یہی مصلحت ہے کہ بکسر سپاہ
بھلا قتل یاں کس لئے کیجئے
تو پھر قتل کا حکم شہ نے دیا
رواں ہوکے پھر دانشِ افراسیاب
فرنگیش آئی حضور پدر
کہ ایران سے آنکے اے بادشاہ

دلیری و مردانگی میں ہے مرد
کرے تیر کا اسکو آماج گاہ
مگر زندہ اس کو پکڑ لیجئے
تو یوں پہلوان پیل سم نے کہا
مکان پر سیاوش کے آیا شتاب
پراگندہ گیسو و خستہ جگر
سیاوش ترے پاس لایا پناہ

سیاوش کے نزدیک ہو جائیگا
سپہ نے کیا رحم اور یوں کہا
ہجوم آخرش لا کے مرد دلیر
کہ شہزادہ کے قتل میں زینہار
ہوا دیکھ حیران وہ سارا مکان
خروشاں و گریاں و تن چاک چاک
کیا قصد کیوں اسکے اب قتل کا

تو بس جانکو اپنی تے آئے گا
سیاوش ہے اے نامور بیخطا
سیاوش کو بس لیگیا کر اسیر
نہیں چاہئے جلدی اے شہریار
کہ ہتی یکقلم غیرت گلستان
لگی کہنے یوں با دل دردناک
ستم بیخطا پر رکھا کیوں روا



نہ کر خستہ و خوار مجھ کو تو یاں
سمجھ بات کو اور رحمت کردہ کام

برائے خدا بخش اسکی تو جان ا
کہ نفرین کرے خلق تجھپر مدام

کہ دنیا کا ہرگز نہیں اعتبار
ابھی رستم و زال بھی زندہ ہے

نہ دم کا بھروسہ ہے کچھ زینہار
سر تخت قایم ہے کاؤس کے

ہوئی گرچہ زاری کناں شکنا
فرنگیش آخر ہوئی نا امید
یہ کہنے لگی ہوکے زاری کناں
خدا جانے کیا شہ پہ آئی بلا
مجھے باپ سے یہ نہیں تھی امید
غرض دوسرے روز اک پہلوان
گیا ساتھ اسکے وہ گریہ کناں
دلیر و جوانمرد جویائے نام
کیا سر کو آویختہ پھر شتاب
کہ پر سیاوشاں اس گیا کا ہے نام
سپہدار توراں کو وہ دردمند
شتابی فرنگیش کو باندھ کر
جو حاضر تھے اس بزم میں نامور
گیا سنکے پیران ویسہ شتاب
کہ سرور سے یہ بات کہنی ہے یہ
فرنگیش خواہان افسر نہیں
کہا شاہ نے یوں کہ اے
جو شہ سے کہا سو پذیرا کیا
ہوا فتنہ انگیز اندر سے کین

ولے بر سر رحم آیا نہ شاہ
ہوئی بس شب تیرہ روز سفید
کہ آیا وطن چھوڑ کے تو یہاں
جواب عہد و پیمان سے پھر گیا
کہ ہم سے ہیں لرزاں ہوا نا امید
بحکم سپہدار آیا وہاں!
سیاوش ہوا پھر مناجات خواں
کرے دشمنوں سے خدا انتقام
بحکم سپہدار افراسیاب
اٹھا تا ہی سود اس سے عالم تمام
لگی کرنے نفرین بہ بانگ بلند
تو کر ضرب و شلاق اب اسقدر
کہے کیوں لعیں نفرین کناں سربسر
کہ تھا دایہ شاہ افراسیاب
کہیں بھی یہ ہرگز نہ دستور ہے
طلبگار اورنگ پدر نہیں
ترے واسطے ہیں یہ بخت اسکی
فرنگیش کو اپنے گھر لے لیا
سیاوش کی تقصیر بھی کچھ نہیں

نہ خاطر میں لایا ذرا اسکی بات
حضور سیاوش گئی ماہرو
کہا شاہ نے تجھکو یزدان پسر
ترے خون پہ ہاے باندھی کمر
خدا تیری مشکل کو آسان کرے
سیاوش کو سوئے کفن لے گیا
کہ پیدا کرے داور داد گر
پھر اک طشت قاتل نے لاکر رکھا
رواں خون اسکا زمیں پر کیا
فرنگیش نالہ و گریہ کناں!
وہ گرشیوز اسوقت حاضر تھا واں
کہ گر جائے اسکا محل بیگماں
نہ طاقت کسی کے تھا کوئی نام جو
یہ بولا کہ اے سرور انجمن!
جو کوئی کرے وحشت پر یہ ستم
شہنشاہ کو ہے یا بس خاطر اگر
شہ لے اس سے پیدا ہو جب دم پسر
ہوا شاہ پر ظاہر آخر یہ راز
پشیماں ہوا خسرو نامدار

اٹھایا نہ خون سیاوش سے ہاتھ
کہ وہ دیدار آخر کی تھی آرزو
اسے تو نے سمجھا بجائے پدر
خدا کا نہ ہرگز کیا کچھ خطر!
دل بیکساں ہراساں کرے
سیاوش پہ دل پیل سم کا جلا
مرے تخم سے ایک فرخ سیر
کیا تن سے شہزادہ کا سر جدا
ہوئی خون سے روئیدہ واں اک گیا
سیاوش کے مشہد پہ آئی وہاں
سپہدار اس سے یہ بولا وہاں!
نہ تم سیاوش کا ہے نشان
کہ بالغ ہو اس سے جو شاہ کو
روا رکھو نہ ایذائے بیچارہ زن
کرے خلق نفرین آکے ہر دم
تو بھیجے فرنگیش کو میرے گھر
تو لانا مرے پاس آکے نامور
کہ بدبخت گرشیوز کینہ ساز
گر اسکی نظر و نے وہ نابکار

پیدا ہونا کیخسرو کا فرنگیش سے اور خواب پریشان دیکھنا افراسیاب کو

فرنگیش بیچاری خستہ جگر
رکھا نام کیخسرو اس طفل کا
نہ لایا غرض پیش افراسیاب
لیے شمع اک شخص آیا وہاں
کہ بیدار ہو خواب سے زود تر
ہوا خوف پیدا جو دیکھا یہ خواب
کہ یہ آج مجھ کو ہویدا ہوا
لگا کہنے وہ لے شہ نام جو

رہی تھی بآرام پیر انکے گھر
پھر اندیشہ پیر نے یوں کیا
بیاباں میں کودک کو بھیجا شتا
سیاوش سے دنبال اسکے ولد
شقاوت یہ ایام کے کر نظر
اٹھا کانپتا شاہ افراسیاب
فرنگیش سے پور پیدا ہوا
بیاباں میں پھنکوا دیا طفل کو

جو نو ماہ گذرے تو پھر ایک پور
کہ پیدا ہوا مثل شاہجہاں!
ادہر خواب میں شاہ توراں کو شب
لئے ہاتھ میں تیغ الماس کار
شب جشن ہے اور روز طرب
طلب شاہ نے پیراں کو وہیں کیا
کیا اس نے اقرار تب یوں کہا
یہ سنکر لگا کہنے افراسیاب

تولد ہوا حسن میں رشک حور
تو ضائع کرے طفل کو بیگماں
نظر آئی یہ واردات عجب
یہ کہتا ہے وہ سرور نامدار
کہ پیدا ہوا شاہ کیخسرو اب
جو حاضر ہوا وہ تو اس سے کہا
کہ اس طفل کو اب گھر پاس لا
کہ یاں کیوں نہ لایا دیا یہ جواب

ہوا خوف و اندیشہ اُسدم مجھے
کہ ضائع کرے تو مبادا اُسے
اور اب دو کے سر ناحق اس طفل کو
کرے قتل گر اے شہ نامجو
غرض اس نظر سے میں لایا نہیں
اُسے لا کے تجھکو دکھایا نہیں
سیادش کو جیسے کیا تھا ہلاک
کہ ہے تھا دل تاجور خوفناک
سنی بات پیران ویسہ کی جب
رہا وہ سپہدار خاموش تب
وہ پروردہ ہوکر بیابانمیں جب
ہوا دس برس کا بالطاف رب
کہیں تربیت تا کہ شام و سحر
سکھائے اسے الغرض سب ہنر
سیادش کے فرزند کو مردمان
بیاباں میں ڈال آئے تھے تا کہ واں
ولیکن یہ پہنچی خبر اب مجھے
کہ اس دشت سے ایک چوپان سے
مگر لوگ کہتے ہیں دیوانہ ہے
شعور و خرد سے وہ بیگانہ ہے
دپیش کیخسرو ذوالکرام
یہ پیران ویسہ نے بھیجا پیام
غرض لیگئے دشت سے مردمان
اُسے با لباس شہانی وہاں
لگا پوچھنے اس سے کچھ شہریار
وہ پاسخ لگا دینے دیوانہ وار
سنی گفتگو طفل کی اسنے جب
سپہدار ہنسکر لگا کہنے تب
جو کوئی بیابانمیں پروردہ ہو
نہ کودن ہو کیوں اے شہ نامجو
نہیں کچھ بد و نیک کا اس سے ڈر
نہیں کینہ جوئی کا ہرگز خطر!
سیادش کا جو ساختہ ہی مکان
عیاں ہی مزار سیادش وہاں
سنی جب یہ گفتار افراسیاب
تو پیران ویسہ نے اسکو شتاب
فرنگیش جسدم کہ پہنچی وہاں
تو ویران پایا وہ شہر و مکان
فرنگیش و کیخسرو مہ جبین

ہوا ایک تو ظلم یہ تجھسے آہ
سیادش کو کشتہ کیا بیگناہ
تو ایسا نہ ہو پھر کہ آوے بلا
تو ہووے گرفتار قہر خدا
تری بہتری چاہوں شام و پگاہ
کہ ہوں میں ترا بندۂ خیر خواہ
وہ دیکھے تھا خواب پریشان مدام
پراگندہ خاطر تھا ہر صبح و شام
نہ لایا زبان پر سخن کو ذرا
تو پوچھا پھر اس طفل کا ماجرا!
تو پیران ویسہ نے بھیجے وہاں
ہنرمند دانا و کار آگہان!
وہ پیران تھا شہ کا مختار کار
لگا ایکدن کہنے اے شہریار
نہ زندہ رہے کودک شیر خوار
نہ گردن پہ تیری ہو خون زینہار
خوشی سے اٹھا لیگیا اپنے گھر
کہا اسکو پروردہ مثل پسر
یہ پیران سے بولا افراسیاب
کہ دیکھو نہیں اسکو بلاؤ شتاب
کہ دیوانہ بن کر تو یاں آئیو
زبان پر پریشان سخن لائیو
کیا تاجور نے سلام اسنے جب
ہوا کچھ سپہدار شرمندہ تب
کہا شہ نے کچھ طفل نے کچھ کہا
سوال اور تھا وان جواب اور تھا
کہ یہ طفل دیوانہ ہے بیگمان!
یہ بولا وہ پیران ویسہ کہ ہاں
کہا شہ نے یہ طفل دیوانہ وار
نہیں ہے کسی کام کا زینہار
جو چاہو تو لیجاکے اس طفل کو
فرنگیش کے اب حوالے کرو
یہ کہدو کہ مسکن گزین جاکے ہو
رکھے پاس آپ اپنے فرزند کو
حوالے کیا بس فرنگیس کے
گیا گھر سے پھر اپنے رخصت سے
ملکزادہ کے مشہد خاک پر!
جو دیکھا تو ویرانہ ہے سربسر
ہوئے اسکے سایہ میں مسکن گزین

خبر ہونی بادشاہ کیکاؤس کو اور مارا جانا شہزادہ سیادش کا اور ڈھونڈنا رستم پہلوان کا زابلستان سے اور بدلہ لینا ساتھ فوج بھاری کے اور فتح پانی اوپر افراسیاب کے اور بعد فتح کے سات سال رہنا اندر توران وے

سنی شاہ کاؤس نے یہ خبر
کہ ترکوں نے کاٹا سیادش کا سر
کہ رستم کو زابل سے لے آئیاں
یہ سنتے ہی وہ رستم پہلوان
سیادش کا اسکو ہوا یہ الم
کہ قاصر ہے جسکے بیاں سے قلم
گیا اس سبب وہ یہاں سے نکل
گیا بلخ سے یعنی سوئے اجل

رہا ہو سکے دلگیر و اندوہگین!
کسی کو روانہ کیا پھر وہیں
روانہ ہو زابل سے آیا شتاب
حضور جہاندار کیواں جناب
یہ بولا کہ تھا اے شہ نامدار
اُسے خوف سودابہ کا نابکار
کہا شاہ نے سو یہ کمبخت ہے
مرا دل بتنگ اس سے اب سخت ہے

وہ بولا کہ اے شاہ آفاق گیر
کہ بدکیش ہے سخت بیداد گر
کیا قتل واں اسنے سودابہ کو
کروں قصد اب سوئے افراسیاب
دلیران و گردان ایران دیار
وہ پہونچے جو سرحد میں تورانکی
لڑے وقت پیکار کے وہ جوان
عزیزدل شاہ افراسیاب
گہ رزم سرخہ کو کرکے اسیر
لیا طوس نے خنجر تیغ جب
تصدق میں شہزادیکی روح سے
کرے ہے یہ الحاح وزاری بہیل
نہ ہرگز کروں رحم اے پہلوان
وہیں پھر سر سرخہ رو سیاہ
گئی جب خبر پیش افراسیاب
غرض لیکے پھر لشکر بیحساب
وہ لشکر مقابل ہوئے جب وہاں
کروں ساتھ میں جاکے رستم کی جنگ
تو میں ملکیت نصف بخشوں تجھے
اگر ساتھ اسکے کروں کارزار
یقین ہے کہ یہ پہلوان دلیر
عنایت کیا اور کہا یونکہ ہاں
کہ وہ رستم پیل تن ہی کہاں
یہ بولا کہ اک ترک سے آنکر
خروشاں ہوا تیغ میں جوں پیل مست
ہوا گیو جنگی پہ جب وقت تنگ
پر اس ترک نے کھینچکر تیغ کین
یہ بولا تو کرتا ہے جسکو طلب
تہمتن سے کہنے لگا پیل سم

تو اسکا بھلا کیوں ہے فرمان پذیر
کروں تن سے اسکے جدا جاکے سر
نہ بولا فرا وہ شہ نام جو!
قیامت کروں جاکے برپا شتاب
گئے ہمراہ رستم نامدار
مقابل ہوا ایک گرد آہن کے
ہوا قید ہستی سے آزاد واں
پئے جنگ و پیکار آیا شتاب
حضور پدر لیگیا وہ دلیر
یہ کہنے لگا طوس سے سرخہ تب
مجھے بخش اور درگذر خونسے
کہے تو اسے جانسے دوں امان
کروں قتل ترکو نکو پاؤں جہان
روانہ کیا پیش کاؤس شاہ
کیا گریہ اسنے مثال سحاب
روانہ ہوا شاہ افراسیاب
ہوا گرد سے مہر تاباں نہان
کروں غرق خون اسکو اب بیدرنگ
اور دختر مہ جبین دوں تجھے
تو جا نبرد نہ ہو پیل سم زینہار
کرے وقت پیکار رستم کو زیر
تہمتن سے جاکر جنگ یجوان!
جسے لوگ کہتے ہیں شیر ژیاں
نہ ہرگز لڑے رستم نامور
ہوا گرم کین ترک چالاک مست
مدد کو سرامرز تب بیدرنگ
کیا کینہ خواہونکو زخمی وہیں
وہ رستم بھی آیا خبردار اب
یہ ہے شرط مردی کہ تم اور ہم

جو کوئی کہ ہو سرور انجمن!
رہا سن کے خاموش شاہ جہان
تہمتن لگا کہنے یوں بعد ازان
یہ کہکر وہیں با سپاہ گران!
صغیر و کبیر اور پیر و جوان
کہ اس گرد کا نام آباد تھا!
یہ جب شاہ توران کو پہنچی خبر
فرامرز پور تہمتن وہیں لا
کہا طوس سے لیکے آنا مور
کہ تھا شاہزادیکا میں دوستدار
سر رحم آیا و طوس دلیر
یہ بولا تہمتن خدا کی قسم
شتاب اسکے تن سے تو کر سر جدا
شہنشاہ نے دروازے پر قلعہ کے
عزیز اس ستمگر کو تھا وہ پسر
شتابی سے پہنچا پئے کارزار
برادر جو پیران کا تھا پیل سم
کہا شاہ نے یونکہ گرشتہ ہو
یہ پیران نے سنکر گذارش کیا
کہا شہ نے پیل سم ہے جوان
براق اپنے پھر پیل سم کو تمام
وہیں پیل سم سوئے میدان گیا
یہ سنکر وہیں گیو جنگی سوار
یہ کہکر وہیں گیو نے بیدریغ
کمر میں گیا گیو کے نیزہ بند
گیا کرکے تیغ سرافشاں علم
ہوئے جبکہ زخمی فرامرز و گیو
یہ سنکر وہیں عطف کرکے عیان
کریں جنگ میدان میں ور نہ یہاں

یہ لازم نہیں ہو جو محکوم زن
گیا پھر شبستان میں وہ پہلوان
کہ اے شاہ شاہنشاہ جہان
روان سوئے توران ہوا پہلوان
سبھی تشنہ خون تورانیان
وہ یعنی کہ حاکم تھا سنجاب کا
تو شہزادہ اک سرخہ و نامور
مقابل ہوا اسکے از راہ کین
کہ مثل سیاوش اسے قتل کر
بہت اس کے غمسے ہوا اشکبار
یہ بولا کہ اے رستم شیر گیر
جہاندار کشور کشا کی قسم
یہ سنکر اسے ذبح اسنے کیا
کیا اسکو آویختہ کینے سے
ہوا اسکے غم سے بہت نوحہ گر
سوئے پہلوان آتا ایران دیار
وہ بولا کہ اے شاہ کیوان علم
ترے ہاتھ سے رستم نامجو
کہ رستم ہے گرد نبرد آزمار
دلیر و قوی بازوئے پہلوان!
ہے اور اک توسن تیز گام
یہ گردان ایران سے اسنے کیا
گیا سوئے میدان پئے کارزار
یہ چاہا کہ کھینچا اسے زیر تیغ
کہ زین سے جدا ہو وہ ارجمند
کیا نیزہ یکو پیل سم کے قلم
تو پہنچا تہمتن بھی کرکے غریو
وہ آیا سوئے رستم پہلوان
یہ ٹھہریں یہاں اب یہ دونو سوار

تہمتن یہ بولا کہ زیر فلک
نہ چاہی کبھی میں نے ہرگز کمک

یہ کہکر ہوا ترک سے گرم کین
اور ترک نے تیغ ماری ہیں

کہا دلمیں رستم نے ایسا سوار
نہ ترکوں سے دیکھا کبھی نہاں

کمر بند میں پیل سم کے وہیں
کیا بند نیزے کو ازروئے کین

سر خاک بد خواہ کو ڈال کر
خروشاں ہوا رستم نامور

اسے بخش اب دخت تاج و سریر
کہ یہ مصلحت ہے بہت دلپذیر

سیاوش کی جا پر وہ کی ہی جفا
اب اور و نے تو کریگا کیا وفا

نہ رستم سے کوئی مقابل ہوا
کہ یکسر زبوں دل سپاہ کا ہوا

کہ اے نامداران توران دیار
کہو کونسا آج جنگی سوار

سپہدار نے پھر مکرر کیا
سران سپہ نے یہ پاسخ دیا

اسے جب کہ رستم نے مانند گاہ
اٹھا زین سے پھینکا سو قلب گاہ

ہمارا ہو اب قتل منظور کر
تو پھر یگا کوئی نہ زینہار سر

ولے ہم سے ہوگا نہ یہ زینہار
جو اس اژدہے سی کرے کارزار

گیا آپ ناچار پھر قصد جنگ
گیا سوئے میدان غرض بیدرنگ

تو اب مجھسے ہو آنکے ہم نبرد
یہ سنکر ہوا خندہ زن شیر مرد

یہ کہکر گیا سوئے میدان شتاب
مقابل ہوا اسکے افراسیاب

سپہدار نے نیزہ اک آن کر
جو مارا سر رستم نامور

یہ چاہیے تھا پھر رستم ارجمند
کمر بند میں کرکے نیزہ کو بند

تہمتن نے مارا جو نیزہ شتاب
لگا بر سر اسپ افراسیاب

غرض ترک نے رخش کو زد در
دلیری سے مارا جو گرز آنکر

لگی ہاتھ فرصت تو افراسیاب
سوار اور گھوڑے پہ ہوکر شتاب

دلیری سے پھر رستم پہلوان
ہوا سوئے ہوماں جو حملہ کناں

وہیں لشکر رستم نام ور
تہمتن کے شامل ہوا آن کر

سہ فرسنگ چوں اژدہائی دماں
گئی فوج ایران تعاقب کناں

ہوئی فوج رستم ظفریاب جب
ہوا شاہ توران کو اندیشہ تب

روانہ کئے بس وہیں سر دماں
کہ تا شہزادے کو لے آویں یاں

وہ آیا تو پیران سے شہ نے کہا
کہا رکھیئے اسنے یہ پاسخ دیا

دیا بھیج شہزادے کو پھر وہاں
کہ تا کوئی اسکا نپائے نشان

بہت ملک تسخیر اسنے کیے
بہت گنج اور تخت و افسر لیا

کہا پھر یہ دونوں سے پھر جاؤ تم
توقف نہ اب درمیان لاؤ تم

شکستہ ہوئی لگ کے بس خود بر
ہوا لیکے پرور رستم کا سر

یہ ترک حلاوہ یہ چالاک دست
توانا و پر زور چوں پیل تن

اٹھا کر اسے زین سے جوں برگ کاہ
گیا جانب قلب توران سپاہ

کہا یوں کہ اے توران چار
یہ ہے پہلوان با شکوہ و وقار

با امید دخت و زر و ملک و گنج
یلاں کو تو کرتا ہے پامال رنج

یہ کہکر سنبھائے دشوار سخت
پھر اوسنے وہ گرد فیروز بخت

سپہر چرخ روز دیگر آفتاب
جو نکلا تو بولا یہ افراسیاب

مقابل تہمتن کے ہووے گا واں
رہے سن کے خاموش سب پہلوان

کہ تھا پیل سم ایک یل نامدار
توانا و پرزور جنگی سوار

کسے تاب ہے پھر کون ایسا مرد
کرے جو تہمتن سے جاکر نبرد

یہاں ہاتھ سے اپنے ہر ایک کو
تو کر قتل لے خسرو نامجو!

کہا پہلوانو نے جب یہ سخن
تو غمگین ہوا سرور انجمن!

کہا شاہ نے واں بہ بانگ بلند
کہ اے پہلوان رستم ارجمند

کہا جاکے یوں شہ توران سے اب
سیاوش کا کینہ بالطاف رب

ہوئی بارش تیر پہلے وہاں
لگی چلنے باہم سنان بعد ازاں

تو جا پہنچی چرم کمر تک سنان
رہا خیر سے لیک جسم جوان

زمیں سے سپہدار کو لے اٹھا
وہیں ایک جانب سی ہوماں گیا

یہ بیتابی اسدم ہوئی اسپ کو
کہ بس گر پڑا وہ شہ نامجو

ہوا رخش اس گرز سے دردمند
رہا لیک قائم یل ارجمند!

گریزاں ہوا چھوڑ کر میدان کو
بچا لیگیا اپنی وہ جان کو

تو ہوماں نے لی وانسے راہ فرار
گیا اسکے دنبال وہ نامدار

نہ تورانیوں میں رہی تاب جنگ
فراری ہوئے سربسر بیدرنگ

غرض اسلح ترک کشتے ہوئے
کہ کشتوں کے تا چرخ پشتے ہوئے

کہ شاہزادہ کیخسرو نام جو
پڑے ہاتھ رستم کے ایسا نہ ہو

گئے لوگ اور اسکو لائے شتاب
حضور سپہدار افراسیاب

رکھو اسکو دریائے چیں کے ادھر
کہ ہرگز نہیں ہے وہاں کچھ خطر

سپہدار توران کو کرکے تباہ
تہمتن ہوا ملک توران کا شاہ

سران سپہ کے لگے ہاتھ زر
تو انگر ہوئی وہ سپاہ سربسر

کیا قتل ترکوں کو بس جا بجا — نہ اک ترک واں جز رعیت رہا
جو لیتا کوئی نام افراسیاب — تو رستم اُسے قتل کرتا شتاب
تہمتن بصد فر و جاہ و جلال — رہا ملک توران میں تا ہفت سال
روانہ کیا لشکر بیحساب — بدنبال سلطان افراسیاب
تہمتن نے پھر قصد ایران کیا — طلب کرکے تب گیو کو یوں کہا
کہ اے گیو اب جا کے کر جستجو — تو کیخسرو نام بردار کو
غرض گیو کر کے رخصت وہ گرد — فرامرز کو ملک کر کے سپرد
ہوا سوئے ایران وہاں سے رواں — شگفتہ دل و خرم و شادمان
زر و مال و اسپان بازین و زر — غلامان ترک اور گنج گہر
گیا لیکے جب پیش کاؤس شاہ — بہت خوش ہوا شاہ گیتی پناہ

جانا گیو کا واسطے ڈھونڈنے کیخسرو کے اور پانا شہزادہ عالی تبہ کو اور لڑائی کرنا اندر ایران کے

یل نامور گیو جنگی سوار — بفرسودہ رستم نامدار
شتابی سے شبدیز پر کسکے زین — روانہ ہوا سوئے دریائے چین
کسی کو نہ ساتھ اپنے وہ لیگیا — فقط آپ تھا یا کہ شبدیز تھا
ہر اک جا سے لیتا ہوا راہبر — ہوا جادہ پیمان یل نامور
ہر اک سے تھا پرسان تب اُسکا — نشانِ ملکزادہ جم نشان کا
نشاں اسکا کوئی بتاتا نہ تھا — مکاں اسکا ہرگز وہ پاتا نہ تھا
ہر اک راہبر کو وہ جنگی جوان — کرے قتل تھا دشت کے درمیان
نہ پہونچائے تا کوئی جا کر کہیں — خبر پیش سالار توران زمین
رواں ہو گیا گیو جب بعد ازاں — یہ گودرز نے خواب دیکھا وہاں
کہ مسکن کا اپنے بتاتا ہے نام — ملکزادہ کیخسرو ذو الکرام
جو دیکھا تو پھر اسنے وقت سحر — روانہ کئے چند مردم ادہر
کہ تا گیو کے جا کے ہوں رہنما — رہیں ساتھ اب اسکے صبح و مسا
بتاویں سے اس جزیرہ کا نام — جہاں ہے وہ شہزادہ ذو الکرام
شتاباں ہوئے زیر چرخ بریں — نہ لیکن ملا گیو ان کو کہیں
اٹھاتا ہوا محنت و رنج و درد — شب و روز تھا گیو صحرا نورد
خورش گور گوشش بھی تھی چرم گور — بجائے نمک تھا وہاں آب شور
نہ خواب اسکو تھا اور نہ آرام تھا — بیابان نوردی سے بس کام تھا
گیا گیو دریائے چین سے گذر — نہ مقصد کا پھر ہاتھ آیا گہر
کہیں خسرو نامور کا نشان — نہ پایا تو عاجز ہوا پہلوان
لگا کہنے افسوس کرکے کمال — گئی رائیگاں محنت ہفت سال
خیال آگیا دلمیں یہ ایک بار — کہ پھر چلئے اب سوئے ایران دیار
ولے مردمی نے اجازت نہ دی — حیا نے بھی زنہار رخصت نہ دی
کیا گیو نے رنج پھر اختیار — رکھا سر سوئے وادی کوہسار
دو چار آگے جاکر ہوئے چند کس — یکایک ہوئے آن کر ہم نفس
لگے پوچھنے گیو سے ایجوان — تو سرگشتہ کیوں ہے اکیلا یہاں
یہ ترکی زبان گیو نے یوں کہا — مجھے شوق ہے بیشتر صید کا
کیا راہ کو گم شکار افگنان — بیابان میں آ گیا ناگہان
ولے یہ کہو یاں تمہارا گذر — کدہر سے ہوا جاؤ گے تم کدہر
کیا گیو سے یہ انہوں نے بیان — کہ پیران کے ہیں ہم فرستادگان
خبر لینے خسرو کی جاتے ہیں ہم — فلانی جگہ ہے وہ فرخ شیم
سنا یہ سخن جب تو وہ شیر مرد — ہوا انکے ہمراہ جادہ نورد
نمایاں ہوئی رفتہ رفتہ جو شام — تو یکجا کیا رہرواں نے قیام
کئی دن سے جو گیو بے خواب تھا — اسے خواب واں رات کو آگیا
ہوئے گیو سے کچھ وہ اندیشہ مند — کہ ایسا نہ ہو اس سے پہنچے گزند
اُسے خواب میں الغرض چھوڑ — وہاں سے وہ غائب ہوئے سر بسر
وہ جاگا تو ان کو نہ پایا وہاں — لیے خسرو نامور کا نشان
کیا تھا جو دریافت اسنے ادہر — روانہ ہوا گیو وقت سحر
پھر اک چشمہ پر جا کے پہنچا وہاں — یہ دیکھا کہ بیٹھا ہے اک نوجوان
گل تازہ کا سرو سر پر ہے ایک — کہ دست پر اسکے ساغر ہے ایک
عیاں ہے جبیں سے شکوہ شہی — نمایاں ہے یکدست فر بہی
کہا دل میں اپنے اسے دیکھکر — کہ شاید ہے یہ خسرو نامور
وہیں گیو نے اسکو کر کے سلام — گذارش کیا انکو اے ذو الکرام
مگر ہے سیاوش کا فرزند تو — جہاندار کیخسرو نام جو
یہ سنکر کہا اس جوان نے وہیں — کہ اے پہلواں مجھکو ہے یہ یقین

که ہے گیو گودرز کا تو پسر
لگا کہنے پھر یوں یل نیک خو
مرے باپ کا ایک ایوان ہے
سہم رستم و طوس و گودرزیاں
یہ بولا کہ اے خسرو خسرواں
پر اک اور بھی عرض ہے خسروا
مقرر سیہ ہوتا تھا نشان
سخن سنکے خسرو نے یہ گیو کا
یہ دیکھا تو شاداں ہوا پہلوان
کیا اسکو گھوڑے پہ اپنے سوار
فرستادہ پیران کے اس چشمہ پر
ہوئے جب نہ مقصد پہ وہ کامیاب
غرض گیو خسرو قرین طرب
مبادا کہیں مردماں حسود
وہاں ہیں اور اک گرد بہزاد نام
یہ سنکر گیا گیو جنگی جوان!
سوار انپہ ہو کر وہاں سے ہی
یہ پیران کو سنکر ہوا اضطراب
سہ صد لیکے ساتھ اپنے مردان کار
اسے دیکھکر گیو جنگی سوار
سنی تھی یہ اختر شناسوں نے بات
رہیگا یہ محفوظ آفات سے
ہر اک سمت گھوڑے کو دوڑائے اتنا
سپہر گیو جنگی پہ فتح و ظفر
کہا گیو سے شاہزادے نے لو
بدے شہا تیرے اقبال کی
ہوئے راہ پیرا وہاں سے روان
کہا گیو کا جا کے احوال جنگ
وہ کلباد کہتا تھا یہ بار بار

یہ سنکر وہیں پشت زیں سے اتر
کہا اے بادشاہزادہ نام جو
کہ خوبی سے رشک گلستان ہے
جو آویں تو پہچان لوں بیگماں
شکوہ کیانی ہے تجھسے عیاں
کہ بازو کو اپنے ذرا کیجے وا
سر بازوئے خسروان کیان
وہیں اپنا بازو برہنہ کیا
ادب سے ہوا وہیں سجدہ کناں
جلو میں ہوا گیو فرخ تبار
گئے جب تو پائی انہوں نے خبر
تو بس پھر گئے سوئے پیران شتاب
گئے جب فرنگیش کے پاس تب
خبر پاکے پہونچے یہاں شیر دل
بہت دلپسند اور ہے تیزگام
لیے سوئے چراگاہ اسپان رواں
فرنگیش و کیخسرو و گیو بھی
کہ ضامن تھا وہ پیش افراسیاب
گیا کرکے یلغر شقاوت شعار
ہوا آکے آمادۂ کارزار
کہ ہوویگا کیخسرو خوش صفات
غرض جمع خاطر تھی اسباب سے
نہ ترکوں کو خاطر میں کچھ لاتا تھا
گیا پیش کیخسرو نامور
کیا تو نے بیدار مجھکو نہ کیوں
مخالف کی سب فوج پایا ہی
وہ کہا جو کچھ ہاتھ آیا وہاں
ملامت کی اسنے اسے بیدرنگ
نہیں سام و رستم سے کم وہ سوار

دیا گیو نے اپنے سر کو جھکا
مجھے تو نے پہچان کیونکر لیا
کھنچی صورت پہلوان تمام
ولے کسطرح تو نے جانا مجھے
تری شان سے یہ ہوا آشکار
نشان کیاں تا پدیدار ہو
کہ تھا یعنی ارث کی کیقباد
برہنہ ہوا جب کہ بازوے شاہ
سپہدار توران و ایران کا
قرین طرب واں سے ہو کر رواں
کہ اک گرد اقلیم توران کا!
فرستادہ گودرز کے پھر وہیں
وہ بولے کہ تاخیر کیجے نہ یاں
یہاں سے ہے نزدیک اک مرغزار
سیاوش کے گلے کا ہے اک سمند
وہیں کرکے لایا اسیر کمند
روانہ ہوا سوئے ایران دیار
روانہ کیا اسنے کلباد کو
ادھر خواب میں تھا وہ بیداد بخت
پکڑ گرز اور کھینچکر تیغ تیز
جہاں تاجور بادشاہ عظیم
وہ گرد دلاور یل شیر زادے
جو میداں میں مغلوب ترکان ہوئے
کیا جنگ کا ماجرا سب بیاں
وہ بولا نہ تھا یہ گوارا مجھے
ہوا شاد واں خسرو پاک دین
گیا جب کہ کلباد پیران کے پاس
کہ اک پہلواں ہے باہیں فر و شان
ولیکن نہ پیران کو تھا کچھ یقین!

ادب سے زمین بوس حاصل کیا
تب اس نوجوان نے یہ پاسخ دیا
بتایا مجھے ماں نے ہر اک کا نام
ہوا نام معلوم کیونکر تجھے
کہ ہے تو ہی کیخسرو نامدار
تشفی گزین خاطر زار ہو
ولیس و رشتی و نسل نژاد
نمایاں ہوا وہ نشان سیاہ
بیاں ماجرا اسکے آگے کیا
جہاں تھی فرنگیش آئے وہاں
یہاں سے ملکزادہ کو لے گیا
گئے پھر کہیں گیو پایا نہیں
ابھی ہو چلے سوئے ایران رواں
گلہ اسپان سلطان توران دیار
اسے جاکے لائے یل ارجمند
نہ تھا وہ اسپ اور بھی اک سمند
ہوئی ساتھ تائید پروردگار
بدنبال کیخسرو نامجو
کہ پہنچا ادھر وہ نگونسار بخت
بیاباں میں برپا کی اک رستخیز
بتائید فضل خدائے کریم
کہ رکھتا تھا اس قول پر اعتماد
سراسیمہ یکسر گریزاں ہوئے
ہوا سنکے خسرو تاسف کناں
کہ بے جنگ کرتا جگا کر تجھے
کہا مرحبا صد ہزار آفرین
عیاں اسکے چہرے سے تھا بیم و یاس
گریزاں ہوئے تین سو پہلواں
ہوا سنکے یہ ماجرا خشمگین

سپہ لیکے توراں سے پھر بیکراں
سپہدار پیران کینہ پژوہ
ہراول تھا اسکا دلاور پشن
نمایاں ہوا دور سے جب علم
جگایا وہیں خسرو و گیو کو
ستیزندہ افواج توران سے ہے
ابھی تو نے پیکار دیکھی نہیں
کہا پھر یہ خسرو نے اے شیر مرد
یہ سنکر دیا گیو نے پھر یہ جواب
نہ رستم سے زنہار کمتر ہوں میں
اور اپنی مجھے دختر مہ جمال
مرا خالق مہر و مہ یار ہے
یہ کہکر وہیں گیو جنگی سوار
پشن سے لگا کہنے وہ پہلوان
تو ہی گیو آیا ہے ایران سے
یہ کہکر اٹھایا جو گرز گران!
نہ ہرگز ہلا گیو مرد دلیر
تو جوشن سے کرکے پشن کے گلے
وہ پیراں دلیسہ پھر آیا وہیں
ولیکن خبردار اب اے جوان
فرہ پارہ اور چاک کر پیرہن
کہ میں ہر دو زن کو تیری چھین لے
جہانگیں بجز رستم شیر مرد
کیا کشتہ و خستہ گرد آنکے
کوئی زندہ اس فوج میں بچ رہے
وہاں سے میں پھر آؤں باکر و فر
یہ گفتار جنگی یل نامور
کہ جا در گذر اب تجھے جینے کی
یہ کہکر وہیں گیو جنگی جوان

ہوا آپ پیران ولیسہ رواں!
کہ ہر روز چلتا یک صد گروہ
تو یکدشت گردنکش و پہلتن!
تو سوچی فرنگیس فرخ شیم
ہوئے جبکہ بیدار کے نامجو
تن خیل ترکاں کروں غرق خون
مبادا کچھ آسیب پہنچے کہیں
کرونگا مدد تیری وقت نبرد
کہ اے تاجدار ثریا جناب
ہنر اور قوت میں یکسر ہوں میں
تہمتن نے دی ہے کو شاد کمال
اور اقبال شاہی مددگار ہے
گیا سوئے میدان پئے کارزار
کہ تو کون ہے تک بتا اے جوان
چرا لیچلا شہ کو توراں سے
تو لایا سپر سر پہ وہ نوجوان
رہا پشت توسن پہ قایم چو شیر
ہوئی کالبد پر سنان کارگر
لگا گیو سے کہنے از روئے کیں
کہ میں آن پہونچا بگرز گراں
عوض اسکے پہناؤں تجھکو کفن
پکڑ لیگیا تھا رہ کین سے
نہیں ہے کوئی بھی مراہم نبرد!
ہزاروں سواروں کو توراں نے
تو پھر کھو مت مرد میدان ہے مجھے
جہاندار خسرو کو لے کر ادھر
ہوا سنکے پیران کے دل پر خطر
رہائی تجھے ہاتھ سے اپنے دی
ہوا اسکو بدخواہ حملہ کناں!

فرنگیس رشک مہ و آفتاب
تفحص کناں جا کے پہنچا وہاں
وہ کیخسرو و گیو سوئے تھے واں
وہ پیران دلیسہ جب آیا ادھر
تو کہنے لگا خسرو نامدار
وہ بولا کہ اے شہ فرخ خصال
مرے تن میں ہے جب تلک جان زار
ادھر تو ہے تنہا ادھر کینہ خواہ
تہمتن کے مانند ہے کہیں
بہت اس نے ہاں آزمایا مجھے
لگا کہنے پھر گیو فرخندہ خو!
بلندی پہ آکر تماشا تو دیکھ
ادھر سے پشن لیکے نیزہ بڑھا
دیا پاسخ اسنے کہ ہو نمیں پشن!
یہ درزی تو کرکے کہا جائے گا
لگی ضرب گرز گران اس قدر
سپر چھوڑ کر لیکے نیزہ وہیں
ہوا غرق خوں میں سراپا بدن
کہ تو نے مری فوجکو دی شکست
ترے سر پہ لاتا ہوں کیا کیا بلا
دیا اس جوانمرد نے یہ جواب
تیری تاب کیا ہے جو میدانمیں تو
تہمتن کو دیکھا ہے تو نے وہاں
اور اب فوج کو تیری میدانمیں
گرفتار کرکے پھر آنا بکار
نہ توران رہے پھر نہ افراسیاب
ہوا نا امید اپنی وہ جان سے
یہ بولا کہ تو نے تو چھوڑا مجھے
وہ پیران گریزاں ہوا بیدرنگ

نہ رکھتی تھی زنہار لاغری کی تاب
ملکزادہ منزل گریاں تھا جہاں
کہ پہنچے وہاں جاکے تورانیاں
ہمیں تاکہ لیجا کے پابند کر
کہا اے پہلوان میں بھی تو آگیا
تو ہے نوجوان بلکہ ہے خردسال
یہ شایاں نہیں تو کرے کارزار
رکھے ہے بہت ساتھ اپنے سپاہ
وقت مدد دینکا ہے چاہی نہیں
برابر عرض اپنے پایا نہیں
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
سر جنگ کرتا ہوں کیا کیا تو دیکھ
ہوا گیو یل سے وہ جنگ آزما
سرافراز گردان ایل ہیل تن
یہاں سے تو جانے نہیں پائیگا
رواں خوں ہوا بر تن ہوئے سر
جو مارا دلاور نے از روئے کیں!
ہوئی پس تہ خاک جائے پشن
کیا سر بلند و نکو یکدست پست
تہ خاک دیتا ہوں تجھ کو ملا!
وہی ہو نمیں اے ترک خانہ خراب
مرے ساتھ ہو آنکے جنگ جو
کہ تنہا کئے یازدہ پہلواں!
نہ تیغ کھینچوں میں اک آن میں!
تجھے لیچلوں سوئے ایران دیار
کروں ملک توراں کو یکسر خراب
لگا کہنے اس مرد میدان سے
ولیکن میں کب چھوڑتا ہوں تجھے،
کہ دیکھی نہ زنہار یارائے جنگ

وہیں پھر دلاور نے پھینکی کمند ۔ کہ ہو جائے گردن میں پیران بند
ہوئے ترک اسوقت حملہ کناں ۔ لگے چلنے واں تیغ و تیر و سنان

وے اس جوان کے فراجیم پر ۔ کوئی زخم ہوتا نہ تھا کارگر
یہ دیکھو دلیری گروہ بلند ۔ کہ اک ہاتھ سے کھینچتا تھا کمند

اور اک ہاتھ سے اہرم وہاں ۔ چپ و راست تھی ضرب گراں
وہ پیران کو لایا وہاں کھینچکر ۔ جہاں تھا ملک زادہ نامور

کمند اسکے تھے ہاتھ میں وہ جوان ۔ گیا پھر پئے جنگ تورانیاں
مقابل نہ آیا کوئی زینہار! ۔ ہوئے جادہ پیمائے دشت خزار

ظفر یاب ہو زیر چرخ بلند ۔ گیا پیش خسرو دل ارجمند!
کیا عرض اے خسرو نامجو ۔ کروں قتل پیران بدکیش کو

بعد عجز پیران زاری کنان ۔ وہ لایا تھا عذر خطا بر زبان
ز روئے عنایات و شفقت ہیں ۔ لگا کہنے یوں خسرو پاکدین

کہ اے گیو یہ ترک ہی دوستدار ۔ مخالف ہمارا نہیں زینہار
فرنگیش نے بھی کہا یونکہ ہاں ۔ یہ اپنا نکوخواہ ہے بیگماں

رکھا اسنے خسرو کو جو پاکے گھر ۔ بد اندیش سے تا نہ پہنچے ضرر
بخوبی وہاں بھیجکر دایہ کو ۔ کیا پرورش اس گرانمایہ کو

شب و روز حاضر تھے خدمتگذار ۔ پئے خدمت خسرو نامدار
رہا ہم کو پیران جوں سی کیا ۔ شرائط نکوئی کی لایا بجا!

وگرنہ ہمیں شہ توراں زمیں ۔ کیا چاہیے تھا قتل از رہ کیں
تو ہرگز نہ رکھ خون اس کا روا ۔ کہ ہے یہ سزاوار لطف و عطا

اگر بعد نیکی کے اے پہلوان ۔ ہوئی اک خطا اس سے سرزد یہاں
تو ہرگز شمار اس خطا کا نہیں ۔ کچھ اسکی طرف سے نہ رکھ دل میں کیں

غرض اسکی جان بخشی ہی اب ضرور ۔ نہ کیجے ہی لطف و کرم سے دور
گذارش پھر اس پہلوا نے کیا ۔ یہ کھائی ہے میں نے قسم خسروا

کہ گلگوں کروں اسکے خون سے زمیں ۔ لگا کہنے پھر خسرو پاک و دین
کہ اک ہاتھ خنجر پہ گستاخ کر ۔ تو اب کان میں اسکے سوراخ کر

جو ٹپکے ذرا تیرے خنجر سے خون ۔ تو پھر بیگماں ہو زیاں لاکھ گون
رہا کر اسے بند سے بعد ازاں ۔ کہ تا ہو وے یہ سوئے توراں رواں

غرض گیو نے اسطرح سے کیا ۔ کہ جسطرح خسرو نے فرمایا
رواں ہوکے پیران وہ بشتاب ۔ وہاں سے گیا پیش افراسیاب

حقیقت جو کچھ تھی سو یکسر کہی ۔ ہوئی شاہ توران کو جب آگہی
تو غم سے ہوئیں اسکی آنکھیں پر آب ۔ لگا کرنے افسوس افراسیاب

گئے مرزباں سو جیحوں وان ۔ کیا حکم یوں بر گذرباں کہ ہاں
کہ اس شکل سے ایک ان مرد وہ ۔ جدھر جاوے تم قتل انکو کرو

سپہدار توران بھی پھر بعد ازاں ۔ ہوا آپ پھر فوج لیکر رواں
ہوا گرم بلغرشہ کینہ جو ۔ کہ جانے نہ دے خسرو گیو کو

وہ چلتا تھا ہر روز یہ صد گروہ ۔ لئے ہاتھ تورانیوں کے گروہ
لئے ہر زبان فضل لطف خدا ۔ مددگار تھا خسرو و گیو کا

گئے رفتہ رفتہ وہ جب گھاٹ پر ۔ تو جیحون طغیانی آیا نظر
گیا گیو وہیں گذربانکے پاس ۔ گذرباں لگا کرنے گفتار پاس

کہا یوں سند ہے ترے پاس گر ۔ تو کشتی میں جا شوق سے بیٹھکر
یہ سنکر لگا کہنے وہ پہلوان ۔ سند گم ہوئی راہ میں ناگہاں

گذرباں نے پاسخ دیا یہ کہ خیر ۔ ملیگی نہ کشتی سند کے بغیر
مگر تم یہ اسپ سیہ مجھکو دو ۔ گذر پھر یہاں سے بخوبی کرو

کہا گیو نے تب کہ اے نوجوان ۔ ہمارا خداوند زادہ ہے یاں
نہ دیگا یہ گھوڑا تجھے زینہار ۔ ہمارا نہیں اسپہ کچھ اختیار

گذربان نے پھر یوں کہا اے عزیز ۔ حوالے مرے کیجئے یہ کنیز
یہ سنکر کیا گیو نے یہ بیان ۔ کہ اسکی ہے یہ مادر مہربان

کہا یہ گذرباں نے پھر گیو سے ۔ کہ دو تاج و زر اس لیکر مجھے
پھر اس سے یہ اس پہلوانے کہا ۔ نہ دیگا یہ افسر کہ ہے بے بہا

سوا اسکے یہ ہے نشانی جدا ۔ نہ اسکے لئے کیجے زنہار کد
یہ بولا کہ اپنی زرہ دے مجھے ۔ یہ بولا کہ یہ تو نہ دونگا تجھے

وے اور چندیں زرہ لیجے ۔ نہ ہٹ اس زرہ کیلئے کیجئے
گذرباں یہ کہنے لگا اے عزیز ۔ طلب کی ہے میں نے جو چاہے تجھے

گر انہیں سے دو گے نہ تم ایک بھی ۔ تو یاں سے نہ ہوگا گذارہ کبھی
لگا گیو پھر کہنے نرمی وہاں ۔ کہ لازم تھی ہرگز نہ گرمی یہاں

ولیکن گذرباں ہا تند و سخت ۔ لگا کہنے تب گیو فیروز بخت
کہ ناچار دریا میں آتے ہیں ہم ۔ گذرباں سے پا آپ چلتے ہیں ہم

وہ سمجھا کہ بیہودہ گفتار ہے ۔ کسی کی نہیں تاب نہار ہے
پھر آہستہ خسرو سے وہ پہلوان ۔ یہ بولا کہ اے خسرو خسرواں
مبادا کہیں شاہ افراسیاب ۔ یہاں کرکے یلغار پہنچے شتاب
پھر آخر ہوا بادشاہ عظیم ۔ فریدوں بفضل خدائے کریم
سنی گیو سے جب خسرو نے بات ۔ تو غیرت میں آیا وہ فرخ صفات
گذر کر گئے و لنے پایاب بس ۔ کہ اقبال تھا ہمدم و ہم نفس
پھر اتنے میں پہنچا وہاں مشق آب ۔ کنارے پہ پہنچو تکے افراسیاب
تو وہیں گذربان سے کشتی منگا ۔ اترنے کا شہ نے ارادہ کیا
تو ہرگز نہ جا پانسے دریا کے پار ۔ کہ ہے فوج ایرانیاں بیشمار
غرض پھر گیا شاہ توراں ہیں ۔ بصد رنج و غم سوئے توران میں
بجا لائے وہ شکر یزداں ہاں ۔ ہوئے پیشتر پھر وہانسے رواں
روانہ کیا پیش کاؤس شاہ ۔ ہوا شاد پڑھ کر وہ کیواں کلاہ
گئے پیشوا ہر سہ نام آوراں ۔ گئے اور بھی ساتھ والا سراں
جب آیا وہ کیخسرو نامدار ۔ ہوا دیکھ کر چشم تر شہریار
وہ لایا بجا رسم عجز و نیاز ۔ ادب سے حضور شہ سرفراز
کہ اس تخت پر بیٹھ لے کامدار ۔ وہ بیٹھا تو شادان ہوا تاجدار

پس از رف دریا سے جاو گذر ۔ کہ ہے جسمیں مرغابیونکو خطر
توقف نہیں ہاں مناسب ہے اب ۔ کریں گے وہ یلغار بڑا ہے غضب
فریدونکو لایا تھا یاں کا وہ جب ۔ وہ جیحو نسے گذرا تھا ما اب ست
لگا ورکو اب کے تو دریا میں ڈال ۔ کہ فضل خدا سے مبارک ہے فال
کیا اسنے جیحوں میں گھوڑا رواں ۔ فرنگیش اور گیو بھی بعد ازاں
گذربان تعجب میں تھے بسبر ۔ ہوئے لوگ حیرت زدہ دیکھکر
فرنگیش کیخسرو و گیو کو ۔ جو دیکھا شتابا ہوا کینہ جو
لگا کہنے ہوماں کہ اے بادشاہ ۔ ترے ساتھ آئی بہت کم سپاہ
نگہبان تو ملک توران کا ۔ نہ کر قصد اقلیم ایران کا
فرنگیش کیخسرو و گیو جب ۔ قلمرو میں ایراں کے آتے ہیں سب
کسان و زمیندار کرکے طلب ۔ رقم کرکے اک نامہ با طرب
وہیں طوس و گرگین و گودرز کو ۔ کہا جا کے تم پیشوائی کرو
جہاندار نے با نشاط و خوشی ۔ شتابی سے آرائش شہر کی
اتر تخت سے بھی بغل میں لیا ۔ سر و چشم پر اسکے بوسہ دیا
طلب کرکے پھر اک اورنگ زر ۔ لگا کہنے خسرو سے یہ تاجور
نہ تنہا ہوا خوش شہ بینظیر ۔ ہوئے شاد و خرم امیر و وزیر

ایرانیون کا کیخسرو کی اطاعت پر کمر باندھنا اور بادشاہ بلند وقار کے حکم کے بموجب تیار ہونا اور بہرجانا طوس کا کیخسرو سے اور اغوا کرنا فریبرز شاہ کاؤس کو اور تیار ہونا سامان جنگ طوس و گودرز کے درمیان اور لشکر کھینچنا دونوں کا اور منع فرمانا کاؤس کا اور طلب کرنا دونوں کو اپنے سامنے اور بھیجنا فریبرز کا کیخسرو کو قلعہ کے جنگ اور تباہ ہونا فریبرز کے لشکر کا اور فتحیاب ہونا شاہ کیخسرو کا ؛

دلیران و گردان والا تبار ۔ وہ جتنے تھے گردن فراز وہاں
یہ خسرو کہ پور پسر ہے مرا ۔ جگر گوشہ نور بصر ہے مرا
ہوئے وہیں خسرو کے فرمانبر ۔ سوا طوس کے سب صغیر و کبیر
کہ تو شاد کاؤس کا ہے پسر ۔ سزا اور وہ دیہیم اورنگ زر

یہ اسنے لگا کہنے وہ شہریار ۔ کہ اے نامداران ایران دیار
تم اسکی اطاعت کرو اختیار ۔ خوشی سے بحکم شہ نامدار
کہ تھی مغز و بے عقل جو طوس تھا ۔ فریبرز سے جا کے کہنے لگا
اطاعت جو خسرو کی تم نے حضور سے ۔ کرو نہیں تو ہے عقل و دانش سے دور

بہت اُسنے اعزاز و اکرام کر
کیا جشن گودرز نے اپنے گھر
بزرگان ایران گئے سب ہاں
یہ کہنے لگا گیو سے ایجوان
نہ خسرو کے آگے میں ہرگز جھکوں
تو اے گیو ہاں اسکو لایا عبث
دلاور جواں ہے قوی جنگ ہے
یہ گفتا سن گیو فرخندہ خو!
ثنا خواں تھا ہرچند وہ پہلوان
کیا طوس کا ماجرا سب بیاں
یہ کہکر گیا اسپ پر ہو سوار
پسر اور نبیرہ تھے ہفتاد و ہست
رکھے ساتھ تھا کاویانی درفش
جو ہو گرم بازار پیکاریاں
بہم دیکھ کر جنگ جوئی شتاب
خبر شاہ کاؤس کو کیجئے!
جو پہنچا یہ فرمان جہاندار کا
مناسب ہے اب اور یوں نے صلاح
کیا طوس نے عرض یوں پیش شاہ
کہ ہے پور شاہ خلائق پناہ
یہ سنکر وہ گودرز کہنے لگا
کرے روح کو اب سیاوش کی شاد
بسانِ فریدوں فرخ خصال
فریبرز کو ہے یہ طاقت کہاں
تو کیوں جہل کا کارفرماں ہوا!
کہا طوس نے تو ہے اے شور بخت
ترا باپ تھا مفلس و ناتوان
ہماری جو کی بندگی اختیار
تو سن گوش جانے کہ کچھ زینہار

خوشی سے دیا طوس کو گنج و زر
رکھا اک مرصع وہاں تخت زر
بفرمان کاؤس شاہ جہان:
تو اب طوس کو جا کے لے آ یہاں
نہ اس جنگلی کی اطاعت کروں
یہ رنج اسکی خاطر اٹھایا عبث
سزاوار دیہیم و اورنگ ہے
یہ بولا کہ کیخسرو نام جو ہے
وہ لے طوس ہر دم تھا نفرین کناں
غضبناک سنکر ہوا پہلوان
سو طوس جنگی پئے کارزار
غرض اس چشم سے گیا سوئے دشت
کہ تھا فتح کی وہ نشانی درفش
تو بس کشتہ ہو فوج ایرانیان
کرے قصد ایران افراسیاب
کہے شاہ جو کچھ وہ سن لیجئے
کہ اے گرد گودرز جنگ آزما
کہ تو اور طوس ہوئے دیاں صلاح
کہ ہوں جا کرو بندۂ بارگاہ
وہ ہے وارث تخت و تاج و کلاہ
سیاوش نہیں پور تھا شاہ کا
نہ ہے ہاتھ پر رسم و آئین و داد
لگا در کو دریائے جیحوں میں ڈال
کہاں تو دلیری یہ جرأت کہاں
مگر تجھ کو اے طوس سودا ہوا
تو کہتا ہے کیا اب سخن ہائے سخت
غریب ایک آہنگر اصفہاں
ہوا تب وہ سردار عالی تبار
نہیں مجھکو آہنگری سے ہے عار

سر چرخ خورشید رخشندہ جب
سر تخت کیخسرو نامدار
وہ اے طوس بے عقل و بے دین و داد
گیا گیو جب طوس بولا یہ تب
وہ ہے عقل و ہوش و خرد سے تہی
فریبرز فرزند کاؤس کا!
کروں اب میں اسکی پرستندگی
بدبیر و فرزانگی فرد ہے
غرض ہو کے آشفتہ و خشمگین
بزرگوں سے گودرز کہنے لگا
دلیران جو با شوکت و جاہ تھے
گیا طوس بھی سامنے بیدرنگ
مقابل ہوئیں جبکہ دونوں سپاہ
نہیں کچھ بھی ہرگز نہ ہو فائدہ
پیام اسنے بھیجا یہ گودرز کو
جو پہنچی شہ نامور کو خبر
سپہ کھینچی اب کس لئے طوس نے
گئے طوس و گودرزیاں سو بہم
جو شہ شیر شاہی سو آیا یہاں
نبیرے کو شاہی حضور پدر
ہوا کشتہ ناحق وہ بیچارہ آہ
کرے یعنی خسرو کو اب بادشاہ
دلیرانہ آیا وہ عالی تبار
دلیراں بحکم شہ دادگر
ہوا یہ سچ ہی کہ گودرز کا ہے پور تو
ہوا مجھسے گستاخ یوں ہے غضب
نہ سردار زادہ نہ فرزند شاہ
دیا وہیں گودرز نے یہ جواب
کہ خوبی بشر کی ہے مردانگی

ہوا جلوہ گر دوسرے روز جب
ہوا رونق افزا بجاہ و وقار
نہ آیا تو گودرز فرخ نہاد
کرے ہے مسخر ترا باپ اب
نہیں ہے سزاوار تاج شہی
رکھے ہے دلیری و فہم و ذکا
بجالاؤں رسم درہ زندگی
دلیر و شجاع و قوی مرد ہے
حضور پدر گیو آیا وہیں!
مٹاؤں جہاں سے نشاں طوس کا
وہ سب دو ہزار اسکے ہمراہ تھے
سواران جنگی لئے بیدرنگ
لگا کہنے تب طوس زریں کلاہ
اگر شاہ توران کا ہو مدعا!
کہ پیکار موقوف یکدم رکھو
کہ گودرز اب چڑھ گیا طوس پہ
خرابی پہ کیوں تو نے باندھی کمر
حضور جہاندار کیواں علم!
فریبرز ہو بادشاہ جہاں!
نہیں پہنچے زینہار اے نامور
مناسب یہی ہے کہ کاؤس شاہ
کہے وہ سزاوار تاج و کلاہ
گیا کچھ نہ خوف و خطر زینہار
ہوئے تابع خسرو نامور
تو دیوانہ ہے اور وہ تھا تند خو
مگر آپ کو یوں گیا بھول اب
نہ زینہار تھا صاحب عز و جاہ
کہ خاموش اے طوس خانہ خراب
ہنرمندی و خلق و فرزانگی!

میرا باپ تھا کاوہ نیک مرد — تہور میں یکتا دلیری میں فرد
کیا عہد ضحاک کا اُسنے چاک — نہ لایا ذرا دل میں کچھ خوف و باک
فروزندہ کاویانی درفش ! — وہ کاوہ ہی طوس زرینہ نقش
کہ جسکا بشر میں ہوں جنگی سوار — مرا تیر و نیزہ ہے جوشن گزار
یہ طاقت کہاں اور تیری تاب کیا — جو ہو ساتھ میرے تو جنگ آزما
کہا طوس نے اے سرافراز پیر — یہ گفتار تیری نہیں دلپذیر
اگر ہے تو مرد شجاع و دلیر ! — تو میں ہوں شجاعت کے بیشے کا شیر
گراں کوہ سا گر ترا گرز ہے — میری تیغ بھی آب البرز ہے
کرے تیر جوشن سے تیرا گذر — سناں میری اُترے جبلکا جگر
ہوئی جبکہ باہم یہ گفتار سخت — لگا کہنے تب شاہ فیروز بخت
کہ ناحق بہم کینہ آور نہ ہو ! — نہ بولو زیادہ بس اب چپ رہو
یہ گودرز بولا کہ کیجیے طلب — فریبرز کو یا اسے تب
جسے دیکھیے لایق سروری — سزاوار شائستہ برتری !
ولیعہد شاہا اُسے کیجیے — بلندی و جاہ و حشم دیجیے
لگا کہنے شاہنشاہ نام جو — کہ دونو میں یکتا ہیں رُو در رُو
کروں میں جو رتبہ بلند ایک کا — تو پھر دوسرا مجھسے ہووے خفا !
میں اب اور کرتا ہوں تدبیر نیک — کہ خوشنود راضی ہو جس سے ہر ایک
یہ کہکر کیا شہ نے انکو طلب — وہ جب آگئے واں یہ کہا اُسنے تب
بلند ایک دژ بہمن ہیں جدیں — سر کوہ نزدیک دریائے نیل !
نکلتی ہے آتش وہاں سے مدام — اور اس قلعہ میں دیو کا ہے مقام
کرے فتح جو ہو مبارک وہیں — اُسے بادشاہی ایران زمیں
یہ کی جب کہ گفتار کاؤس نے — کہا تب یہ گودرز اور طوس نے
کہ اور اُس سی تدبیر بہتر نہیں — یہ سنکر فریبرز بولا وہیں !
مجھے پہلے اب بادشاہ حکم ہو — کہ جا کر کروں فتح اس قلعہ کو
فریبرز کو شہ نے رخصت کیا — سپہ لیکے طوس اُسکے ہمراہ گیا
وہ پہنچے جو نزدیک حصن متین — تو دیکھی زمیں سربسر آتشین
ہوا ہو گرم ہوئی تھی آتش فشاں — ہوئے سوختہ واں بہت پہلوان
کیا بستہ یک ہفتہ گرد حصار — تردد کیا خوب لیل و نہار
ولیکن درون نہ آیا نظر — ہوئی فوج جنگی تبہ سربسر
فریبرز اور طوس ہو تفتہ جاں — پھر آئے حضورِ شیروان
شہنشہ نے بعد اُسکے با کروفر — کیا وہیں خسرو کو رخصت ادھر
سپاہ گراں لیکے پہنچے وہ جب — کسی نے ملکزادہ کو وقت شب
بتا خواب میں اسم اعظم دیا — خدا نے غرض رحم اُس پر کیا
ہوا جب کہ بیدار وہ نام جو — رقم کر کے کاغذ پہ اس اسم کو
لگا کہنے یوں پہلواں سے کہ ہاں — سر نیزہ اب باندھکر یہ جوان
تو رکھو اسکو دیوار پر قلعہ کی ! — کہ تا کار مشکل ہو آسان ابھی
جو کچھ اسکو خسرو نے فرماں دیا — وہی گیو جنگی نے انصرام کیا !
وہ کاغذ رکھا جبکہ دیوار پر — ہوا ظاہر اک ابر تاریک تر
بلند اک ہوئی بانگ اُس روز قلعاں — کہ جسطرح سے رعد کا ہو فغاں
شکستہ ہوا جب وہ جادو سخت — لگا کہنے تب خسرو نیک بخت
کہ یکبارگی تیر باراں کرو — توقف کو اب راہ ہرگز نہ دو !
لگی ہونے پھر بارش تیر واں — ہزاروں ہوئے دیو تسخیر واں
نمایاں ہوئی روشنی دمبدم — ہوئی دفع واں تیرگی یکقلم !
در روز نمایاں ہوا تب وہیں — گیا قلعہ میں خسرو پاک دین
ہوا قلعہ تسخیر با گنج و زر — ہوئی ہمسفر ان کے فتح و ظفر
بنا ایک خسرو نے گنبد لیا — کہ رفعت سے وہ ہمسر چرخ تھا
سپہر اک سال کے بعد خسرو گیا — حضور شہنشاہ کشور کشا
وہاں سے سپہدار عالی جناب — گیا جانب ملک افراسیاب
کیا فتح اس قلعہ کو بھی وہیں — بفضل خدائے جہاں آفریں
ہوا شاہ کاؤس بس دیکھ کر — لگا کہنے اے خسرو نامدار
سپہر خلافت کا نیر ہے تو — سزاوار اورنگ افسر ہے تو
جہاندار کاؤس فیروز بخت — جو سمجھا کہ زیبا ہے خسرو کو تخت

کاؤس کا خسرو کو تخت پر بٹھانا اور ممتاز بنانا اور اسکا توران پر کمر باندھنا

بٹھایا جہاندار نے تخت پر — رکھا سر پہ خسرو کے دیہیم زر
کیا حکم پھر یہ کہ سب نامدار — اطاعت کریں اسکی لیل و نہار

یہ فرمادیا جب کہ کاؤس نے   تو وہیں فریبرز اور طوس نے
اطاعت ہے خسرو کی پھیرا نہ سر   لگے چاکری کرنے شام و سحر
سپہدار کیخسرو خوش نہاد   ہمیشہ تھا مصروف انصاف و داد
بہت اس سے راضی تھا لشکر تمام   رعیت تھی آسودہ و شادکام
یل نامور رستم و زال زر   ہوئے شاد و خرم یہ سنکر خبر
وہیں بادل و خرم و شادماں   ہوئے سیستاں سے ادھر کو رواں
جو نزدیک پہنچے تو باصد طرب   گئے پیشوائی کو سردار سب
جب آیا قرین رستم نامدار   اٹھا تخت سے خسرو نامدار
کہا یوں سیاوش کا تو دایہ ہے   ہمارا بزرگ سے گرا نمایا ہے
مددگار میرا ہو شام و سحر   کہ لوں جا کے ترکوں سے خون پدر
بہم ملکے دونوں ہوئے اشکبار   یہ کہنے لگا رستم نامدار
کہ ہوں میں ترا بندۂ کمترین ہا   تو ہے شاہ شاہان روئے زمین
ہوا زال سے پھر بغلگیر شاہ   لگا کرنے شفقت جہانگیر شاہ
تہمتن نے خسرو کو تحفے دیئے   بہت پیشکش لال و گوہر کے
گئے پیش کاؤس روز دگر!   بہم خسرو و رستم و زال زر
کیا شاہ نے جشن وال ورایک   بآئین فرخندہ طور نیک!
وزیر و امیران و شہزادگان   گئے سب بزرگان ایران وہاں
ملک سے یہ کیخسرو تاجور   کہ تھا جسکو مطلوب کین پدر
یہ بولا کہ کین پدر جب تلک   نہ لوں شاہ توران سے میں بتنگ
نہیں مجھکو زنہار آرام و خواب   نہ ہرگز شکیب و قرار و نہ تاب
نہ مسرور میں تخت و افسر سے ہوں   نہ شاداں زر و گنج و گوہر سے ہوں
یہ پھر زال و رستم سے شہ نے کہا   کہ اے پہلواناں کشور کشا!
کروگے مدد اس کی تم وقت جنگ   یہ رستم نے پاسخ دیا بے درنگ
شہا پیشتر ملک افراسیاب   کیا میں نے جاکر تباہ و خراب
اور اب یہ سپہدار عالی گہر   خدیو جہاں خسرو نامور
کرے قصد تسخیر توراں کا جب   کروں کو بھی جانفشانی میں اب
فریبرز گودرز اور طوس و گیو   یہ جتنے تھے گرداں گیہان خدیو
شہنشاہ نے ہر اک سے یوں کہا   کہو تم تمہارا ارادہ ہے کیا
یہ سنکر لگا کہنے پھر پہلوان   کہ خاطر میں ہم جانفشانی کو ہاں
دیا الغرض اسکو لشکر تمام   بتایا دلیروں کو خسرو کا نام

جانا کیخسرو بادشاہ کا ساتھ بہت سی فوج کے واسطے ارادے لڑائی کرنے افراسیاب بادشاہ توران کے

جو سالار ایران نے از روئے کین   کیا قصد تسخیر توران زمین!
کیا وہیں ترتیب سب فوج کو   بآئین دلچسپ و طرز نکو
فریبرز کو باصد و دہ جوان   کہ تھے اقربا اسکے سب پہلوان
کیا شہ نے سرکردۂ فوج پیش   کیا ساتھ وہ طوس فرخندہ کیش
جوانمرد گودرز عالی وقار   یل نامور گیو جنگی سوار
نبیرہ پسر لیکے ہفتاد و ہشت   جو رنگین کریں خون دشمن سے دشت
مقرر ہوئے جانب دست راست   بحکم شہنشاہ جوہر شناس
وہ گستہم بھائی جو تھا طوس کا   اسے دست چپ کو مقرر کیا
جو میلاد کے تھے نبیرہ پسر   ہوئے ساتھ گستہم کے سربسر
نژاد پشنگ دلاور سے ہاں   نبرد آزما سی و سہ پہلوان
نژاد تو ابہ دلاور سے بھی   پچاسی جوان بانشاط و خوشی
صد و ہفت تن تخم گولاد کے   کہ یکدست باقوت و زور تھے
گزارہ کے تھے یکصد و پنج تن   نہایت قوی زور اور صف شکن
مقرر ہوئے قلب میں یک قلم   بفرماں کاؤس انجم حشم
وہ بیژن کہ تھا فرزند گیو کا   اُٹھے شاہ کاؤس نے یوں کہا
کہ اے پہلوان بیژن جنگجو!   نہ ہو تا جدا گاہ خسرو سے تو
یہ تھے جسقدر نامور پہلوان   ہر اک ساتھ رکھتا تھا فوج گران
غرض ہو کے رخصت شہنشاہ سے   وہ کیخسرو اس حشمت و جاہ سے
سوئے ملک توراں روانہ ہوا   معین و مساعی زمانہ ہوا
تہمتن بھی لیکر سپاہ گران   گیا ہمرہ خسرو کامران!

فریبرز کا دوسرے رستہ سے بنیا کے زیردست بادشاہ توران کیطرف روانہ ہونا اور طوس کا

کلات و خرم کی راہ سے جانا اور سیاوش کے بیٹے فرود کا جو کہ گلشہر کے بطن سے تھا قتل ہونا اور پیران ویسہ کا طوس کے فتحمند لشکر پر رات کو چھاپا مارنا اور فرود کے قتل ہونے پر طوس کو لعنت ملامت کیا جانا

سپہدار کیخسرو پاک دین — گیا جب کہ نزدیک توران زمین
رفاقت میں اب تیرے ہے نامجو — مقرر گیا گیو گودرز کو
ولیکن سیاوش کا ہے اک پسر — فرود جوانمرد فرخ سیر!
وہاں بھول مت کیجیو زینہار — کہ میر در ہے وہ نامدار
یہ سمجھا کے طوس و فریبرز کو — یہی بات کہدو گیو گودرز کو
فریبرز مرد شجاع و دلیر — رواں سوئے صحرا ہوا مثل شیر
گیا متصل لشکر طوس جب — یہ سمجھا فرود جوانمرد تب
نکل قلعہ سے وہ وہیں نامور — ہوا سد راہ طوس کا آن کر
یہ کہہ جا کے اس سے کہ پرخاش کین — ترے ساتھ زنہار ہم کو نہیں
یہ گفتار سن ریو دوں ہی گیا — جو پیغام تھا سو مفصل کہا
ہوا ریو کے ساتھ سرگرم جنگ — کیا ریو کو کشتہ واں بیدرنگ
پسر کو وہاں اُسنے بھیجا اُدھر — کہ لائے فرود دلاور کا سر
گیا طوس پھر آپ ہوکر سوار — سپہ لیکے یکسر پئے کارزار
شتابی سے بس چڑھ گیا کوہ پر — گیا وانسے پھر قلعہ میں دوڑکر
فرود دلاور کا خانودہ تھا — سوار و دلیر و نبرد آزما
گریزاں ہوا اسنہ وہ پہلواں — گیا بھاگ کر قلعہ کے درمیان
جو شبدیز پر طوس کیوقت جنگ — فرود دلاور نے مارا خدنگ
لگا اسپ پر گیو کے ایک تیر — پیادہ ہوا پہلوان دلیر
کہا گیو نے یہ کہ آگے نہ جا — یہ بیژن نے اسوقت پاسخ دیا
یہ کہکر شتاباں ہوا وہ دلیر — پھر اتنے میں آیا ادہر سے جو تیز
ولیکن نہ بیدل ہوا زینہار — پکارا یا سدم کرلے نامدار
فرود دلاور نے از روئے کین — خدنگ ایک پھر اور مارا وہیں
جہاں تھا سوار دلاور فرود — یہ بیژن بھی پہنچا وہاں مثل دود
گیا قلعہ میں ہوکے زخمی جوان — لگا کہنے تب بیژن پہلوان
نہ آئی تجھے شرم کچھ زینہار — دریغ اے جوانمرد جنگی سوار

فریبرز سے تب یہ کہنے لگا — سوئے دشت چپ لیکے گرز وغا
تو کرتا ہر اک ملک یکسر خراب — پہنچتا سر تخت افراسیاب
کلات و خرم میں ہے مسکن گزین — بنایا ہے اک اُسنے حصن حصین
خبردار کوئی نہ جاوے ادہر — کرے اور جانب سے لشکر گذر
روانہ ہوا خسرو کامگار — سوئے راست بارستم نامدار
لئے طوس سوئے کلات و خرم — شتاباں ہوا با فراواں حشم
کہ یاں بہر پرخاش آیا ہے طوس — بعزم دغا فوج لایا ہے طوس
یہ سنکر کہا طوس نے ریو کو — کہ پیش فرود اب شتاباں ہو
تو ہٹ سر راہ سے اے جوان — کہ بیشتر یاں سے لشکر رواں
نہ ہرگز کیا اسنے کچھ اعتبار — نہ آیا سر آشتی زینہار
غرض ریو داماد تھا طوس کا — کیا طوس نے اسکے غم سے بکا
پسر طوس کا بھی ہوا کشتہ واں — یہ سنکر ہوا طوس گریہ کناں
ولیکن مقابل نہ آیا فرود — نہ پیکار کی تاب لایا فرود
لیا طوس نے گھیر اس قلعہ کو — ہوا آکے خونخوار تب رزم جو
کیا طوس نے آخر اسکو زبون — ہوئی فوج خونخوار کی غرق خوں
نکل قلعہ سے پھر فرود دلیر — مقابل ہوا طوس کے مثل شیر
جو کشتہ ہوا بادپا طوس کا — گیا پھر گیو وہیں بہر دغا!
پسر گیو کا بیژن پہلوان کہ — گیا سامنے کرکے گھوڑا رواں
کہ جبتک نہ اسکو کروں غرق خون — قسم ہے کہ ہرگز نہ پائیگا پھر اماں
کیا کشتہ اس تیر نے اسپ کو — پیادہ ہوا بیژن جنگ جو!
تو یک لحظہ تاخیر کر اور درنگ — کہ ہے ساتھ تیرے تمنائے جنگ
گیا پہلوان کی سپر سے گذر — ہوا بند جوشن میں تیر آنکر
دلیری سے نیزے کو جولاں دیا — فرود دلاور کو زخمی کیا
کہ اک تن پیادہ سے بھاگا شتاب — اقامت کی لایا تو ہرگز نہ تاب
مقابل پھر آیا نہ کوئی جوان — کیا قلعہ سے تیر باراں وہاں

سوا اسکے پھینکے بہت خار سنگ   ہوا خستہ بیژن بمیدان جنگ
پس کوہ جب مہر روشن گیا   سوئے خیمہ تب انکے بیژن گیا
لگا کہنے یوں طوس کھا کر قسم   کہ حملہ کناں ہوکے تا صبحدم
کروں فتح اس قلعہ کو بیگماں   نہ چھوڑوں کسی کو بھی زندہ وہاں
پری چہرہ گلچہرہ کو وقت شب   یہ آیا نظر خواب یعنے کہ اب
لگی آگ اس قلعہ میں ناگہاں   ہوئے سب بسر سوختہ مردمان
ہوئی خواب سے جب کہ بیدار تب   پسر سے کہا قصۂ خواب سب
لگا کہنے گلچہرہ سے یوں فرود   کہ ہرگز مجھے زیر چرخ کبود
نہیں غم کچھ اے مادر مہرباں   کہ سب کو آخر فنا بیگماں
اگر میں بھی کشتہ ہوں مثل پدر   تو کیا چارہ پیش قضا و قدر
ہوا جلوہ گر مہر تابندہ جب   سپہ لیکے طوس جوانمرد تب
ہوا حملہ آور بسوئے حصار   دلیری لگے کرنے مردان کار
در روز شکستہ ہوا پھر وہیں   گئے دژ میں سب کھینچکے تیغ کیں
یکایک بہ اسدم فرود دلیر   ہوا رزم جو آکے مانند شیر
دلیرانہ پھر بیژن جنگ جو   ہوا اس جوانمرد کے روبرو
فرود دلاور نے از روئے کین   رہا اک کیا زخم اسپر وہیں
اثر کچھ نہ جوشن نے ہرگز کیا   گیا ٹوٹ نیزہ بحکم خدا
دگر بار یہ چاہے تھا وہ جوان   کہ بیژن کو لے زیر گرز گران
ولیکن کہیں گاہ سے بید ریغ   رہام دلاور نے ماری جو تیغ
تو کشتہ ہوا مرد جنگی فرود!   فغاں اک اٹھا زیر چرخ کبود
کرے وائے افسوس مثل پدر   جوانی میں کشتہ ہوا یہ پسر
غرض اسکی ماں دوڑی آئی وہاں   ہوئی اسکے ماتم میں نالہ کناں
پھر اپنا شکم کرکے خنجر سے چاک   کیا آپ کو اس نے وہیں ہلاک
دہاں آکے بہرام نے طوس کو   کہا کرکے نفرین کہ اے تند خو
پہنچی خبر ہائے خسرو کو جب   خدا جانے کیا تجھ پہ آوے غضب
ہوا طوس کو زیر چرخ کبود   فراوان غم پور درد و فرود
وہاں سے بصد شوکت و کر و فر   کیا طوس نے کوچ پھر پیشتر
پھر اک راہ میں اور آیا حصار   جواں اک پلاساں تھا واں قلعہ دار
نکلکر پلاساں ہوا گرم کین   کیا کشتہ بیژن نے اسکو وہیں
رواں واں سے لشکر ہوا پیشتر   یہ سالار توران نے سنکر خبر
تژاوہ کو بھیجا برائے نبرد   پکارا وہ آئے جو ہو کوئی مرد
گیا سامنے بیژن پہلوان   ہوا کارزار بہ تیغ و سنان
پھر اک گرز بیژن نے مارا کہ بس   رہی جنگ کی پھر نہ اسکو ہوس
تژاوہ گرا اسپ سے ہو جدا   پریشاں ہوا مغز بدخواہ کا
یہ چاہے تھا بیژن کہ پھینکے کمند   کرے تا کہ بدخواہ کو اسکے بند
کہ اتنے میں گھوڑوں کو کرکے رواں   سواران تورانی آئے وہاں!
تژاوہ کو وانسے اٹھاکے گئے   نگاور پہ اسکو بٹھاکے گئے
ولیکن نہ پھر جنگ کی لا کے تاب   گئے بھاگ کر پیش افراسیاب
ہوئے وانسے پیران ویسہ رواں   پئے جنگ پرخاش ایرانیاں
سواران ترکی لئے چہل ہزار   نبرد آزمایان و مردان کار!
ہوئے کاسہ رود آئے تورانیاں   کہ لشکر تھا ایرانیوں کا وہاں!
خطر گیو سے بسکہ پیران کو تھا   تو ناچار بقصد شبخوں کیا!
غرض مست و مدہوش غافل تھے سب   دلیران ایران زمیں وقت شب
کہ پیران سپہ لیکے آیا وہاں   ہزاروں کئے قتل ایرانیاں!
خطرناک بیدل ہوئی سب سپاہ   روانہ ہوا طوس پھر صبحگاہ
فریبرز کے آگے شاکی ہوا   فریبرز کا پر الم دل ہوا!
گیا نامۂ خسرو نامور   بنام فریبرز عالی گہر
لکھا تھا کہ ہے طوس تقصیر وار   نہ لایا بجا حکم وہ نابکار
بسوئے کلات و خرم و گیا   مرے بھائی کو قتل ناحق کیا
غرض طوس کو قید کر بھیجیو   خطا کی سزا اسکو اب دیجیو
بفرمان کیخسرو نامور   فریبرز نے طوس کو باندھ کر
کہا سخت دشنام و بیشمار   کیا بخت نے میں ذلیل و خوار
رکھا اسکو زندہ میں شام و پگاہ   ہوا آپ سالار یکسر سپاہ
لکھا پھر یہ پیران کو نامہ کہ ہاں   کہ شبخوں نہیں کار جنگ آوران
اگر ہے جوانمرد تو بید رنگ   دلیروں کے آ سامنے بہر جنگ
فریبرز کا جب کہ نامہ پڑھا   تو پیران نے یہ اسکو پاسخ دیا
کرینگے بہم بعد یک ماہ جنگ   مہیا ہے یاں گرز تیر و تفنگ
غرض جب گیا اک مہینہ گذر   وہ لشکر مقابل ہوئے آکر

لڑائی کرنی فریبرز کی ساتھ لشکر پیران کے اور شکست کھانی آنے نزدیک کیخسرو اندر توران کے

غرض جب گیا اک مہینہ گذر
وہ لشکر مقابل ہوئے آنکر

صف آرا ہوئے آنکر ہر دو سو
دلیران جنگ آوراں کینہ جو

مبارز لگے چاہنے کینہ خواہ
ہوئی گرم پیکار یکسر سپاہ

ہوا جب طرف گیو ناوک فگن
ہزاروں ہی کشتہ ہوئے پیل تن

ہوئے قتل ترکان ادہر بیشمار
بیاباں ہوا خون سے لالہ زار

ہوئے حملہ آور سوئے قلب گاہ
کیا آکے ایرانیوں کو تباہ

ہوا جب فریبرز جنگی ستوہ
گیا دوں ہی میداں سے بالائے کوہ

ولیکن وہیں گیو مرد دلیر
لگا کہنے یوں اے سرافراز پیر

نہ ٹھیریگا پیران کے گر روبرو
رہے گی بھلا خاک پھر آبرو!

اگر کوہ ہووے تو کندہ کروں
سر سربلنداں افگندہ کروں

پھر اتنے میں گستہم آیا وہاں
ہوئے متفق آکے جنگی جوان

کہ مرجائیے کرکے اب کارزار
نہ منہ موڑیئے جنگ سے زینہار

یہ بیژن نے جب جاکے اس سے کہا
فریبرز نے تب پاسخ دیا!

یہ بیژن سے گودرز کہنے لگا
کہ تو اب فریبرز کے پاس جا

مناسب نہیں ہے یہ اے نامدار
کہ بھجواؤں اپنا درفش اب ادہر

علمدار کو قتل کرکے وہاں
علم لیکے آیا وہ جنگی جوان!

سر خلق گردان جنگ آزما
بتا روم خنجر و تیغ سہتا

جوان نسل کاؤس گستہم کے
بہت وقت پیکار رالے گئے

وہ خویشان پیران افراسیاب
ہزار و دو صد مرد والا صفات

سوا اسکے ترکان ایرانیاں
ہوئے کشتہ جتنے کروں کیا بیان

سوئے خیمہ ترکاں گئے شاد دل
ہوئے بند سے غم کے آزاد دل

سپے سروراں خلعت پرگہر
برائے سپاہ شاہ نے گنج و زر

پر اس فتح پر صرف قانع نہ ہو
ذرا دل میں اپنے یہ تم سوچ لو

شب و روز تم کامرانی کرو
بعیش و طرب زندگانی کرو

جہانمیں نرکھوں نشان نہاں
باقبال شاہنشاہ نام دار

غرض جبکہ لشکر ہوا پائمال
فریبرز تب بادل پر ملال

ہوا شہ کو تنہا نہ لشکر کا غم
ہوا اور اسکو پر ادر کا غم!

ادہر نامداران ایران زمین!
ادہر لشکر ترک جویائے کین

ہوئی آتش جنگ افروختہ!
ہوا خانہ آشتی سوختہ

گئے گیو بیژن جو میدان میں
تو برپا ہوا حشر اک آنمیں

نبرد آزما، بیژن پہلوان
جدہر کو گیا لیکے تیغ و سنان

ولے اور جانب سے تورانیان
جہاں تھا فریبرز آئے وہاں

دلیراں ہوئے کشتہ ہنگام جنگ
فریبرز پر واں ہوا وقت تنگ

ہٹا جائے تھا وانسے گودرز بھی
کہ گودرز کی فوج مغلوب تھی

تو ہے صاحب گرز تیر و خدنگ
جہانمیں بہت تو نے دیکھی ہے جنگ

تماشا دیکھو وقت دغا
یہ پیران دلیہ تو ہے جیسے کیا

کروں قتل لشکر کو اک آن میں
نہ چھوڑوں میں اک ترک میدانمیں

یہ گودرز گستہم جنگی بہم
لگے کہنے میدان میں کھاکر قسم

قدم الغرض کرکے محکم وہاں
ہوئے گرم پیکار جنگ آوران

بھلا کسطرح سے میں آؤں ہاں
کہ غالب ہے اسوقت تورانیاں!

یہ کہہ اس سے پہنچا یہاں آپ کو
درفش اپنا یاں بھیجئے نام جو

فریبرز نے یہ کہا اس سے جب
ہوا جنگجو بیژن پر غضب!

کروں کیا بیاں ماجرائے ستیز
کہ برپا تھا اک دشت میں رستخیز

رواں خون تھا مانند دریائے آب
سر پہلواناں تھے مثل حباب

رہا زندہ گودرز با بست و تن
ہوئے کشتہ ہفتاد شمشیر زن

ہوئے کشتہ میدانمیں وقت جنگ
زمین خون سے ہوگئی یکسر لالہ رنگ

رہی لیک توراں کی غالب سپاہ
ہوئی فوج ایران سراسر تباہ

ہوا سنکے خوش شاہ افراسیاب
زرہ و عنایات شاہی شتاب

روانہ کیا اور یہ نامہ لکھا
بڑا نام تم نے کیا مرحبا

کہ کیخسرو و رستم پہلوان!
ادہر لیکے آوینگے فوج گران

خوشی سے یہ پیران نے پاسخ دیا
کہ خسرو اور رستم گرد کا

ادہر ترک خونخوار تھے شادکام
ادہر اہل ایران تھے غمگین تمام

شتابی رواں ہوکے پہنچا وہاں
کہ کیخسرو نامور تھا جہاں!

کہا یونکہ مثل پدر بے گناہ
ز رود دلاور ہوا کشتہ آہ

کئی دن تلک اسنے ماتم رکھا — شب و روز انکھونکو پرنم رکھا
شکیب و صبوری تو کر اختیار — کہ چارہ قضا سے نہیں زینہار
چھڑایا وہیں قید سے طوس کو — لگا کہنے پھر خسرو نام جو
تہمتن نے وہیں پذیر کیا! — ولے طوس خسرو سے کہنے لگا
ملاؤنگا نیں سکو تہ خاک و خون — تلافی تقصیر سابق کروں!
تو کی عرض رستم نے اے بادشاہ — سزا اور چتر و سریر و کلاہ
جو آوے گا لے فوج افراسیاب — تو میں ہونگا ہمرزم اسکا شتاب
بزرگان ایران و رستم بہم — گئے اور کہا اے ثریا علم!
یہ کہہ سوگ سے پھر اٹھایا اسے — بزم مسرت بٹھایا اسے
کرے رستم پہلوان جا شتاب — پئے جنگ پیران خانہ خراب
کہ مجھکو اجازت ہو پھر ایکبار — کروں جا کے پیران سے تا کارزار
یہ سنکر ہوئے رستم پیل تن — لگا دیکھنے سرور انجمن
اجازت ہو کافی ہے طوس دلیر! — کریگا یہ پیران ویسہ کو زیر!
یہ سن طوس کو اسنے رخصت کیا — دیا حکم گودرز کو تو بھی جا

دوسری بار جانا طوس کا واسطے جنگ پیران کے اور خراب و خستہ و قید ہونا اندر قلعہ کے

سپاہ لیکے پھر طوس جنگی جوان — ہوا سوئے پیران ویسہ رواں!
بہم ہر دو لشکر ہوئے گرم جنگ — رہی سات دن جنگ گرز و خدنگ
جدا ہو کے لشکر سے اپنے گیا — کیا ہم نبرد آن کے سر کو جدا
کہا وہیں گودرز نے طوس کو — توقف ذرا کر تو لے ناجو
گیا گیو دوڑا کے شبدیز کو — ہوا ساتھ ہومان کے پیکار جو
نہ کوئی ہوا کامراں زینہار — گئے پھر سوئے لشکر انجام کار
وہاں ساحر اک شخص زور تھا — کہ بازور تھا نام اس شخص کا
وہاں جادو ایسا تو کر اے جوان — کہ ہو بارش برف باراں یہاں
یہ سنکر سر قلعہ کوہسار — وہ ساحر ہوا جا کے مشغول کار
نہ گرتا تھا اک قطرہ بھی اور بطرف — برستی تھی لشکر میں ایرانکے برف
پھر اتنے میں پیران ویسہ وہاں — ہوئی حملہ آور بہ فوج گراں!
ہر اک جا تھی برف اور جاری تھا خون — سواران ایران پڑے تھے نگون
الہی تو کر فضل احسان شتاب — کہ ووزاں برف باراں شتاب
کوئی غیب سے مرد فرخ سیر — رہام دلاور کو آیا نظر!
یہ دیکھا تو چھوٹے سے وہیں اتر — پیادہ گیا قلعہ کوہ پر
جوانمرد سے جا … کے ازرو کیں — پس پشت ہاتھ اسکے باندھے وہیں
ہو قید … ور خانہ خراب — ہوئی دور وہ برف باری تمام
ہوا دن تمام … ر دونوں سپاہ — گئے رو بگہ سے سوئے خیمہ گاہ
وسے لکھی … قیامت یہاں — کہ کم بھی بہت فوج ایراں یہاں
غرض ناتاب … وا اضطراب — گئے سوئے کوہ ہمایوں شتاب
غرض تا محل پرغم
کیا کر کے یلغار نزدیک جب — مقابل ہوا آ کے پیران بھی تب
ہوا آٹھواں روز جب آشکار — تو سید انیں ہومان دلاور سوار
بہت گرد ایران ہوئے کشتہ جب — کیا طوس نے قصد پیکار تب
کہا گیو سے پھر کے اے شیر مرد — تو ہومان سے اب جا کے ہو ہم نبرد
گہے گرز تھا گاہ تیغ و سنان — لڑے خوب باہم وہ دونو جوان
دلیروں نے پھر تیر باراں کئے — بہت پہلوان لشکے بیجان کئے
لگا کہنے پیران کر اب زود تر — یہاں سے تو جا قلعہ کوہ پر!
لڑے کچھ نہ ترکو نکو پہنچے گزند — تباہ ہو وہیں ایرانیاں مستمند
ہوا ابر تیرہ نمایاں وہیں — ہوئی بارش برف و باراں وہیں
ہر اک جوش سردی سے تھا کانپتا — ہوئے سب کے بیکار روان سست دیا
بہت قتل ایرانیوں کو کیا! — ضرر برف سے کچھ نہ پہنچا ذرا
بصد زاری و عجز پیر و جوان — لگے مانگنے یہ دعا ہر زباں
قرین اجابت ہوئی یہ دعا — کرم حق نے بیچارگاں پر کیا
کہ انگشت سے وہ خجستہ شعار — کرے ہے اشارہ سوئے کوہسار
وہ ساحر تھا از بسکہ مشغول کار — نہ تھی کچھ خبر اسکو واں زینہار
کہا پھر یہ اسنے کہ ہاں زود تر — تو اس برف باراں کو اب دور کر
اتر کوہ سے پھر گیا پیش طوس — اسے قتل لا کر کیا پیش طوس
پھر آیا سحر ہو کے پیراں سوار — ہوا آ کے آمادۂ کارزار
زبوں ہو کے ناچار سوئے عقب — وہ لڑتے ہوئے ہٹتے آئے تھے سب
حصار ایک تھا کوہ پر استوار — کیا زخمی و خستہ نے وال قرار

سر دامن کوہ طوس دلیر ہوا لیکے لشکر کو آرام گیر !
نہ پیراں سے ہو مانے اسدم کہا کہ محصور کرنے سے کیا فائدہ
پسند آئی اسکو نہ یہ گفتگو ! کہ تھا بر سر کینہ و کینہ جو !
خوشی سے دلیران ایران دبا لسے صرف کرتے تھے لیل و نہار
وہاں آئے ترکان پیکار جو کیا آکے محصور واں طوس کو
سر راہ مسدود مت کیجئے عدو ہر جا دیں جانے ادہر دیجئے
بہت قلعہ میں ٹلہ و آب تھا مہیا تھا سامان ہر اک قسم کا
بد اندیش سے باسنان و خدنگ دلیرانہ کرتے تھے ہر روز جنگ

طوس کی مدد و استعانت سے رستم پہلوان کا قلعہ ہمایوں میں پہنچنا اور کاموس وشنگل اور خاقان چین کا لشکر کثیر کے ساتھ پیراں کی امداد کے لئے آنا رستم کے جنگ کا ہونا کاموس وشنگل کا رستم کے ہاتھ سے مارا جانا اور افراسیاب کا رستم سے ڈر جانا

سنی خسرو نامور نے خبر کہ محصور ہے طوس والا گہر
یہ سنکر وہیں رستم پہلوان ہوا سوئے کوہ ہمایوں رواں
یہ گودرز سے طوس کہنے لگا کہ آیا تہمتن تو جا پیشوا !
جو کچھ ماجرا تھا کیا سب بیان کہا یہ کہ اے پہلوان جہاں
وہ بولا کہ خاطر کو اب شاد رکھ غم و فکر سے دل کو آزاد رکھ
تہمتن کے لینے کو آیا وہیں ملا جب تو یہ عذر لایا وہیں
بہت اسکی رستم نے دلجوئی کی گئے قلعہ میں پھر بفرط خوشی !
بلا سرفراز ایراں دیار ! یہ بولے کہ اے رستم نامدار
ہر اک کی تسلی تہمتن نے کی ہوئی اسکے آنیسے سبکو خوشی
لکھا اسنے تھا شاہ توران کو ! کہ کرکے زبون فوج ایران کو
کہ کوہ ہمایوں ہے یہ وہ حصار نہیں تاب جنگ و نہیں اب نبہا
سپہدار توراں نے دو پہلوان گئے سوئے کوہ ہمایوں رواں
سرافراز گرداں چین و ختن توانا و پیل و فگن پیل تن
روانہ تو کر اور بھی کچھ سپاہ کرے تا کہ ایرانیوں کو تباہ
نہ تنہا گئی فوج ترکان چین روانہ ہوا آپ خاقان چین
شتابی سے پیران شامل ہوئے پے جنگ پرخاش مائل ہوئے
وہاں پیش کاؤس پیراں گیا ثنا خوان ہوا رستم گرد کا
یہ کہنے لگا ہوکے وہ گرم و تند کہ آگے میرے تیغ اسکی ہو کند
تو بس لاؤں رستم کا دم تاکمیں ملاؤں میں سب ستی خاک میں
یہ گفتار سنکر ہوا شاد دل ہوا بند سے غم کے آزاد دل
تہمتن کو کرکے طلب یوں کہا کہ یاور ہو اب جاکے تو طوس کا
کیا کرکے یلغار نزدیک جب ہوا خرم و شادماں طوس تب
شتابی سے اسنے بفرط خوشی تہمتن سے جاکر ملاقات کی
تو ایرانیوں کا ہے پشت و پناہ یہاں تو نہایت ہوئے ہم تباہ
پھر آئے بہم سوئے زر پہلواں دو روز تک طوس جنگی جوان
رہا میں حفاظت کو وشکی یہاں نہ ڈھنگ آسکا پیشتر اے جواں
تہمتن سر تخت بیٹھا وہاں یمین و یسار اسکے سب پہلوان
ہوئی زندگی تیرے آنے سے یہاں وگرنہ نہ تھی ہمکو امید جان !
خبر لاؤں پیراں کے لشکر کی اب کروں میں بیان آگے احوال سب
کیا میں نے محصور اے بادشاہ پر اک در سے ہے لی انہونے پناہ
جو فوج اور بھیجو تو ان کو شتاب کرونگا میں ہلاک و اسیر و خراب
جوانمرد کاموس و شنگل دلیر دلیری کے بیٹھے کے فرزند شیر
سوا اسکے خاقان چین کو لکھا کہ پیران کی امداد کو خسروا
بہم بسکہ دونوں میں اخلاص تھا گیا پاس خاقان کے اخلاص کا
تہمتن سے پہلے یہ پہنچے وہاں کہ تورانیاں خیمہ زن تھے جہاں
غرض آکے جب رستم پہلوان ہوا شامل فوج ایرانیاں !
کہ رستم ہے ایسا سوار دلیر مقابل نہیں جسکے غرندہ شیر
تو کرتا ہے تعریف کیوں اسقدر کبھی سامنے آئے میدانیں اگر
جو میدان جنگ میں دوڑا ابھی کرو سربسر دشت کو بحر خوں !
گیا پھر وہیں پیش خاقان چین ! کہا اسنے اے شاہ روئے زمین

تو ہے یاں نگہدار تورانیاں
تو ہو قلب میں با سپاہ گراں
یہ سنکر ہوا وہ قرین طرب
ادہر آگئے پیران خاقان بہم
خروشاں ہوئی نائے ترکی وہاں
لے یاد دوں ہی خدا کو کیا
کہ تھا اشکبوس اس دلاور کا نام
لگے کرنے وہ نیزہ بازی وہاں
ہوئی کارگر گرز کی بھی نہ ضرب
لے اسقدر گرز کاری لگا
جو زخمی وہ رہام یل پھر گیا
ہوا نعرہ زن جا کے مانند شیر
پھر اشکبوس نبرد آزما
نہ اک تیر بر سر ہوا کارگر!
ہوا اسکے سینے پہ کیا کارگر
جو دیکھا کہ ہے برق خونابہ بر
تو اسے گرو بیراں کے تھے درست
خطر سے نہ آیا کوئی نامور
کیا رات کو سب نے آرام خواب
لگا کہنے لشکر سے خاقان چین
تہمتن سے لیتا ہے از روئے کین
کیا اسپ کو سوئے میدان روان
تہمتن کا شاگرد الوائے یل!
کیا ترک نے جبکہ نیزہ روان
لگا کہنے رستم سے وہ پہلوان
وہ بولا کہ جب صید آوے نظر
تہمتن شتابی چورا سر گیا!
کیا زور کاموس رستم نے جب
کہ شبدیز پر اپنے ہوگے سوار

تو ہے اب مددگار باری رساں
یہ ہے تا قوی پشت جنگ آزماں
گیا اپنے ڈیرے میں ہنگام شب
ادہر رستم و طوس ایم حشم
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں
ذرا دی نہ اندیشہ کو دل میں جا
دلیر و جوانمرد مشہور عام
نہ لیکن ہوئی کارگر کچھ سناں
پھر اس مرد جنگی نے ہنگام حرب
کہ توڑی سپر سر کو زخمی کیا
تو اس ترک نے یہ ارادہ کیا
لگا کہنے اس ترک سے یوں دلیر
سو پیل تن تیر باراں کیا
کماں لیکے رستم نے پھر زود تر
کیا تیر نے پشت سے بھی گذر
ہوا شاہ حیرت زدہ دیکھ کر
کہ رستم ہے مرد توانا و چست
مقابل تہمتن کے با کرّ و فرّ
سحرگاہ نکلا جو پھر آفتاب
کرے نامداران ترکان و چین
کہا سنکے کاموس نے پھر وہیں
دلیرانہ جا کر پکارا کہ ہاں ہاں
کہ بے جنگ اسکو نہ پڑتی تھی کل
تو الوائے جنگی نے دی اپنی جان
مجھے مت سمجھو اشکبوس ایجوان
تو کیونکر نہ غرندہ ہو شیر تر
ہوا اس سے وابستہ سر رخش کا
شکستہ ہوئی درمیانسے نہ تب
کرو میں تہمتن سے پھر کارزار

سحر کرکے میں گرم بازار جنگ
لگا کہنے پیران سے خاقان چین
ہوا مہر رخشندہ جب جلوہ گر
ہوئے لشکر آرا القصہ دغا
وہ انبوہ لشکر جب آیا نظر
نکل خیل ترکان سے اک کینہ خواہ
گیا یاں سے رہام جنگی سوار
جوانمرد جنگی نے از روئے کین
اٹھا گرز مارا جو بالائے سپر
کیا جبکہ گرز گراں نے ستوہ
طرف اپنے لشکر کی موڑی عنان
کھڑا رہ کہ پہنچا ترا ہم نبرد
و لے اتنی تھی دہشت پیلتن
رہا تیر جب سوئے دشمن کیا
ہوا اشکبوس الغرض واں ہلاک
وہ بولا کہ جوں رستم پیلتن
نہیں اپنے لشکر میں کوئی بھی مرد
نہ باہم ہوا پھر کوئی کینہ خواہ
تو میدان میں گردان پیکار جو
کہو کونسا آج جنگ آزما
کہ رستم سے کرتا ہو میں جاکے جنگ
شتاباں ہوا سے رستم نامدار
دلیرانہ آیا سوئے رزم گاہ!
دواں کرکے میدان میں رخش کو
ڈرو میں نہ ہرگز ترے شور سے
دلیری سے کاموس نے پھر کمند
پکڑ لی تہمتن نے پھر وہ کمند
ہوا بلکہ کاموس زیں سے جدا
تہمتن نے پھر جلد کھینچی کمند

کروں قافیہ فوج ایران کا تنگ
پئے رزم یکدل ہیں ترکان چین
دلیروں نے کینے پہ باندھی کمر
گیا نہ فلک پر فغاں بوق کا
گیا سوچ میں رستم نامور
شتاباں ہوا سوئے ناوردگاہ
ہوا جاکے آمادۂ کارزار!
سر ترک پر گرز مارا وہیں
تو اسوقت رہام نے لی سپر
گیا وہاں سے رہام پھر سوئے کوہ
کہ اتنے میں واں رستم پہلوان
مقابل ہوا پھر کہ گرا تو ہے مرد
کہ لرزندہ تھا دشت ناوک فگن
مہ و مہر نے تب کہا مرحبا
ملا جسم اسکا بہ خون و خاک!
نہ دیکھا کوئی ایسا ناوک فگن
کہ رستم سے میدان میں ہو ہم نبرد
گئے ہر دو لشکر سوئے خیمہ گاہ
صف آرا ہوئے اس کر ہر دو سو
عوض اشکبوس جوانمرد کا!
یہ کہکر شتاباں ہوا بہر جنگ
مرے ساتھ کر آنکے کارزار
ہوا آکے کاموس سے کینہ خواہ
ہوا نعرہ زن رستم نام جو
کروں آج تجھکو زبوں زور سے
رہا کی سوئے رستم ارجمند!
ہو رخش کے سر میں جو ہر کے بند
دلے اسنے پھر یہ ارادہ کیا
کیا مشل نخچیر اسکے پائے بند

ہوا اسکا گھوڑا وہاں سے فرار
کیا قتل کاموس کو پھر وہیں
کیا فوج خاقان ہیں سنتے فرار
سوارن ایران نے از روئے کین
سو آگے خاقان رستم کی جنگ
ہوا جب کہ وہ ترک جنگی اسیر
کوئی لشکر ترک سے اک سوار
ذرا دیکھو دور زمانے کا رنگ
کشاں لیگیا رستم شیر گیر
ہوا پھر نہ آمادۂ کارزار

رستم کی لڑائی ساتھ خاقان چین کے اور گرفتار کرنا خاقانکو اور فتح پانی رستم پہلوان کی

ہوا جبکہ کاموس جنگی ہلاک
تو پیران ویسہ ہوا خوفناک
یہ بہتر ہے عطف عناں کیجئے
سوئے خانہ لشکر رواں کیجئے
کروں صبح اس کو اسیر کمند
تو بیدل نہ ہو اے پل ارجمند
تہمتن کے سینے کو ہنگام جنگ
کروں میں سپر کہ نشان خدنگ
تو بخشوں تجھے سیم و زر بیشمار
بہت دوں تجھے گوہر شاہوار
پکارا کہ اے رستم سرفراز
مرے ساتھ ہو آنکر رزم ساز
کروں مثل کاؤس تجھکو ہلاک
زمین کو کروں جسم سے تیرے پاک
جو دیکھا کہ ہے تیر جوشن گذار
سپر سر پہ لایا وہیں نامدار
علم کرکے شمشیر کو بعد ازاں
تہمتن ہوا سوئے جنگش رواں!
یہ بھپرا تھا تیغ برہنہ بکف
بسان ہزبر ژیاں ہر طرف
پہنچکر تہمتن نے یک بارگی
جو کھینچی پکڑ کر دم بارگی
ولے بعد دیر آئے ہوش ہاں
لگے کہنے رستم سے وہ ایجوان
وہ کہتا تھا وقت دم واپسین
کہ ہوتا نہ ترکو نسے اب گرم کیں
نہ کرتے سیاوش کو گر تم ہلاک
تو ہوتا مرا سینہ کینے سے چاک
وہ بولا کہ اے رستم ذی شعور
کسی طرح کین سیاوش ہو دور
یہ سنکر وہیں پیش پیران گیا!
یہ ہوماں نے پیران سے جاکر کہا
وہ پہلے گیا پیش خاقان چین
کہا یوں کہ اے شاہ ترکان چین
اسے منع خاقان چین نے کیا
خردمند ہومان سے پھر یوں کہا
کہا سنکے ہومان نے اے شاہ چین
تہمتن سے پیکار لازم نہیں
جو صحرا کو دریا میں ہو گرم جنگ
مقابل نہ ہو اسکے شیر و پلنگ
نہ ہو رزم ساز اس سے افراسیاب
کہ البرز ہے نام سے جسکے آب
دگر بار ہومان بعجز و نیاز
لگا کہنے یوں اے شہ سرفراز
بہت چاپلوسی جو پیران نے کی
تو جانے کی دی شہ نے پروانگی
ہوا رستم گرد کا مدح خوان
کہا اس سے پیران نے یوں بعد ازاں
لگا کہنے خاقان سے اے تاجور
سپہ اپنی پیدل ہوئی سربسر
ہمیں تاب پیکار رستم نہیں
کہا سنکے خاقان نے کچھ غم نہیں
پھر اتنے میں اک گرد جنگیش نام
یہ کہنے لگا اے شہ ذوالکرام
لگا کہنے خاقان کہ اے جنگجو!
کرے قتل رستم کو میدان میں تو
غرض جنگش گرد روز دگر
دلیرانہ میدان میں آن کر ؛
گیا رستم گرد خنداں کناں!
کہا تجھکو لائی ہے اب موت یاں
جوانمرد جنگیش لیکر کمان ؛
کیا تیر سوئے تہمتن رواں!
ولیکن سپر سے گذر بید رنگ
ہوا بند جوشن میں آنکر خدنگ
وہ ہیبت سے اسکی گریزاں ہوا
عقب اسکے رستم نے وہیں کیا
نہ رستم سے کوئی مقابل ہوا
ہوئے جنگ ہرگز نہ مائل ہوا
تو جنگش ہوا پشت زین سے جدا
اسے قتل رستم نے وہیں کیا
نہ زنہار ترکو نکو برباد کر ؛!
وصیت تو سہراب کی یاد کر
یہ سنکر تہمتن نے پاسخ دیا
سمجھ اس سخن کو جو کچھ ہے لکھا
سیاوش تھا سہراب سے بھی عزیز
بجا ہے جو ہوں تم سے گرم ستیز
لگا کہنے رستم کہ پیران یہاں
اگر آوے تو راز دل عیاں ؛
تہمتن نے مجھکو کیا ہے طلب
تو جا پاس اسکے کہ بہتر ہے اب
بلاتا ہے اب رستم پہلوان
جو ہووے اجازت تو جاؤں وہاں
تو کیوں پیش رستم گیا تھا مگر
ترے دل میں ہے اس سے خوف و خطر
کہاں تاب ہے لشکر شہ کو
کہ ہو ساتھ رستم کے پیکار جو
تہمتن سے شیر افگن و پیلتن
سوار جہانگیر لشکر شکن!
یہ سنکر ہوا تند خاقان چین ؛
کیا دور ہومان کو دانسے وہیں
سخن پہلے رستم کا سن لیجئے
جو کچھ پھر ہو منظور سو کیجئے
گیا پاس رستم کے ڈرتا ہوا!
بہت دل میں اندیشہ کرتا ہوا!
کہ کیخسرو ہے نام بردار کا ؛
یہ تخلص بھی ہے بندۂ باوفا

بہت کی ہے میں نے پرستندگی
یہ سنکر لگا کہنے تب پیل تن
کہا پھر یہ پیران نے اے نامدار
تو کر صلح موقوف کر عزم جنگ
کیا تجھ کو اسواسطے یا طلب
حوالے کرے میرے افراسیاب
جو خسرو کرے سر کو اسکے جدا
ولے پاس خاطر ہے تیرا ضرور
سُنا جبکہ احوال خاقان نے جب
کیا عرض شنگل نے اے شہریار
یقین ہے کوئی یل کینہ جو
یہ سنکر خوشی سے لگا کہنے شاہ
وہ بیٹھا تھا خاموش تھی عقل دنگ
گیا سوئے میدان ہوا نعرہ زن!
کمر میں مخالف کے از روئے کین
وہ اٹھکر پیادہ گریزاں ہوا
سلامت وہاں سے اُسے لیگیا
دلیری میں یکتا ہے وہ شیر مرد
عبث تھی وہ مجلس میں لاف گزاف
شہ چین نے شنگل کو انجام کار
ہوئے گرم رستم کے یکسر سوار
گئے پھر دلیران ہیکار جو
نہ ان کے انبوہ سے بیمناک
یہ کیونکر کہوں میں کہ ہیکان تھی
ہوا سادہ امان کاؤس کا
مقابل ہوا آکے پھر کاک سال
وہیں سے نکلتا تھا رستم کے کف
تہمتن کو از بسکہ تھا جوش کین!
جہاں پہلوان رستم کینہ خواہ

فراواں میرا حق بندگی
کہ خالی نہیں صدق سے یہ سخن
کروں ہوں میں اب تجھسے عہد استوار
نہ اس قدر کر فوج توراں کو تنگ
مری بات سن گوش دل سے تو اب
زر و مال بھی دے مجھے بیحساب
تو خالی ہو کینے سے دل شاہ کا
پذیرائی صلح تھی ورنہ دور!
لگا کہنے گردان چین سے یہ تب!
نہیں صلح منظور یاں زینہار!
کر ئیکار بون رستم کرد کو
کہ بہتر ہے پھر جنگ کیجے پگاہ
کہ مجلس کا اسوقت تھا اور رنگ!
پکارا کہ اے رستم پیل تن
کیا بند رستم نے نیزہ وہیں!
ہوئے لشکر چین شتاباں ہوا!
یہ شنگل نے خاقان سے جاکر کہا!
نہیں کوئی اسکا یہاں ہم نبرد
یہ ظاہر ہوا یاوہ گو ہے تو صاف
سواران جنگی دیئے شش ہزار
ہوا گرم ہنگامہ کارزار!
ادہر سے بھی رستم کی امداد کو
کرد کوشش جہد بیخوف و باک
قیامت وہاں اک پدیدار تھی!
تہمتن سے آکر نبرد آزما
مگر اس سے غافل کہ آیا زوال!
گئے کشتہ صدہا گیا جسطرف
ہوا حملہ آور سوئے شاہ چین
گیا جب کہ نزدیک قلب سپاہ

رہا قتل سے میں نے اسکو کیا
ولیکن دور و یہ ہے اے نامجو
کہ فرنبری سے میں پھیروں نہ سر!
وہ بولا کہ اے مرد فرخ نہاد
جو یہ آرزو ہے بہم صلح ہو!
کہ کیخسرو نامور کے حضور
تو یہ جانتا ہے ترے شاہ سے
تہمتن سے رخصت ہو پیران گیا
کہ اے نامداران کہو تم شتاب!
بلا سے ہوئے کشتہ دو چار گرد
جو یہ بات شنگل سے کہنے لگی
وے دلمیں پیران کے تھے پیچتاب
غرض شنگل گرد رور دگر
رکھوں ہوں نہیں تجھسی تمنائے جنگ
اٹھا کر گرایا اسے خاک پر
ہوا اسکے دنبال رستم دواں
کہ رستم کے آگے ہیں سب گرد پست
یہ سنکر ہوا شاہ چین پر غضب
وہ بولا کہ سب ساتھ ہو کر سپاہ
دگر بار شنگل بقصد دغا!
ولیکن نہ رستم کو تھا کچھ بھی غم
دلیروں سے کہنے لگا پہلوان!
کہ بار زگراں اب ستیزہ کرو!
پیاپے تھی یوں ضرب گرز گراں
خزو شاں ہوا اسکے گرز گراں
لگا گرز جو ایک بالائے سر
وہ شنگل کہ تھا گرد جنگ آزماد
سواران ایرانیاں یک ہزار
ہوئی فوج خاقان حملہ کناں

جو کچھ شرط خدمت بھی لایا بجا
اسیر بلا اس سبب سے ہے تو
رہوں تابع حکم شام و سحر!
تری بات کا ہے مجھے اعتماد
تو گر شیوز مفسد دہر کو
روانہ کروں پھر ہو پر خاش دور
نہیں صلح منظور ہرگز مجھے
یہ احوال خاقان سے ظاہر کیا!
تہمتن کی ہے بات کا کیا جواب
بفضل خدایاں میں بسیار گرد!
تو سب نامداراں نے تائید کی
نہ دیتا تھا کچھ اسبات کا وہ جواب
دلیرانہ ہو کر سوار اسپ پر
گیا سنکے وہ گرد پولاد چنگ
کیا چاہتا تھا قلم اس کا سر
ولے آ نکرے لشکر چینیاں
بجا ہے اسے کہئے گر پیل مست
لگا کہنے یوں کیا ہوا تجھکو اب
تو پھر جاکے رستم سے ہو کینہ خواہ
ہوئے رزم گہ لیکے لشکر گیا!
بیک تیغ و نیزہ کرتا قلم
کہ اس جنگ سے یاں نہیں کچھ زیاں
سر چینیاں ریزہ ریزہ کرو!
کہ سطرح سے تیغ آہنگراں
کہ سادہ دی سا ولوحی ہی جان
تو بس ہوکے بیدم گرا خاک پر
تہمتن کے ہاتھ سے مارا گیا
گئے ہمراہ رستم نامدار
قیامت ہوئی یک بر پا وہاں!

سواران چین بسکہ کشتہ ہوئے
پیام اُسنے بھیجا کہ اے نامور
تو پیل سفید اور دے سیم و زر
غضبناک سنکر ہوا شاہ چین
ہوئی بارش تیر ہر چند پر
گرا خاک پر فیل سے شاہ چین
غرض لشکر چین گریزاں ہوا
نہیں اک تیرے پہ یہ دور چرخ
نہ ہیں وہ نہ اورنگ زرکار تھا
یہ بولا کہ ترکو نکو جانے نہ دو

جو صحرا میں کشتوں کے پشتے ہوئے
نہ ہو گرم پیکار بس صلح کر لو
مرصع وہ اورنگ و گنج گہر!
سپاہ سے یہ بولا کہ از راہ کین
تہمتن کا ہر گام تھا پیشتر
لیا باندھ ایرانیوں نے وہیں
سوئے کشور چین شتاباں ہوا
ہمیشہ سے ہے مشہور چرخ
شہ چین پیادہ گرفتار تھا
یورش کرکے ہر چار سو گھیر لو
گریزاں ہوئے شب کو تورانیاں

جو رستم کی دیکھی دلیری ہاں
یہ سنکر لگا کہنے وہ خام جو!
یہاں بھیجدے کہ ہے یہ تمام
کرو تیر باراں سوئے پہلوان!
یہ سنکر جو رستم نے پھینکی کمند
زد و کوب سے اُسدم ہوئی اسقدر
شہ چین کا اسباب زرواں جو تھا
زمانہ کا مجرم ہے رنگ دگر
اُسے طوس کے پاس لایا کشاں
ولیکن جو نزدیک تھا وقت شام
نہ ہرگز رہا واں کسی کا نشان!

تو خاقان چین کو ہوا خوف جان
جو خاقان کو ہے صلح کی آرزو
سزاوار کیخسرو ذوالکرام
دلیرانہ ہو گرم پیکاریاں
تو خاقان کے سر میں ہوئی جا سے سنبد
کہ صحرا ہوا بحر خوں سربسر
سواران ایران نے غارت کیا
کبھی شام ہے اور کبھی ہے سحر
دلیروں نے پھر رستم پہلوان
ہوا جا کے آسودہ لشکر تمام

روانہ ہونا رستم کوہ ہمایوں سے واسطے جنگ افراسیاب کے اور آنا شاہ ختن کا ساتھ مقابلے رستم کے اور فتح پانی رستم پہلوان کی اور دھوم دھام سے آنا اندر دربار کیخسرو بادشاہ کے

ہوئی صبح تابندہ جب آشکار
سواران ترکان کو فرصت ملی
یہ کہکر کیا مال مغرور نہ کو
گیا لیکے اس دادگر کے حضور
فرامرز کو خلعت و زر دیا
پئے طوس و گودرز گیو و رہام
روانہ ہوا سوئے افراسیاب
کہ لشکر نے یکدست کھائی شکست
ہوا پھر الم سن کے افراسیاب
لگے کہنے مردان جنگ آزما
کریں رستم گرد سے جا کے جنگ
بہت جنگ میں آزمایا اسے
غرض قتل بدخواہ دشوار ہے
ختن کا سپہدار پولاد وند

تو کوئی نہ ترکو نکا دیکھا سوار
بیاباں سے بے رنج و غم راہ لی
رواں پیش کیخسرو نامجو
فرامرز رستم کا فرخندہ پور!
اُسے مورد لطف و احسان کیا
کہا تنگ ہیں یوں پہلوانوں کے نام
تہمتن کرے تاکہ اسکو خراب
کیا سربلند انکو رستم نے پست
بہت دلکو اسکے ہوا اضطراب
کمک چین سے ناحق طلب کی شہا
ملا دیں اُسے خاک میں بیدرنگ
کسی نے ذرا بھی نہ پایا اسے
نہیں سہل یہ کام زنہار ہے
دلیر و نبرد آزما زورمند

سپہر سے لگا کہنے رستم کہ واہ
سلامت گئے حیف تورانیاں
وہ پیل سفید اور وہ تخت و تاج
ہوا شاہ کیخسرو نامدار
تہمتن کو بھی خلعت پُر گہر
وہ جتنے تھے گردان جنگ آزما
حضور سپہدار توراں دیار!
شہ چین کو میداں سے روز نبرد
کیا نام داروں کو اُسنے طلب
نہ سمجھا کہ ہیں مرد میداں اگر!
وہ بولا کہ رستم ہے لشکر شکن
خدنگ و سناں گرز تیغ و تیر
پھر نامہ شاہ ختن کو لکھا
ختن سے رواں ہو کے پہنچا شتاب

تمہیں شب ہوا میل آرامگاہ
رہے خواب غفلت میں ایرانیاں
فراواں زر و گوہر و گنج و تاج
شگفتہ ہوا دل برنگ بہار
ز روئے عنایات با گنج و زر
ہر اک کیلئے خلعت و زر دیا
کیا جاکے پیران نے یوں آشکار
بگڑنے گیا رستم شیر مرد
کہا یوں کہ ہاں مصلحت کیا ہے اب
ذرا حکم ہو وے تو اب زود تر
توانا و زور آور و پیل تن
بدن پہ نہ اسکے ہو کچھ کارگر
طلب بہر امداد اسکو کیا
ہوا شادل شاہ افراسیاب

بہم شاہ توران و پولادوند
تہمتن بھی ہر روز تھا رہ نورد
وہ رستم سے آکر ہوا کینہ خواہ
سپہدار توران کے جب متصل!
جو شب گذری اور ہو سحر آشکار
مبارز طلب آنکر جب کیا
یہ چاہا کہ لے جائیے کھینچکر
ہوا شاہ کا بند بازو و سر
ہوا سوئے گردان جنگی دواں
جو میدانمیں زخمی ہوئے ہر سہ تن
ہوئے ہائے زخمی نبیرہ پسر
کمند آکے رستم کے کی جب ہا
گیا اور مارا جو اس گرز کو
ولے درد سے تھی نہ تاب اسقدر
وہ طاقت مجھے بخشی ہی جنگجون
نہ جوشن پہ لیکن اثر کچھ ہوا!
ولے کھاکے یہ ضرب گرز گران
پڑا یو انکے اس گرد کے جسم پر
تہمتن نے سنکر پذیرا کیا
کرے آکے پیمان و عہد استوار
سپہدار توران گیا پھر وہاں
رہے فاصلہ نیم فرسنگ کا
لگا کہنے شاہ ختن سے کہ ہاں
رہا ہاتھ سے تیرے گر ہوویگا
ہوئے دونوں مصروف کشتی بہم
اٹھا کر جو ٹپکا اسے خاک پر
یہ سمجھا وہیں رستم ارجمند
کہا جاکے ایشاہ افراسیاب
رہائی مجھے اس سے سوجھی تھی کب

سوئے لشکر رستم ارجمند
توقف نہ کرتا تھا وہ شیر مرد
عدم کی ولے اسنے لی وہیں راہ
ہوا خیمہ زن رستم شیر دل
کروں جاکے رستم سے میں کارزار
پئے جنگ تب گیو جنگی گیا!
کہ اتنے میں یہ حال کرکے نظر!
ولیکن کیا شہ نے زور اسقدر
کیا اسنے زخمی انہیں بعد ازاں
تو گودرز با خاطر پر محن
شتابی سے توجاکے امداد کر
تو شاہ ختن نے چڑا سر لیا
تو رنجہ ہوا رستم نام جو
رہا جو کرے زخم بدخواہ پر
کروں تاکہ بدخواہ کو اب زبون
یہ شاہ ختن دلمیں کہنے لگا
نہ ہرگز ہلا زین سے پہلوان
ذرا بھی نہ ہرگز ہوئی کارگر
ولیکن یہ اسوقت اسنے کہا!
کہ بھیجے مدد کو نہ کوئی سوار
تہمتن نے اس سے کیا یوں بیاں
مدد کو نہ پہنچے کوئی دوسرا
زمین پر گرے جبکہ یہ پہلوان
تو پھر کام دشوار تر ہوویگا
لگے کرنے ہر دم درشتی بہم
تو بیدم ہوا وہ شہ کینہ ور
کہ بس مر گیا شاہ پولادوند!
نہیں تیرے ہمہار آدمی کی یہ تاب
ہوا گرد وحید سے جانبر ہوا اب

شتاباں ہوئے باسپاہ گران
کہیں راہ میں ایک آیا حصار
وہ حصن متین فتح جبدم ہوا
تو سالار توران سے پولادوند!
غرض دوسرے روز وقت پگاہ
رہا کرکے شاہ ختن نے کمند
رہام اور بیژن جاکر کمند
کرو ہیں گئیں ٹوٹ دونوں کمند
پہنچکر بیک ضرب شمشیر کین
گیا پیش رستم وہ نالہ کناں!
یہ سنکر کیا رخش پر ہو سوار
جو خالی گئی پہلوان کی کمند
ہوا خوں رواں سر ہوا دردمند
خدا سے تہمتن نے کی التجا
پھر اتنے میں بدخواہ نے آنکر
کہ افسوس اے دل یہ وہ گرز ہے
سری تیغ براں تھی خارا شکاف
پھر اسنے کیا میل کشتی وہاں!
کہ افراسیاب دلاور کو یہاں
غرض اس سخن سے یہ تھا مدعا
شہا عہد و پیمان یہ باہم تو کر
پذیرا کیا شاہ نے یہ سخن!
جگر چاک اس کا وہیں کیجیو!
گیا کہہ کے افراسیاب دلیر
کیا زور رستم نے انجام کار
ولے دم چرایا بداندیش نے
گیا یہ سوئے رخش تا ہو سوار
کہ رستم گرد سے ہم نبرد
عقب اسکے پہنچا جو گرد دلیر

دلیران و گردان و جنگی جوان!
کہ واں گرد کا نور تھا قلعہ دار
رواں پیشتر واں سے رستم ہوا
لگا کہنے یوں اے شہ ارجمند
دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ
کیا پہلوان گیو کے سر کو بند
رہا کی سوئے شاہ پولادوند
علم کرکے پھر تیغ پولادوند
کیا خستہ بس گیو کو بھی وہیں
کہا یوں کہ اے پہلوان جہان
سوئے رزمگاہ رستم نامدار
تو گرز گراں لیکے پولادوند
رہا زین پہ قائم مثل ارجمند!
کہ عاجز ہے اب رحم کر یا خدا
رواں تیغ کی گرد کے کتف پر
کہ لرزاں ہوا جس سے البرز ہے
وہ پارہ کرے سنگ و آہن کو صاف
تہمتن سے کی خواہش دل عیاں
طلب کیجیئے تاکہ اے پہلوان
کہ رستم نے دم راست اپنا کیا
کہ ہٹ جائے لشکر عقب سربسر
پھر آہستہ آکر شہ پیل تن
توقف کو تم راہ مت دیجیو
فرود آئے گھوڑے سے دونوں شیر
کہ دشمن نہ قائم رہا زینہار
کیا مکر بدخواہ بدکیش نے!
گریزاں ہوا اٹھ کے وہ شہریار
حضور اسکے ہے کوہ البرز گرد
تو گردان ایران نے برسائے تیر

تہمتن کی بھی فوج پہنچی وہاں
یہانسے ہمیں بھی ہی حاصل نہیں
لگا کہنے پیران سے شاہنشاہ
مناسب نہیں ہے توقف یہاں
لگا ہاتھ رستم کے پھر مال و گنج
بفتح وظفر لیکے پھر مال و زر
سوا اسکے سب مال معروقہ بھی

ہوا گرم بازار پرخاش وکین!
بھلا کس لئے ہو جئے گرم کین
سپاہ لیکے شاہ ختن اٹھ گیا
سوئے خانہ بس ہو جیئے اب واں
مبدل ہوا ساتھ راحت کے رنج
گیا پیش کیخسرو نامور
تہمتن کو بخشا بفرط وخوشی
کہو قصہ اب اور باآب ورنگ

لگا کہنے لشکر سے پولاد ونند
چلو پھر سوئے دیار ختن!
ہوئی اس سبب سے یہ بیدل سپاہ
غرض شب کو دانسے بصد اضطراب
تہمتن نے ہر اک باصد طرب
ہوا شاد کیخسرو نام جو
کیا بیژن وگیو کو پھر طلب
سنائو نہیں اکوان رستم کی جنگ

کہ تخت وزر و گنج نام بلند
یہ کہکر گیا شہریار ختن!
نہیں سوئے پیکار مائل ہوا!
گریزان ہوا شاہ افراسیاب
کیا ملک توران تقسیم سب
دیا گنج وزر رستم گرد کو!
وہ توران سے آئے سپہ لیکے سب

لڑائی کرنی رستم کی ساتھ دیو اکوان کے اور مارا جانا دیو اکوان کا ہاتھ رستم سے

ہوا جشن آراستہ ایک روز
کہا ایک چوپان نے واں آنکر
یہ کہنے لگا خسرو پیل زور
یہ سن کر وہیں موبدان کہن
ہوا دشت میں آشکار آن کر
کرے پہلوان رستم پیل تن
وہیں لیکے گرز کمند وعنان
پھر اکدم میں پیدا ہوا وہ لعین
یہ سمجھا تہمتن یل پیل زور
رہا تین دن تک تہمتن خراب
گیا خواب میں جبکہ وہ پہلوان
ہوا جب کہ بیدار وہ پیل تن
سمجھتا تھا یہ رستم شیر گیر!
اُسے دیو ناپاک نے پھر وہیں
جوانمرد اسوقت لایا پناہ
یل پیل تن خوب تیراک تھا
بعون وعنایات ولطف خدا
یہ اس چشمہ پر رفتہ رفتہ گیا
جو چوپان تھا خسرو کی سرکار کا

سر تخت خسرو تھا جلوہ فروز
کہ گلے میں اسپان کے اک گورخر
نہیں زور میں ہمسر اسپ گور
لگے کہنے یوں پیش شاہ زمن
وہی دیو ہے صورت گورخر!
ترا کام ہے کشتن اہرمن
تہمتن ہوا سوئے صحرا رواں
یہ دوڑا وہیں کھینچکر تیغ کین!
کہ ہے بیگماں دیو اکوان گور
نہ آرام تھا دن کو نے شب کو خواب
تو آنکے دیو اکوان نے واں
لگا کہنے تب اس سے یوں اہرمن
کہ برعکس ہی کار دیو شریر!
دیا پھینک دریا میں از روئے کین
سوئے آفرینندہ مہر وماہ
دلیر و جوانمرد وبیباک تھا
کنارے پہ پہنچا وہ جنگ آزما
کہ گھوڑوں کا یعنی چراگاہ تھا
وہاں اُسنے گلے کو رکھا نہ تھا

امیران وگردان ایران دیار
کہیں دامن دشت سے آگیا!
تعجب ہے حیرت کا ہے یہ مقام
کہ ہے ایک اکوان دیو لعین!
سنا جب کہ یہ دیو کا ماجرا
نہیں اور کو تاب یہ زینہار!
سوئے گورخر جاکے پھینکی کمند
کیا چاہیئے تھا زخم اسیر رہا
غرض اسطرح سے وہ دیو پلید
بروز چہارم سوار دلیر
ہمیں کو شتابی بریدہ کیا
کہ دریا میں پھینکو نہیں یا کوہ پر
کہا دیو سے پھینکدے کوہ پر
گرا جب کہ دریا میں بیدرنگ
زروئے دلیری علم کرکے تیغ
شناور تھا یکدست سے پہلوان
صلاح ولباس اپنا کر خشک واں
جوانمرد کا رخش چرتا تھا واں!
سپہدار توران کا گلہ بان!

حضور اسکے حاضر تھے سب نامدار
کئی گھوڑوں کو اُسنے ضائع کیا!
کہ آکر کیا گورخر نے یہ کام
سر چشمہ صحرا میں مسکن گزین
تہمتن سے خسرو نے تب یوں کہا
یہ تکلیف بھی تو ہی کر اختیار
وہ غائب ہوا کچھ نہ پہنچی گزند
نظر سے وہ پوشیدہ پھر ہو گیا!
گئے تھا نہاں کہے ناپدید
ہوا اور صحرا میں آرام گیر
اٹھا کر تہمتن کو وہ لے گیا
جو ہو خواہش دل بیان مجھسے کر
کہ تا استخوان ریزہ ہوں سر بسر
ہو رستم گرد وڑے نہنگ
لگا قتل کرنے انہیں بیدریغ
بدست دگر تھا ستیزہ کنان
ہوا پھر سوئے دیو اکوان روان
ہوا پھر سوار اُسپہ وہ پہلوان
انہیں اپنے گلے کو لایا وہاں

روان لیکے گلہ ہوا پیل تن — سوئے خسرو خسرواں زمن
خبر پاکے چوپان افراسیاب — سوئے رستم گرد آیا شتاب

اُسے دیکھ کر رستم نامور — خروشندہ واں ہو گئے جوں شیر نر
یہ بولا کہ رستم مرا نام ہے — نبرد آزمائی مرا کام ہے

تمہارا جو ہے شاہ افراسیاب — کیا میں نے اسکو تباہ و خراب
بھلا کس لئے تم مقابل ہوئے — عبث سوئے پیکار مائل ہوئے

یہ کہکر وہیں کھینچ کر تیغ و تیر — کیا قتل کتنوں کو وقت ستیز
یہ مردانگی دیکھ حیران ہوئے — وہ ناچار یکسر گریزاں ہوئے

تہمتن ہوا پھر رواں پیشتر — نگہبان تھا گلے کا شام و سحر
ولے تھا وہ منزل بمنزل رواں — کہ ترکوں کی پہنچی سپہ ناگہاں!

خبر سنکے رستم کی اک نامدار — سپہ لیکے اور پیل جنگی ہزار!
گیا کرکے یلغار بہر نبرد — مقابل ہوا اسکے وہ شیر مرد

کئے کشتہ گردان بہت تیر سے — کیا قتل کتنوں کو شمشیر سے
گئے کشتہ پھر گرز سے بید رنگ — بہت نامداران ہنگام جنگ

سواروں کے یکدست کرکے تباہ — لئے گرد نے چار پیل سیاہ
وہ سرکردہ فوج توران دیار — ہوا جادہ فرمائے دشت فرار

بفتح و ظفر رستم پہلوان — ہوا پیشتر پھر وہاں سے روان
طرف سے تھا خسرو کے اک نامدار — کیا پیش اُسکے وہ جنگی سوار

وہ گلہ بھی اور چار پیل بلند — سپرد اسکے کرکے یل ارجمند
روانہ ہوئے سوئے بیاباں ہوا — پئے جنگ اکوان شتاباں ہوا

پہنچکر سر چشمہ وہ پہلوان — خروشاں ہوا مثل شیر ژیاں
کہا دیکے سوگند گر تو ہے مرد — تو لے دیو آ سامنے کر نبرد

نہیں کار مردان پیکار جو — کہ آزار دیں خواب میں مرد کو
دلیرانہ آیا مقابل وہ دیو! — لگا کہنے رستم سے کرکے غریو

کہ جنگ نہنگاں سے ہو کر رہا — پھر آیا یہاں تو برائے دغا!
یہ سنکر تہمتن نے ڈالی کمند — کمر کو گیا دیو اکواں کی بند

بیک ضرب گرز گراں پھر وہیں — پریشاں کیا مغز دیو لعین
جدا دیو کے جسم سے کرکے سر — شتابی سے فتراک سے باندھ کر

رواں ہو کے پھر پیش خسرو گیا — شہنشاہ نے اعزاز اسکا کیا!
جو دیکھا سر دیو حیران ہوا! — تہمتن کا خسرو ثنا خواں ہوا

طلب کرکے پھر سیم و زر بیشمار — کیا رستم پہلوان پر نثار
پھر اک جشن ترتیب شہ نے کیا — مہیا تھا اسباب سب عیش کا

ہوئے مائل عیش شام و سحر! — بہم خسرو و رستم نامور
رہی بزم عشرت وہاں چند روز — رہا دور جام مئے دلفروز

کیا عرض رستم نے یوں بعد ازاں — کہ اے خسرو خسرواں جہاں
مرے دل میں ہے آرزوئے وطن — مجھے کیجیے رخصت سوئے وطن

تہمتن کو خسرو نے رخصت کیا — بہت مال اور گنج اس کو دیا
دو منزل گیا اسکے ہمراہ شہ — تہمتن کا افزوں کیا عز و جاہ

اب آگے بیاں رزم بیژن کروں — کہن قصہ کو تازگی سے لکھوں
کہوں کیا کہ ہے یہ عجب داستاں — کہ سننے سے ہو اشک جسکے رواں

جانا بیژن لڑکے گیو کا طرف ارمان کیواسطے لڑائی گرازاں کے اور فتح پانی اور جانا اندر مرغزاری اور مبتلا ہونا دختر افراسیاب کا اوپر جمال بیژن پہلوان کے اور ساتھ لیجانا طرف سیستان کے اور پتہ لگنا افراسیاب کو اور پتہ لگنا بادشاہ کو اور قید کردینا پھر رہائی پا کر جانا طرف ایران کے

کہیں آکے ارمانیاں ایک روز — حضور جہاندار گیتی فروز
بسان غریباں و بیچارگان — لگے کرنے فریاد شور و فغاں

کرارماں میں خسرو سرفراز — تعدی کناں ہیں ہزاروں گراز
نہ چھوڑیں زراعت نہ برگ شجر — ستاتے ہیں مردم کو شام و سحر

ستم سے گراز ونگے ہم آئے یاں
اٹھا بیزن پور گیو دلیر
وے گیو بولا کہ اے شہریار
یہ کہکر وہیں رستم پہلوان
گراز واں کے بیشے میں پہنچے وہ جب
نہ زنہار گرگین مددگار تھا
وہیں کھینچکر خنجر آب گوں
گرازاں خونخوار کو قتل کر
یہ فتح وظفر خرم و شادماں
کہ یاں دشت ہی ایک شک جناں
وہ ہر سال آتی ہے واں سیر کو
کہ صحرا میں ہے اندنوں نازنین
سنا وصف جب ماہ رخسار کا
کہ بیٹھی ہوئی ہے یہ نازواد
مہیا ہے واں بادہ وچنگ و رود
ہوا پہلواں عاشق دلستان
کہ کوئی نہیں آسکے ہے یہاں
منیرہ نے دایہ سے پھر یہ کہا
شتاباں ہوئی دایۂ خوشخصال
پئے جنگ خوقان میں آیا ادہر
مجھے شوق دیدار لایا یہاں
کیا اور بھی اس کو امیدوار
گئی دایہ پھر پیش بیزن دوان
لگا کہنے گرگین میں ٹھیرو یہاں
یہ جانا کہ واں بیزن پہلوان
وہیں لیکے بیزن کے شبدیز کو
کیا پھر محبت سے واں ہمکنار
ہوئی بادہ پیما بفرط طرب
ہوئی مستی بادہ کا جبکہ جوش

نظر کر بحال سمند یگاں
شہ شیر صولت سے بولا وہ شیر
یہ کار آزمودہ نہیں زینہار
ہوا شاہ سے ہوکے رخصت رواں
گرازاں مقابل ہوئے آکے سب
فقط وہ جواں گرم پیکار تھا
دلاور نے اسکو کیا غرق خون
کیا دشت کو بحر خون سربسر
رہا جاکے پھر دشت میں پہلوان
ہر اک رنگ کے گل شگفتہ ہیں واں
لئے ہاتھ اپنے کئی شعلہ خو!
پئے سیر اس جا اقامت گزین
ہوا دل میں مشتاق دیدار کا
لئے ساتھ اپنے کئی دلربا
گل و سرو و مینا و جام و سرود
ہوئی دلستاں عاشق پہلوان
عجب ہے کہ یہ بیشہ اور یہ جوان
کہ تو اس جواں کے ذرا پاس جا
ہوئی جاکے بیزن سے پرسان حال
کیا دفع میں نے انہیں سربسر
بعزو تمنا میں آیا یہاں!
کہا پھر یہ تدبیر کر ایک بار
لگی کہنے اس سے کہ اے پہلوان
تری پاسبانی کو اے پہلوان
اسیر بلا ہوویگا بے گمان
رواں سوئے ایران ہوا کینہ جو!
منیرہ نے بیزن کو بے اختیار
رہے عیش میں واں سہ روز و شب
رہا کچھ نہ زنہار بیزن کو ہوش

یہ چنبر نے سنکر نظر کی وہیں
مجھے حکم ہو اے شہ نامجو
یہ سنکر لگا کہنے گرد دلیر
وہ اسکے ہمراہ گرگین گیا
گرازاں سے بیزن ہوا ہم نبرد
گراز ایک آیا سوئے پہلوان
غرض اسطرح سے بگرز و خدنگ
لگادی وہاں آگ بھی چارسو
کئی روز مشغول عشرت رہا
منیرہ ہے اک دخت افراسیاب
یہ گرگین نے قصہ کیا جب بیان
ہر اک نے منیرہ کی تعریف کی
جو پہنچا وہاں بیزن نامور
کنیزان ہیں پیراں نازنین
گیا بیزن گرد جب متصل
لگی کہنے وہ غیرت ماہتاب
چلا آیا اس طرح سے بے خطر
شتاب اس سے احوال دریافت کر
یہ کہنے لگا دایہ سے وہ جوان
سنا میں نے یہ دخت ہی روبرو
یہ کہکر اسے دی وہ انگشتری
منیرہ یہ بولی کہ لاؤ اسے
منیرہ نے تجھ کو کیا ہی طلب
ہر اک طرح تھا گرچہ گرگین بزرگ
گیا جب ادہر بیزن نامدار
گیا جب کہ بیزن تو وہ نازنین
ہوا جب وہ آغوش آرام دل
بروز چہارم ہوا بے خبر
عماری زرین میں پھر ڈالکر

سوئے پہلوانان ایران و چین
کرو قتل خوکان خونخوار کو
جواں ہوں و لیکن ہے تدبیر پیر
بحکم جہاندار کشور کشا
لگا کرنے شیر یل شیرمرد
کہ پارہ کیا جوشن پرنیان!
ہزاروں کئے کشتے ہنگام جنگ
چلے سب گرازاں بیکار جو!
پھر اک روز گرگین نے اس سے کہا
نہیں اسکے روکش مہ آفتاب
لگے کہنے تب وانکے باشندگان!
بیاں حسن کی اسکے توصیف کی
تو یہ دور سے اسکو آیا نظر
ستارے ہوں جوں گرد ماہ میں
ہوا شیفتہ تب منیرہ کا دل
کہ ہے اسقدر خوف افراسیاب
نہ ہرگز کیا اسنے کچھ بھی عذر
کہ یہ آن پہنچا ہے کیونکر ادہر
مرا نام ہے بیزن پہلوان!
ہوئی دیکھنے کی مجھے آرزو
جسے دیکھ حیرت میں ہو جوہری
مرے پاس لاکر بٹھایا اسے
گیا ساتھ اسکے وہ با صد طرب
ولے کینہ آور تھا مانند گرگ
یہ بدکیش ٹھیرا نہ واں زینہار
گئی سوئے خرگاہ اٹھکر وہیں
میسر ہوا سربسر کام دل!
کیا خواب میں بیزن نامور
منیرہ لے گئی سربسر

نہفتہ گیا قصر میں رات کو
رکھا سب سے پوشیدہ اسبات کو

بہت دل میں اپنے پشیماں ہوا
نہایت دل اس کا پریشاں ہوا

پڑے مجھ پہ گردش سے صد ہا فسوس
سوئے راہ بد وہ ہوا رہنموں ہا

منیژہ نے کی جمع خاطر کمال
کہا یونکہ دل کو نہ رکھ پر ملال

فدا ہوں میں اور تجھ پہ قرباں ہوں
رضا جو تری با دل و جاں ہوں

اگر شاہ توراں سے پہنچے ضرر
تو جاں ہو مری تیر کے آگے سپر

یہ کہکر لگے پینے باہم شراب
ہوئے دولت وصل سے کامیاب

نہ تھا دخل نامحرم کو وہاں
کسی پر نہ یہ راز تھا کچھ عیاں

پھری گردش چرخ انجام کار
کہ یکساں نہیں دائما روزگار

کیا دوں ہی دربان خانہ خراب
کیا عرض یوں پیش افراسیاب

ہوا شاہ سنکر بہت خشمگیں
فراخان سالار کو بس وہیں

شنیدہ کا ہرگز نہیں اعتبار
کوئی جاکے واں دیکھ لے ایکبار

وہ ہے لائق قید بندگراں
عقوبت سے اس پر روا بیگماں

کہا جا سواران بیکار جو!
تو محصور کر جاکے اب کاخ کو

یہ سنکر جو گرشیوز کینہ خواہ
گیا تا در کاخ لے کر سپاہ

در کاخ مسدود آیا نظر!
شکستہ کیا در کو پھر زود تر!

جو دیکھا یہ پہونچ کر درخانہ پر
تو اک مرد بیگانہ آیا نظر!

نہ چنگ و دف و رود تنہا وہاں
سہ صد حور چہرہ پرستندگان!

شہنشاہ توراں کا یہ کاخ ہی
یہاں اسطرح سے تو گستاخ ہے

کہ یاں ہے نہ گرز و نہ بوس خدنگ
کروں کسطرح ساتھ دشمن کے جنگ

نہیں کوئی اسدم مددگار ہے
جہاں آفریں بس مددگار ہے

دلیرانہ آیا در خیمہ پر
خروشاں ہوا آکے جو شیر نر

مقابل ہو گیر جو کوئی جواں
تو کھووے وہیں اپنا سر رائیگاں

فزونی کرے مجھسے گر ایکبار
چلوں ساتھ تیرے سو شہریار

جو دیکھا کہ بیژن دلیر و جواں
کرے کشتہ لشکر کو اب بیگماں

کیا ساتھ بیژن کے عہد استوار
لیا اس سے وہ خنجر آبدار

اسے لیگیا سوئے افراسیاب
کشاں سر برہنہ بحال خراب

کیا وہ گرفتار جب پیش تخت
کہا شاہ توراں نے اے نیکبخت

لگا کہنے بیژن کہ اے تاجور
بجنگ گرازاں میں آیا ادھر

ہوا جبکہ بیدار اور ہوشیار!
گرفتار حیرت ہوا نامدار

لگا کہنے اے کردگار جہاں!
تو ہے عالم آشکار و نہاں!

اسیر بلا تُو نے مجھ کو کیا!
عوض اس سے لے یارب اسبات کا

جوانو بخود در پیش ہو رزمگاہ
کبھی شادی عشرت و رزمگاہ

مرے گھر کو اپنا ہی تو خانہ جان
مری جان مجھکو نہ بیگانہ جان

تو اب شوق سے نوش کر جام مے
کہ ہرگز نہیں جائے اندیشہ ہے

شب و روز رہنے لگے ہم کنار
نہ تھا کار جز عیش واں زینہار

کئی سال گذرے بعیش و سرور
قرین عیش و عشرت غم و رنج دور

خبر دار دربان ہوا ناگہاں
ہوا اسکو اندیشۂ خوف جاں!

کہ شاہا گیا ننگ و ناموس مفت
منیژہ کا اک گرد ایراں سے جفت

بلا کر کہا مصلحت اب ہے کیا
فراخاں نے یہ عرض شہ سے کیا

اگر کاخ میں غیر کو بار ہے
تو پھر اسمیں کیا جائے تکرار ہے

سخن شاہ نے سنکے سالار کا
یہ گرشیوز کینہ جو سے کہا!

شبستاں میں دیکھے کسی کو اگر
تو لے آ کشاں ہاں سے باندھکر

سنی بانگ قانون چنگ و رباب
لیا گھیر ہر اک طرف سے شتاب

گیا اندروں محل کینہ خواہ
گیا پھر ادھر تھی جدھر رشک ماہ

منیژہ سے اور وہ جواں ہمکنار
بہم بے حجابانہ ہیں بادہ خوار

یہ دیکھا تو گرشیوز کینہ جو!
ہوا نعرہ زن یوں کہ ہے کون تو

ہوا اسکے بیژن کو تب اضطراب
لگا کہنے کیا کروں پیچ و تاب

ہوا بخت برگشتہ انجام کار
نہ ہرگز موافق رہا زینہار

یہ کہکر وہیں لے کے نام خدا
لیا کھینچ خنجر جو موزے میں تھا

کہ بیژن ہوں میں پور گیو دلیر
شجاعت کے بیشے کا اک نرہ شیر

میں اس خنجر تیز سے اب کروں
بہت نامدار و نکو بس غرق خوں

روا شاہ رکھے نہ مجھ پر ستم
شفاعت کرے تو مری کھا قسم

گرفتار کرنا ہے دشوار تر
کہ مرنے پہ اب اسنے باندھی کمر

ہوا ہاتھ سے جبکہ خنجر جدا!
گرفتار بیژن کو اسدم کیا

نہو طالع نیک یاور اگر
تو ہرگز نہ کچھ کام آوے ہنر

ترا کیونکر توراں میں آنا ہوا!
شبستاں میں کسطرح جانا ہوا

لگا کرنے صید افگنی بعد جنگ
خوشی سے تہ چرخ فیروزہ رنگ

سرا یار گم ہوگیا ناگہاں !
یکایک ہوا اک پری کا گذر
پری نے پہنچکر غضب یہ کیا
اثر سے فسوں کے وہ بیخطر
نہیں تھی پری بخت برگشتہ تھا
تو وہ ہے کہ باگرز تیغ و خدنگ
نہیں راست تیرا سخن زینہار
سرالستہ کرنا کچھ آسان نہ تھا
دلیران و ترکان جنگی سوار
لیے ہے زندہ تہ کوں سے گر اک سوار
لگا کہنے کھینچ اس کو اب دار پا
برادر نہ تھا نہ کوئی یار تھا
یہ انبوہ دیکھا تو حیران ہوا
یہ کہکر وہ سردار والاخطاب
جو پیران نے دیکھا یہ لطف و کرم
کئی بار دی پیشتر میں نے پند
کہ گرگین سیاوش کو تازہ نہ کر
کہا شہ نے زندہ اگر چھوڑ دوں
یہ سنکر وہ جور و بیداد سے
اور اک دیو اکوان نے سنگ گراں
منیژہ کو بھی پالنے سے جائیے
کیا قید بیژن کو لیجا کے وہاں
کہ دختر پہ ایذا نہ رکھئے روا
سبب سے محبت کے اور چاہ کے
وہ روزن سے بیژن کو پہنچاتی تھی
سمو کارسازئی جان آفرین
کہاں ہے بتا بیژن پہلوان
تو پہنچے تو اک بیشہ آیا نظر
ملائے گرازاں نہ خون و خاک

سمو دشت آیا تفحص کنان !
اٹھا لیگئی مجھکو واں آن کر
کہ مجھکو عماری میں بٹھلا دیا
پری رو مجھے لیگئی اپنے گھر !
کہ جس نے کیا یوں اسیر بلا !
کہ دا اسپ کرتا تھا میدان میں
توجا نبر نہ ہو دیگا انجام کار
لیے تیرے داماد نے کی دغا
مقابل سے گر شہا اک ہزار !
تو مت کہہ مجھے بیژن نامدار
نگوں بخت کو تو نگونسار کر !
خدا لیکن اسکا مددگار تھا
یہ پیران ویسہ نے سنکر کہا !
شتابی گیا پیش افراسیاب
تو اب بولا کہ ایشاہ عالی ہمم
نہ شنوا ہوا جب شہ ارجمند
درخت بلا کو نہ کر بار ور
تو دنیا میں رسوا و بدنام ہوں
کہا شاہ نے اپنے داماد سے
دیا بانمیں پھینکا جو تھا ایجوان
نگونسار بیٹے ہیں بٹھلا دیئے
کوئیں کے رکھا منہ پہ سنگ گراں
گزند اسکو پہنچائیے مت شہا
رہی جا کے نزدیک اس چاہ کے
کچھ اک اس میں سے آپ بھی کھاتی تھی
کہ گرگین گیا سوئے ایران میں
یہ راز نہاں سربسر کہ عیاں
پڑے جابجا تھے بریدہ شجر
کیا دشت کو ہم نے خوکوں سے پاک

ہوا خفتہ پھر میں زیر درخت
سمو دار سپہ فوج توراں ہوئی
عماری میں بیٹھی جو تھی نازنین
نہیں اسمیں زنہار میرا گناہ !
لگا کہنے پھر شاہ توران دیار
کہ اے دست بستہ مثال زنان
سنی جب یہ گفتار افراسیاب
تو اک توسن دگر زاب دے مجھے
تماشہ تو پھر دیکھ میدان میں
ہوا پر غضب سنکے افراسیاب
اسے لیگیا وہ سوئے دار جب
سمو کارسازی کا جھٹکے بیان
کہ یارو نہ جلدی کو یاں راہ دو
ہوا ایستادہ ادب سے وہاں
نہ کر بیژن نامور کو ہلاک
ہوا کام سے دست بردار تب
سیاوش کو جو قتل تو نے کیا
کیا سنکے پیران نے پھر یوں بیان
کہ کر چاہ تاریک میں اسکو بند
دہن پر تو اسکے چاہ کے اک سنگ
بفرمودہ شاہ افراسیاب
منیژہ کی ماں دوڑی آگئی شتاب
شفاعت ہوئی گو عقوبت سے بچ
گدائی وہ کرتی تھی ہر صبح و شام
جہان آفریں داور دادرس
کہا گیو کو در سے جاکے سب
یہ گرگین نے پاسخ دیا گیو کو
گرازان خونخوار آئے وہیں
ہوئے ولنے پھر سوئے ایراں رواں

ہوا خفتہ گو ہر پا مرہائے بخت
عمارت اک اسمیں نمایاں ہوئی
پڑھا ہائے افسوں پری نے وہیں
نہ آلودہ عصیاں ہے رشک ماہ
کہ اے بخت برگشتہ روزگار
نہ گفتار ستا نہ کرتا ہے یاں
یہ گرشیوز کینہ جو سے شتاب
کہ دکھلاؤں اپنی دلیری تجھے
کروں قتل سب کو میں آن میں
یہ گرشیوز کینہ جو سے شتاب
کیا خلق نے آکے انبوہ تب
کہ پیران ادہر آگیا ناگہاں
ہلاک اس جواں کو ابھی مت کرو
کہا شہ نے آہ ٹھہر اے پہلوان
ذرا دلمیں کر خوف یزدان پاک
و لیکن میں کہتا ہوں ایشاہ اب
تو پھر کیا اٹھایا بھلا فائدہ
کہ رکھئے گرفتار بند گراں !
ہر اک طرح سے اسکو پہنچا گزند
نہ زنہار اسباب میں کر درنگ
سنا جب تو اس کینہ جو نے شتاب
کیا عرض یوں پیش افراسیاب
کیا شہ نے دختر کو گھر سے باہر
جو کچھ ہاتھ آتا تھا اسکو طعام
ہوا آخر کار فریادرس
لگا پوچھنے گیو گرگین سے تب
کہ نزدیک ارمان تھے ہم اے نام جو
ہوئے اُنسے ہم گرم پیکار و کیں
طرب ساز و شادان صید افگنان

بیابانئیں اک گور آیا نظر
سوئے بیژن آیا وہ مانند پل
ولیکن ہوا گور والنے رواں
نہ زنہار بیژن کا پایا نشان
ہوا دل مرا سخت اندوہگیں
یہ سنکر سخنہائے بے اختیار
یہ چاہا کہ گرگین بدکیش کا
اسے پیش کیخسرو نامدار
تو لیگیا تھا مرے پور کو
کہے ہے تو اب مکر کی گفتگو
شتابی سے پھر تیغ کیں کھینچکر
دو صد تازیانے لگائے وہیں
کیا گیو لیکر اسے پیش شاہ
میرا ہائے تھا ایک نور نظر
کرے ہے یہ گفتار مکر و فریب
پہنچ داد کو میری اے شہریار
کہ گرگین نے مجھ سے بیاں کیا کیا
شہ نے گرگین کو دیں گالیاں
نظر کر کے وہ طالع وقت پر
یہ سنکر کہا شہ نے پھر گیو کو
چھڑا لاؤں بیژن کو اب بند سے
کہ اختر شناسوں کی گفتار کا
نشاں پاویں اسکا تو ہو المراد
تو نوروز کا کیجیو انتظار
ہوا گیو شاداں یہ سنکر سخن
یہ کہکر گیا پہلواں اپنے گھر
ہوئے ہر طرف وہ تفحص کناں
گیا گیو با خاطر پر الم!
بھر کر کے پھر جام گیتی نما

پسندیدہ خرم و خوب تر
خروشاں و جوشندہ جوں اشک نیل
عقب اسکے تھا بیژن پہلوان
نہ دیکھی کہیں صورت پہلوان
کئی دن ہوا واں اقامت گزیں
ہوا گیو بے اختیار اشکبار
کرے خنجر تیز سے سر جدا
تو لیجا کے اب پیش فرخ شعار
کہاں گم گیا تو نے اے کینہ جو
ملاؤں تیری خاک میں آبرو!
کروں میں جدا جسم سے تیرے سر
کیا خستہ گرگین کو اور روئے کیں
بہ چشم پر آب و دل کینہ خواہ
کہ دل شاد تھا جس سے شام و سحر
یہ سنکر اڑا بس قرار و شکیب
کہ گرگین مجھکو کیا سوگوار
سنا تھا جو اس نے وہ شہ سے کہا
کیا پھر گرفتار بند گراں
لگے کہنے پیش شہ نامور
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامجو
ملاؤں تجھے تیرے فرزند سے
اسے کچھ بھی زنہار باور نہ تھا
خبر دی ہیں آنکہ شاد شاد
کہ جب آئیگا نوروز فصل بہار
دعا دی کہ اے سرور انجمن
وہیں پھر سواراں پرخاش پر
ولیکن کہیں کچھ نہ پایا نشان
دل زار بیتاب اور چشم نم
لگا دیکھنے شاہ کشور کشا

طرف اسکے دوڑ کے شبدیز کو
شتابی سے بیژن نے ڈالی کمند
نظر سے ہوا گور و بیژن نہاں
لیے توسن بیژن نام زار
غرض باغم و داد آیا یہاں!
یہ سمجھا کہ بیشک ہوا وہ جواں
کہا نیک گودرز نے پھر وہیں
وہیں گیو پھر با دل دردمند
کیا تو نے مجھکو تباہ و خراب
تجھے لیچلوں پیش خسرو ابھی
پکڑ کر یال گرگیں کے پھر بعد ازاں
ہوا نیلگوں سر بسر جسم زار!
کیا عرض اے شاہ گیتی پناہ
اسے کر کے گم آپ آیا یہاں!
بجز توسن و بیژن پہلواں
یہ سنکر ہوا شاہ اندوہگیں!
پھر احوال گرگیں سے پوچھا تمام
کہا شہ نے پھر موبدانکو طلب
کہ توران میں زندہ ہے وہ پہلوان
تو ملک توران میں کھینچوں سپہ
یہ کہتا تو تھا خسرو پاکدین
کہا شہ نے پھر کہ اے نامدار
مبادا نہ ہووے اگر آگہی
نظارہ کروں جام گیتی نما
جہاں میں تو رہ جب تلک ہے جہاں
روانہ کئے گیو نے چار سو
جو نوروز فرخ ہوا جلوہ گر
جو خسرو نے دیکھا اسے بیقرار
ستائے جو ہیں ساکن افلاک پر

شتاباں ہوا بیژن نامجو
کرے گور کے سر کو تا وہیں ہتا
شتاباں ہوا میں تفحص کناں
جو دیکھوں تو صحرا میں ہے بے سوار
یہ توسن جو پایا تو لایا وہیں
گرفتار رنج و بلا ناگہاں!
اگر مت کھینچ اسپر تو اب تیغ کیں
یہ گرگیں سے بولا بہ بانگ بلند
گیا چشم و دل سے مرے صبر و تاب
اسے اس حقیقت سے دوں آگہی
اسے پیلوانے گرداں کشاں
ہوا بس وہ بیہوش انجام کار
بھرے سر پہ آئی سراسر بلا
یہ گرگین بدکیش نکبت نشاں!
نہیں اور بیژن کا ہرگز نشان
لگا گیو سے کہنے خسرو وہیں
وہ بیہودہ کرنے لگا واں کلام
کہا دیکھیو احوال بیژن کا اب
ولے ہے گرفتار بند گراں!
وہاں جا کے ترکو نسے ہوں کینہ خواہ
ولے گیو کو تھا نہ ہرگز یقین!
پئے جستجو بھیج ہر سو سوار
تو مت کیجیو صبر سے دل تہی
کہ دریافت احوال ہو گرد کا
بصد حشمت و دولت و فر و نشان
کروں جا کے بیژن کی وہ جستجو
تو پھر پیش کیخسرو نامور
پریشان دل مضطر و اشکبار
لگے تھے وہ اس جام میں بسر

بہت غور سے تھا نظارہ کناں
سوئے کشور گرگساراں نگاہ
اور اک دخت ہے اسکی خدمتگزار
مگر چاہ میں قید اور خستہ ہے
وہ بولا کہ اے خسرو نامجو
تہمتن ہے پیل افگن و شیر جنگ
ہوا گیو لے نامۂ شہریار
زبان پر سخن اور آنکھوں میں نم
کہ آرام سے اب وطن میں ہوں
ولے بیژن نامور کا یہ حال
مرا بیژن پہلوان پور ہے
یہ کہکر بچنگ مے دلفروز
جو نزدیک پہنچا یل نامدار
وہ رخت و جواہر مہیا کیا
جو رستم گرد کا مداح ہوا
پئے بیژن پور گیو دلیر!
زمین بوس ہو کر وہ جنگ آزما
اگر سامنے آئے تیر و سنان
لگا کہنے خسرو کہ اے پہلوان
تہمتن یہ بولا کہ اے تاجور
شتاباں ہوا اب مثل باد رکن
یہ سنکر ہوا شاد شاہ جہاں
گرانمایہ ہشت اد ہم باد پا
شترہا پر از پرنیان و حریر
یلان ہنرور و آزما یک ہزار
تہمتن نے جب قصد توراں کیا
تو گرگین کو رستم نے پاسخ دیا
کیا یہ سخن گر نے جب بیاں
کہ گرگین کو اب نہ رہا کیجیے

سوئے ہفت کشور شہ خسرواں
پڑی جب کیا دیکھتا ہی وہ شاہ
کہ نسل کیانسے ہے وہ گلعذار
سلاسل سے ہیں دست و پا بستہ ہے
شتابی سے پروانگی مجھ کو ہو
بنیگا نہ کام اسکے بے ریو رنگ
شتاباں سوئے رستم نامدار
فغاں کھینچتا بصد درد و غم
یہاں سے نہ زنہار جنبش کروں
ہوا سنکے اے گیو غمگیں کماں!
مرا دیدہ زار کا نور ہے
ہے بفضل آرام تا سہ روز
تو وہیں بحکم شہ کامگار
وہاں تخت زر ایک برپا کیا
کہا تو ہے پشت پناہ کیاں
گوارہ تو دے رنج اے نرہ شیر
دعا و ثنا کر کے کہنے لگا
ترے حکم سے بیچ موڑوں عناں
یلان قوی جنگ جتنے ہیں یہاں
سپاہ گراں لیکے جاؤں اگر
کروں جاکے تدبیر ایسی وہاں
مہیا کیے رخت سوداگراں
وہ اشتر پر از گوہر بے بہا
تحائف ہر اقلیم کے بے نظیر
گئے ہمرہ رستم نامدار
یہ گرگین نے اسوقت اس سے کہا
کہ صادر ہوئی مجھسے ایسی خطا
ہوئے پور گرگین کے زاری کناں
مرے ساتھ رخصت اسے کیجیے

نشان بیژن نامور کا کہیں
کہ بیژن کنوئیں میں پھنسا ہے
کیا شاہ نے گیو سے یہ بیان
نہ اندیشہ کر رکھ خدا پر نظر
کہ جاکر چھڑا لائیں بیژن کو یاں
مرا نامہ لیجا سوئے سیستان
اسے جاکے نامہ دیا شاہ کا
یہ سنکر تہمتن نے پاسخ دیا
بہت میں نے کھینچے ہیں رنج و محن
ترے درد سے میں جگر خستہ ہوں
تو رکھ جمع خاطر نہ کر اضطراب
بروز چہارم بسامان و ساز
گئے اسکے لانے کو سب پہلواں
بٹھایا تہمتن کو اس تخت پر
مددگار گرداں ایران دیار
کہ تیرے سوا اے یل نامدار
کہ اے شاہ شاہان روئے زمیں
میں اس کام پر چست باندھوں کمر
انہیں ساتھ لیجا نہیں چاہیے تو
تو ایسا نہ ہو کھا کے وہ پیچ و تاب
کہ آسان ہو یہ کار مشکل شتاب
جو تیار یکدست ساماں ہوا
پر از جامہائے سہ صد شتر
ہزار اشتر اقمشہ ہمراہ تھے
وہ پہنے ہوئے جامۂ کارواں
رہا کرکے اے گرد فرخندہ خو
کہ لینا خطا ہے اب آشوب جنت
کیا عرض رستم نے پھر لاجرم!
یہ رستم کو خسرو نے پاسخ دیا

پدیدار ہوتا تھا ہرگز نہیں!
بصد رنج و خواری گرفتار ہے
ترا پور زندہ ہے اک پہلواں!
کہ آوے رہا ہوکے تیرا پسر
لگا کہنے خسرو کہ اے پہلواں
کہ تا آوے یاں رستم پہلواں
سب احوال بیژن مفصل کہا
کہ اے گیو میرے ارادہ یہ تھا
نہیں چاہتا دل کہ چھوڑوں وطن
پئے کار بیژن کمر بستہ ہوں!
کہ لاؤں رہا کرکے اسکو شتاب
روانہ ہوا رستم سرفراز
وہ آیا تو خسرو ہوا شادماں
وہ بیٹھا تو کیخسرو نامور
بخشم آگئی تو ہے پیل و نہار
نہیں چارہ گر یاں کوئی زینہار
ترا ہوں میں اک چاکر کمترین
چھڑا لاؤں بیژن کو اب زود تر
رواں لیکے ہو لشکر جنگ ہو
کرے قتل بیژن کو افراسیاب
ملے دست افسوس افراسیاب
تو رستم رواں سوئے توراں ہوا
متاع گرانمایہ پاکیزہ تر
پر از تحفہ مرغوب دلخواہ تھے
بنے سربسر صورت ساربان!
مجھے لیچل اب اپنے ہمراہ تو!
ترا نام بیش خداوند تخت!
حضور شہنشاہ کیواں علم
کہ عہد دل میں ہے میں نے کیا

کہ بیژن رہا ہو کے آئے ادہر ۔ تو جان بخشی اسکی بھی ہو زود تر
کروں ورنہ گریں کو بیشک ہلاک ۔ ملاؤں تن اسکا نہ خون وخاک
ہوا ضامن بساط کا پہلوان ۔ ہوا ساتھ رستم کے گرگین رواں
ولیکن ہوئے ہو قید اسکے پسر ۔ بحکم شہنشاہ بجائے پدر
غرض تہمتن مثل بازرگاں ۔ جہاں کا ارادہ تھا پہنچا وہاں
کوئی شہر پیران ویسہ کا تھا ۔ مقام اسکے پیلتن نے کیا
ولیکن ہوا رستم شاد بہر ۔ اقامت گزیں جا کے بیرون شہر
ہوا اسکو جب میل نخچیر کا ۔ سوئے دشت اک روز پیران گیا
جو رستم نے دیکھا تو آیا شتاب ۔ حضور اسکے کچھ تحفے لایا شتاب
وہ اسپ گرانمایہ اک جام زر ۔ کہ اس جام میں بے بہا تھے گہر
کئے پیشکش اور کیا عجز واں ۔ نہائت ہی پیران ہوا شادماں
ولیکن جانا یہ کچھ زینہار ۔ کہ یہ شخص ہے رستم نامدار
لگے پوچھنے اے خجستہ جوان ۔ تو ہے کون آیا کہاں سے یہاں
یہ پیران کو رستم نے پاسخ دیا ۔ کہ بازرگاں ہوں میں ایران کا
رکھوں محل میں اسپ و رانجمن ۔ متاع گرانمایہ و دلپسند
ہوا آکے وارد ترے شہر میں ۔ کہ صاحب وفا ہے شہر میں
وہ بولا کہ تو شہر میں جا کے رہ ۔ مرے پاس اب شوق سے آکے رہ
نہیں مال کا تجھپہ تیمار کچھ! ۔ کسی کو نہیں تجھ سے پیکار کچھ
ہوا جب کہ آگاہ پیر و جوان ۔ کہ ایران سے آیا ہے اک کاروان
تب آئے حضور شہ نامور ۔ خریدار دیبا و اسپ و گہر
ہوا گرم بازار سوداگری ۔ ہر اک جنس کے تھے وہاں مشتری
منیژہ نے یہ جب کہ پائی خبر ۔ ہوئی تب شتاباں وہ رشک قمر
سوئے رستم گرد آئی رواں! ۔ دو دیدہ گہربار نالہ کناں!
کہا یوں کہ اے مرد عالی گہر ۔ تجھے کچھ ہے گودرز بانکی خبر
خبر بیژن نامور کی کہیں ؟ ۔ نہ پہنچی مگر سوئے ایراں زمین
کہ اب تک نہ کوئی ہوا چارہ گر ۔ کسی نے نہ بیچارہ کی لی خبر
وہی نوجوان گیو کا پور ہے ۔ پڑا قید میں سخت مجبور ہے
ہوا پر غضب رستم نامجو ۔ کہا رو برو سے مرے دور ہو
نہیں مجھکو دربار میں شہ کے ہاں ۔ کسی سے بھی واقف نہیں میں یہاں
کہ ہوں میں تو اک مرد بازرگاں ۔ نہ سردار ہوں نہ کچھ پہلواں!
نہیں گیو گودرز سے آگہی ۔ نہ کر مغز میرا تو ناحق تہی!
منیژہ لگی رونے پھر زار زار! ۔ ہوئی دیدۂ زار سے اشکبار
لگی کہنے یوں چیخکر ایک آہ ۔ کہ بے چارگی پر مری کر نگاہ
نہیں چاہیئے سرد مہری تجھے ۔ نہ کر دور رشک رو برو سے مجھے
کہ بیچاری ہوں اور ستمدیدہ ہوں ۔ پریشان و دلریش و رنجیدہ ہوں
یہ آئین ایراں سے ہے دور تر ۔ کہ بیچارگاں کی نہ پوچھیں خبر
سر رحم سے پھر تہمتن وہیں ۔ یہ بولا کہ زیر سپہر بریں
پڑا تجھ پہ یکبارگی کیا غضب ۔ ہوئی جو گرفتار رنج و تعب
بیاں کر کہ تو کون ہے کیا ہے نام ۔ ہوا زرد کیوں عارض لالہ فام
منیژہ لگی کہنے کر کے فغاں! ۔ کروں حال اپنا میں اب کیا بیاں
منیژہ میں ہوں دخت افراسیاب ۔ کیا گردش آسمان نے خراب
محبت سے بیژن کی اے نامور ۔ پڑی افسر و تخت سے دور تر
پھروں ہوں میں در در بحال تباہ ۔ لکھا تھا قضا نے یہی سر پہ آہ
کہوں کیا میں احوال بیژن کا اب ۔ پڑا ناگہاں اسکے سر پہ غضب
وہ اک چاہ تاریک میں قید ہے ۔ ستمدیدہ چرخ پُر قید ہے
بندھے اسکے زنجیر میں دست و پا ۔ فغاں لے کے کھینچے ہر صبح و مسا
کنوئیں کے دہن پر ہے سنگ گراں ۔ کیا سنگ کا ماجرا سب بیاں!
رلا بہت سن کے وہ پیلتن ۔ لگا کہنے اس سے کہ اے گلبدن
تو پہنچا سکیگی اسے کچھ طعام ۔ وہ پہنچائے تھی جسطرح سے مدام
وہ طور اس نے رستم سے ظاہر کیا ۔ یہ سنکر تہمتن نے اس سے کہا
کہ بھیجا تو یہ مرغ بریان و نان ۔ رکھی اسمیں اپنی انگوٹھی نہان
منیژہ نے جا کر دیا جب طعام ۔ ہوا بیژن پہلوان شادکام!
وہ خاتم جو رستم کے تھی نام کی ۔ یکایک جو ہاتھ اس جوان کے لگی
کیا قہقہہ دیکھ انگشتری ۔ لگی کہنے وہیں وہ رشک قمر
کہ ہر روز و شب کھینچتا تھا تو آہ ۔ سبب کیا جو اسدم کیا قہقہہ
وہ بولا کہ کیسے راز کو گر نہاں ۔ تو آگے ترے میں کہوں میری جان
منیژہ یہ بولی کہ میں نے کہا ۔ ترے عشق میں مال و جاں کو فدا
کئے اب تلک بھی تو ہے بدگماں ۔ بڑا حیف ہے تجھسے اے پہلوان

وہ بولا کہ اے گلرخ لالہ فام
طعام اسنے تیرے لئے یہ دیا
یہ پوچھا اسی سے اے سرزور آزما
شتاباں ہوئی واں سے وہ دلربا
گئی نصف شب الغرض جب گذر
وہیں پر کنوئیں کے وہ تھا جا بجا
کنوئیں بیچ تھا وہ گرفتار بند
وہ زنجیر توڑی وہیں سر بسر
کروں ایک شبخوں میں اسدم شتاب
اسیری سے بیژن کو کر کے رہا
جو مانند زندان یاں آن کر
چلوں ساتھ تیرے میں اے شیر مرد
غرض رستم و بیژن پہلوان
کیا پاسبانوں کو یکسر ہلاک
ہوا پھر رواں رستم نامدار
کنوئیں جو بیژن گرفتار تھا
تلافی کو بیژن کی آیا میں یاں
پہنچکر تہمتن نے از روئے کین
ہر اک گرد اک زن مہ جمال
یلاں نے کیا جا کے آرام خواب
ہزار اسکے ہمراہ تھے پہلوان
مقابل نہ آیا کوئی زینہار
ترے ساتھ میرے نہیں تھی نہ جنگ
دلیری و مردی و جرأت مری
ہوا سنکے شرمندہ افراسیاب
دلیرانہ تم گرم پیکار ہوا
سنی جب سواروں نے گفتار خشم
تہمتن نے لیکر وہیں گرز تیغ
ہوا جب بنے میدان میں کامیاب

کہاں سے تو یہ آج لائی طعام
سنا جب یہ بیژن نے تب یوں کہا
تو بیژن کو کیونکر کر لگا رہا!
تہمتن نے پیغام بیژن کہا
تہمتن نے اسوقت باندھی کمر
دیا پھینک اسکو اٹھا بید رنگ
نکالا اسے ڈال کر پھر کمند
لگا کہنے بیژن سے پھر نامور
سوئے سیستان افراسیاب
دلیرانہ ساتھ اپنے اب لیگیا
شبانہ شب ہوا خوف سورہ سپہر
کروں جلکے تورانیاں سے نبرد
سو قلعہ با ہفت جنگ آوران
گئے قلعہ میں پھر وہ بیخوف و باک
سوئے خانۂ شاہ توران دیار
ہوا بند سے آج یا ہے رہا
مرا نام ہے رستم پہلوان
سر تخت اک گرز مارا وہیں
شبستان سے لیکر گیا خوش کمال
ولیکن دم صبح افراسیاب
نبرد آزمایاں جنگ آوران
تہمتن نے کھینچا بہت انتظار
مگر کچھ نہیں ہے تجھے عار ننگ
بہت آزمائی سپہ نے تری
سواروں سے بولا یہ کر کے عتاب
کہ یہ بیژن رستم جنگ جو
ہوئے حملہ آور سوئے رزمگاہ
کئے قتل ترکاں بہت بیدریغ
گیا سوئے چین وہ افراسیاب

کیا یہ منیژہ نے اس سے بیان
یقین ہے کہ رستم کا وہ کاروان
کہے تجھسے جو کچھ تو وہ کیجیو
یہ کہکر بفرمان رستم وہاں!
لئے ہفت گردان جنگ آزما
پڑا سنگ جا کر سو دشت چین
گرفتار زنجیر پایا اسے
کھینچے بہت تو نے رنج و تعب
کرتا اسکو معلوم ہو یہ سخن
وگرنہ کہینگے نہ تورانیان
لگا کہنے یوں بیژن نامدار
کیا منع ہر چند رستم نے پر
زرہ و دلیری شتاباں ہوئے
سپہ ساتھ انکے گئی گرم کین
یہ آواز دی جا کے دہلیز پہ!
ذرا سوچ دل میں کہ جور اسقدر
یہ آواز سنکر بصد اضطراب
پھر اک نازنین پری چہرہ کو
سوا اسکے کتنی پریچہرگان!
سپاہ لیکے آیا دم کارزار
مبارز لگا کرنے رستم طلب
کہا پھر کہ اے شاہ افراسیاب
کئی بار دیکھا ہے تونے مجھے
زبوں سخت ہیں مجھسے تیرے سوار
کہ اے نامدان توران زمین
نہ جانبر ہوں میدان سے اب زینہار
سواران توران ایرانیاں
ہوئے کشتہ تورانیاں بیشتر!
کیا اسکے دنبال رستم رواں

کہ آیا ہے ایران سے اک کاروان
رہائی کو میری اب آیا یہاں
تغافل کو تو راہ مت دیجیو!
رہی وہ پری پیکر دلستان
سر چاہ پر وہ دلاور گیا!
ملی اسکے صدمے سے توران زمین
گلے سے شتابی لگایا اسے
منیژہ کو تو یاں سے جانے کہ اب
کہ آکر یہاں رستم پیل تن
کہ نامرد تھا رستم پہلوان!
نجاؤں تجھے چھوڑ کر زینہار
گیا ساتھ رستم کے وہ نامور
مقابل وہاں پاسبانان ہوئے
ولیکن ہوئے کشتہ یکسر وہیں
کہ سنکے تو اے شہ بیدادگر
روا کون رکھتا ہے داماد پر
گریزاں ہوا شاہ افراسیاب
پھر ایران سے لیکر دل نام جو!
گئیں آپ ہمراہ ایرانیان!
ہوا سنکے رستم بھی دوں ہی سوار
کہ ہو ہم نبرد آ کے کوئی اب
اگرچہ تیری فوج ہے بیحساب
کہ وہی میں نے تنہا ہزیمت تجھے
تو آیا عبث یاں پئے کارزار
یہ ہے رزمگاہ جائے عشرت نہیں
نہ ایران کا زندہ رہے اک سوار
ہوئے گرم پیکار آ کر وہاں
رہے غالب ایرانیاں سر بسر
دو فرسنگ مانند شیر ژیاں!

گئے کشتہ و خستہ صدہا ہزار
سپہ آیا بفتح و ظفر نامدار

زر و مال و اسباب افراسیاب
گیا لیکے پھر گیو از اسیاب

سنا جبکہ یہ مژدہ دل نواز
ہوا شاد کیخسرو سرفراز!

گئے پیشوا نامداراں تمام
ہوئے دیکھکر اسکو سب شادکام

گیا جبکہ نزدیک درگاہ شاہ
تو آکر جہاندار گیتی پناہ

تہمتن کو باصد خوشی لیگیا
ثنا خوان ہو رستم گرد کا

دعا و ثنا کی تہمتن نے بھی
شہنشہ کی لایا بجا بندگی

منیژہ بھی اور بیژن پہلوان
گئے جب حضور شہ خسروان

ہوا شاد کیخسرو پاک دین
ہوئے گیو و گودرز بھی خوش وہیں

ہوا دور خاطر سے اندوہ غم!
لگے رہنے مسرور و خرم بہم

ہوئی ختم بیژن کی اب داستان
سنو قصہ برزوِ پہلوان

لڑائی کرنی برزو کی ساتھ رستم کے اور پہنچنا افراسیاب کا اندر ایران کے اور جانا کیخسرو کا واسطے مقابلے اسکے ساتھ فوج بے پناہ کے اور شکست ہونی افراسیاب کو اور واپس جانا طرف توران کے

جو نام ہو کر بصد اضطراب
سوئے چین گیا شاہ افراسیاب

تو آیا نظر راہ میں اک جوان
تنومند مانند پیل دمان

کہا اے بادشاہ ہو نہیں مضطرب
نہیں جانتا لیک نام پدر

سنا ہے یہ ماں سے کہ اک روز یاں
کہیں اک سوار آگیا ناگہاں

ہوا اسکے وہ طلبگار آب
پلایا اسے پانی اسنے شتاب

ہوئی اسکے دلمیں عجب غائب ہو کر
جوان تھے کیا اسکو ہمخواب بس

روانہ ہوا لیکے پھر وہ سوار
بحکم خدا یہ ہوئی باردار

خدا جانے تھا کون وہ پہلوان
نہیں اسکا معلوم نام و نشان

جو پیدا ہوا میں تو شاہنشاہ
مرا نام ماں نے برزو رکھا

جو دیکھا اسے شاہ پیل تن
رواں ساتھ اسکے کیا یہ سخن

مرا ایک دشمن ہے رستم بنام
دلیری و مردی میں مشہور عام

مجھے سخت اب اسنے ماہر کیا
پراگندہ خاطر ہوں صبح و مسا

اگر یہ نہ ہووے تو جرأت نہیں
کہ ہو گرم کیں فوج ایرانیاں

گماں ہے یہ مجھکو کہ ہنگام جنگ
تہمتن ترے ساتھ ہی ہووے تنگ

سنا جب یہ برزو نے تب یہ کہا
کہ افسوس صد حیف شاہنشاہ

تو اک گرد سے ہو زبوں سعد
ترے ہائے دلمیں خوف و خطر

لگا کہنے سالار عالی وقار
وہ یک تن ہے مانند یکصد ہزار

توانائی اسکی بیاں کیا کروں
بجا ہے اگر کوہ آہن کہوں!

نہ اس پر ہو گرز و سنان کارگر
نہ ہرگز کرے تیغ آہن اثر

یہ سنکر ہوا خندہ زن پہلوان
کیا شاہ سے اسنے پھر یوں بیان

کہ پیدا نہیں جس سے دم ستیزہ کروں
تو صد کوہ آہن کو ریزہ کروں

سپہ تیری اور تو بھی نامرد ہے
کہ دل ہوں تہمتن سے پر ورنج ہے

نہیں ہے اگر رزم کی تجھکو تاب
اڑکھا نام کیوں شاہ افراسیاب

نہیں تجھکو شایاں ہے تاج شہی
نہیں تجھکو زیبا کلاہ مہی

یہ سنکر ہوا منفعل بادشاہ
ہوا اس سے خواہان امداد شاہ

کہا یوں کہ گر گشتہ ہو اے جوان
ترے ہاتھ سے رستم پہلوان

تو دوں تجھکو میں دختر مہ جبین
کروں تجھکو سالار اقلیم چین

قسم کھا کے برزو پھر پیش شاہ
کہا یوں کہ اے شاہ خورشید جاہ

شہ چین کو اور شاہ ایران کو
کروں بند میں ہو کے پیکار جو

لگا دونگا میں اب آگ ایران میں!
کروں خون رواں زابلستان میں

ہوا شاد یہ سنکے افراسیاب
سوئے خانہ برزو کو لایا شتاب

سپر گرزہ و فیل و اسپان زین
زر و صد نیستان ماچین و چین

زر و افسر و گنج و لشکر دیا
سرافراز برزو کو شہ نے کیا

ہوا شاد برزو گردن فراز
جہاں میں ہوا الغرض بے نیاز

وے اسکی ماں دوڑی آئی وہاں
کیا آکے برزو سے اسنے بیان

کہ ہے دولت و جاہ جی کا وبال
اٹھا جاہ و دولت کا جی سے خیال

تہمتن سے عہدہ برآئی نہیں
تجھے تاب جنگ آزمائی نہیں!

وہ قاتل ہے دیوان خونخوار کا
نہ کر قصد تو اس سے پیکار کا

کئی باردی شہ کو اُسنے شکست
وہ بولا کہ رستم سے بھولی زور مند
تو ہے کودن محض اور بے ہنر
لیکن ذرا لائق کار تھے
طلب کر کے مردان صاحب ہنر
اٹھارہ جوانان زور آزما
یہ فیروزئے سرپنجہ و نام جو
جو استاد ہیں شمشیر و یال
کہ ہے راستی کا کچھ اسمیں فروغ
درشت و تنومند چست و دلیر
ہوا شاد یہ سنکے افراسیاب
کہ ہو نہیں شتابی یہاں سے رواں
ہوا شادمان شاہ توران دیار
کہا نامداروں نے پھر یوں کہ اب
ہوا شاہ سے رخصت اِک شیر مرد
عقب تیرے میں بھی فروشاں
گئے ہمراہ برزو کے نام دار
گئی سوئے ایران یہ جسدم خبر
تعجب کے اب وہی پریشان
کیا شہ نے رخصت بصد فر و شان
عقب انکے شہ بھی بصد کر و فر
ہوئی اک شب و روز جنگ کلاں
فریبرز اور طوس میدان میں
ہوا شادماں شاہ توران دیار
ہوا پر غضب رستم پہلوان
فریبرز اور طوس کو کر رہا
گئی نصف شب بھی کہ پہنچا وہاں
سر تخت زریں کے افراسیاب
فریبرز اور طوس بھی پیش تخت

کیا نامداراں کو پست ؎
مرے آگئے ہے پست پیل بلند
نہ کھو مفت جان عزیز اپنے
موافق نہ برزو کے زنہار تھے
یہ بولا کہ برزو کو اب زود تر
لگے کرنے تعلیم صبح و مسا
دبون روز کرتا تھا استاد کو
کہے تو انہیں باندھ لاؤں یہاں
یہ گفتار ہے یا سراپا دروغ
حضور اسکے اک پشہ ہے پیل شیر
دیا گنج برزو کو بے حساب
سنو خنجر رستم پہلوان!
طلب کرکے پھر تخت گوہر نگار
کروا کی فرمانروی روز و شب
بہت لیکے سامان جنگ و ہنر
پہنچتا ہوں لیکر سپاہ گران
سواران جنگی لئے دہ ہزار
تو بولا یہ کیخسرو نامور
برائے دغا سوئے ایران رواں
روانہ ہو کیخسرو نام آوراں
جہاندار کیخسرو نامور
کہ سکتا نہیں ہو سکے کچھ بیان
جو آئے مقابل تو اک آن میں
ہوا غمزدہ خسرو نامدار
لگا کہنے خسرو خسروان
ترے پاس لاؤں بفضل خدا
اسیران بند بلا تھے جہاں
خوشی سو پیئے ہر پیالے شراب
کھڑے ہیں بہ بند درشت بازو سخت

تو ان نامداروں کے ہمسر نہیں
دیا پاسخ اسنے کہ وہ شیرزاد
یہ سنکر گیا پیش افراسیاب
نئے اور تیار انجام کار
ہنر پہلوانی سکھاؤ سب
تعلیم و ہنر وہ یگانہ ہوا
غرض برزوی پہلوان یکروز
سنی شاہ توران نے یہ بات جب
وہ بولے شہا برزو پیل تن
شب و روز برزو کو ہے میل رزم
لگا کہنے برزو کہ اے بادشاہ
نہ خسرو ہے اور نہ رستم بجا
یہ بولا کہ اے برزوی نیکبخت
وہ بیٹھا جو بالائے زریں سریر
یہ بولا سپہدار توران دیار
وہ سردار جنگ آور و خوش کلام
شتاباں ہوا آپ بھی بعد ازاں
کہ گردان ایران جو کرتے تھے رزم
فریبرز اور طوس کو پھر شتاب
سواران جنگی و مردان کار
فریبرز اور طوس کی فوج جب
ہوئی فوج ایران کو آخر شکست
اٹھا زیں سے برزو انہیں لے گیا
طلب رستم نامور کو کیا
تو رکھ جمع خاطر کہ جاؤں شتاب
یہ کہہ کر گیا رستم جنگ جو
یہ سمجھا کہ برزو کی خرگاہ ہے
چپ و راست باخاطر شادماں
یہ کہتا ہے انکو وہ کمبخت شاہ

دلیری میں اسنے فزوں تر نہیں
ہنر پہلوانی کے رکھتا ہے یاد
سلاح و سلب آکے لایا شتاب
مہیا کئے بعد ازاں شہریار
کرد کوشش و جہد ہر روز و شب
سر سروران زمانہ ہوا ؎
لگا کہنے اے شاہ گیتی فروز
لگا پوچھنے پہلوانوں سے تب
نہیں آدمی ایک ہے اہرمن
غرض رزم کو وہ سمجھتا ہے بزم
مرے ساتھ کیجے تعین سپاہ
کروں تجھکو ایران کا فرمانروا
تو باصد طرب بیٹھ بالائے تخت
تو کیسر ہوئے گرد فرمان پذیر
کہ رہنا شب و روز تو ہوشیار
کہ ہومان تھا اور بارمان جنگ نام
سپہدار با لشکر بے کران
نہ ہوتی تھی ترکوں کو پھر تاب رزم
پئے جنگ گردان افراسیاب
گئے ساتھ انکے وہ دو دو ہزار
گئی سامنے فوج برزو تب
سواران ایران ہوئے چیرہ دست
یہ بندگراں ان کو بستہ کیا
یہ احوال خسرو نے اس سے کہا
تو سوئے پہلوانان افراسیاب
وہ لے گیا ساتھ گستہم کو
جو دیکھا تو بیٹھا وہاں شاہ ہے
نشستہ ہیں پیران و برزو وہاں
کروں قتل مثل سیاوش پگاہ

سیروں کو پھر لیگئے مردمان — کہ منظور تھا جنکا رکھنا جہاں
اٹھا ایک کو اپنی پھر پشت پر — شتابان ہوا رستم نامور!
نگہبان جو غافل ہوا تب وہیں — تہمتن نے کھینچا تہ تیغ کیں!
اٹھا دوسرے کو وہ گستہم یل — سراپردہ سے وہیں آئے نکل



وہ بندگراں زور سے سربسر — شکستہ کئے یکطرف بیٹھ کر
سراپردہ میں شاہ توران کے — یہ چرچا ہوا کوئی گرد آن کے
کہ وہ گرد ہوگا تہمتن مگر — اسیروں کو جو لے گیا آن کر
کہ لیکر سپاہ جا سوئے زرمگاہ — وہیں آنکر برزو کینہ خواہ
سنا جبکہ خسرو نے شور و فغان — کہا تب کہ اے رستم پہلوان!
نظر کر کے برزو کی ترکیب کو — قرین تحیر ہوا جنگ جو
تیرے سر کو توڑوں ابھی گرز سے — سمجھو نہ کم مجھ کو البرز سے

غرض تا دل خرم و شادماں! — گئے پیش خسرو وہ نام آوران
وہ بندی جو تھے یاں انہیں لیگیا — سپہدار توران یہ کہنے لگا!
دم صبح کھا کر بہت پیچ و تاب — لگا کہنے برزو سے افراسیاب
خروشاں ہو سیدائیں کہنے لگا — کہ اے رستم اب سامنے میرے آ
تو برزو سے اب جا کے ہو گرم جنگ — یہ سنکر گیا پیل تن بیدرنگ
کیا نعرہ زن ہو کے مانند شیر — کہ جائے تہمتن میں آیا دلیر
لگا کہنے برزو کہ اے پہلوان — تو ہے پیر دیرینہ میں ہوں جوان

بچا ہے کہ سیکھو نہیں تجھسے خسر
یہ کہکر وہیں ہاتھ میں لی کمان
پیاپے ہوئی بارش تیر پر
بہت دیر تک ضرب پر ضرب تھی
کیا زور اتنا پکڑ کر کمر!
تہمتن نے جانا پڑا ایک کوہ
ولے از رہ عقل و فہم و ذکا
تہمتن سے برزو یہ کہنے لگا
ترے دست و سر کو نہ رنجا کیا
یہ برزو نے اندیشہ دلمیں کیا
پر اتنے میں آخر ہوا زور تب
بہم جب پذیرا ہوا یہ سخن
جو برزو گیا پیش افراسیاب
مقابل ہوا مجھسے آج آن کر
نہیں اسکو پیکار سے خوف بیم
یہ گفتار کرتا تھا برزو ادہر
مرے ہاتھ کو آج پہنچی شکست
نہیں ورنہ آتا نظر کوئی مرد
تو برزو سے لڑتا یہ تیغ و سنان
روانہ کروں سوئے ہندوستان
یہ سنکر نہ کچھ شہ نے پاسخ دیا
جو تاباں ہو خورشید وقت پگاہ
نہیں مجھکو زنہار کچھ خوف جان
ہمارے ہے قالب میں جبتک کہ جان
مقابل ہو اگر برزو تیغ خدنگ
سوا اسکے جتنے ہیں گردن فراز
وگر گوں ہو رنگ زمانہ اگر
ولے رستم گرد جنگ آزما
عماری تو اسوقت تیار کر

مرے ساتھ مت تند ہو اسقدر
خدنگ ایک ٹوٹا لا سوئے پہلوان
نہ اک تیر ہرگز ہوا کارگر!
الٰہی قیامت تھی یا حرب تھی!
کہ ٹوٹا دواں کمر سر بسر
ہوا ضرب سے گرز کی بس ستوہ
تہمتن نے کچھ طور ایسا کیا
تعجب ہے اے گرد جنگ آزمار
یہ سنکر تہمتن نے اس سے کہا
مبادا کہ یہ گرز زور آزما!
لگا کہنے برزو سے رستم کہ اب
تو پھر برزو رستم پیل تن
تو بولا کہ شاہ عالی جناب
کہ تھا سنگ و فولاد سے سخت تر
مرا دل ہی اس پہلوانسے دو نیم
کہ جسکا بیاں اب ہوا سر بسر
نہ ہرگز رہا زور بازو و دست
کہ ہو برزو گرد کا ہم نبرد
ولیکن وہ ہے سوئے ہندوستان
بلاؤں فرامرز کو اب یہاں!
تہمتن کو بس ہیں رخصت کیا!
تو برزو سے بن جا کے ہوں رزم خواہ
نہ امید اُسے موڑو نہیں ہرگز عنان
سوئے جنگ کیلو شہ لاوے عنان
کریں غرق خوں سے انہیں بید رنگ
دلیرانہ ساتھ اسکے ہو رزم ساز
تو جو دلمیں آوے کرے نامور
سراپردہ میں جب کہ اپنے گیا
کہ صبحدم میں شتاباں ادہر

اگر تو ہے آتش تو میں بھی ہوں اب
تہمتن نے اک مارا وہیں ہا
بہم پھر ہوئے لیکے گرز گراں!
ہوئے گرز پر خم مثال کماں
طرح شیر غرندہ کے کرکے شور
ہوا دست بیکار ٹوٹی سپر
نہ برزو پہ ہرگز ہوا آشکار
کہ لگتا مر اگر زگر کوہ پر ہا
مجھے رنج کیا ہو گئے گرز سے
رہا اب کرے زخم گرز گراں
ہوئے اسپ عاجز ہوا وقت تنگ
گئے رزمگاہ سے سوئے خیمہ گاہ
تکبر مجھے زور اپنے پہ تھا
تن سخت پر اسکے ہنگام جنگ
نہیں مجھکو معلوم یہ زینہار
ادہر پیش خسرو جو رستم گیا
مجھے سخت برزو نے عاجز کیا
فرامرز میرا دلاور پسر
وہ جیپال ہندی سے ہے گرم جنگ
نہ پہنچے فرامرز یاں جب تلک
گیا جب کہ رستم تو آشفتہ ہو
سناں گروں سے سفتہ اسکا جگر
کہا سنکے گودرز نے یہ سخن
مبارک ہو شاہ کو شب روز بزم
کرے جنگ برزو سے گیو دلیر
یقیں ہے کہ گردان خواہان کین
کہا شہ نے گودرز سے اسطرح
زوارہ سے بولے کہ اے بھائی جان
پہنچکر وہاں زال زر سے ملوں

زمیں آپکے آگے آتش کو تاب
ہوئے اسطرح دیر تک گرد کیں
نبرد آزما ہر دو جنگ آوراں!
ہوا مائل کشتی انہیں بعد ازاں
پھر اک گرز برزو نے مارا بزور
ہوا پر الم رستم نامور
کہ خستہ ہوا دست جنگی سوار
تو بس ریزہ کرتا اُسے سر بسر
کہ ہوں سخت تر کوہ البرز سے
خطا ہے اگر رہئے غافل یہاں
رکھو روز فردا یہ موقوف جنگ
ہوئی جا کے آسودہ یکسر سپاہ
ولے طرفہ اک گرد زور آزمار
ہوا کارگر کچھ نہ زور خدنگ
ملے خاک میں کون انجام کار
تو با چشم تر شہ سے کہنے لگا
نہیں مجھکو مقدور پیکار کا
یہاں ہے جہاندار ہوتا اگر!
یہ دلمیں ہے اک گرد کو بید رنگ
بہم جنگ موقوف ہو تب تلک
لگا کہنے یوں خسرو نامجو!
ملاؤں تہ خاک خون سر بسر
کہ اے خسرو خسروان زمن
کہ حاضر ہیں بندے پے جنگ رزم
ستیزندہ بیژن ہو مانند شیر
کریں جا کے برزو بزیر زمین!
کہے ہیں کیا اب بیان جسطرح
ارادہ ہے میرا سوئے سیستان!
سر و دست کا اپنے درماں کروں

بلاؤں میں واں جاکے سیمرغ کو
شتابی ہوں سیمرغ سے چارہ جو

دلیران ایران یہ سنکر خبر
رواں پیش رستم گئے سربسر

نہ ٹھیرے یہاں گر تو اے پہلوان
تو قایم رہے پھر نہ کوئی جوان

تہمتن نے پھر با دل دردمند
کہا یوں کہ زیر سپہر بلند

مجھے صبح میدان میں آن کر
کرے جب طلب برزوئے کینہ ور

ہوا زخم کاری سے بیکار میں
سو کھانہ جاتا ہوں ناچار میں

پھر اتنے میں پہنچی خبر یہ وہاں
کہ آیا فرامرز جنگی جوان

بغل میں لیا پیلتن نے وہیں
دیئے بوسے بالائے چشم وجبین!

تو پہنچی مجھے راہ میں یہ خبر!
کہ برزو سپاہ لیکے آیا ادھر

فرامرز سے جب سنایہ سخن
لگا کہنے تب رستم پیلتن

فرامرز سے رستم پیلتن
یہ بولا کہ اے مرد لشکر شکن

یہ برزو سے کہنا کہ ہو نہیں وہ مرد
ہوا تھا جو کل تجھسے گرم نبرد

دم صبح پھر برزوئے کینہ ور
پکارا سوئے رزمگاہ آن کر

جو دیکھا تو گرگین ہے واں گرم جنگ
ولے دور سے ڈالتا ہے خدنگ

کہا شہ نے یوں فرامرز کو!
شتابی تو برزو سے ہو جنگجو

رواں کرکے توسن یل ارجمند
یہ برزو سے بولا بہ بانگ بلند

فرامرز تھا لیکہ جوں فیل وشیر
درشت وتنومند وچیت ودلیر

سوئے جنگ آیا تو باصد طرب
مگر سیر ہے جانسے اپنی تو اب

ترے ساتھ میں کرکے کل کارزار
گیا جب ہوا لات کو بادہ خوار

سنی اسکی برزو نے آواز جب
لگا کہنے جی میں کہ ہے اب غضب

ولیکن یہ دیکھوں ہوں میں کے غور
تو پاتا ہوں آواز و ترکیب اور

ہوا کشتہ یا خستہ شاید وہ مرد
کہ دیروزہ تھا جو مراہم نبرد

فرامرز بولا کہ دیوانہ ہے
تمیز و خرد سے تو بیگانہ ہے

یہ کہکر دیئے سب نشان نبرد
یہ سنکر ہوا غرق حیرت وہ مرد

وہ بولا کہ ہوں رستم پہلوان
مقابل نہیں میرے شیر ژیان

سنا جب کہ نام یل ارجمند
تو برزو ہوا سخت اندیشہ مند

پیاپے جو تھی ضرب بالائے سر
تو ہرگز نہ فرصت ملی اسقدر

ہوئی ریزہ ریزہ جو اسکی سپر
پریشاں ہوا زخم سے مغز سر

اسے کشتہ کرنا نہ دشوار تھا
ولے یہ نہ منظور زنہار تھا

زوارہ نے سب سے کیا یوں بیان!
کہ ہے عزم رستم سوئے سیستان

لگا کہنے ہر ایک اے پیلتن
ترے ہی سبب سے ہے یہ انجمن

ذرا پانسے جنبش نہ کر زینہار
یہاں رکھ تو پائے ثبات استوار

بسر ہو گیا بس مرا وقت جنگ
فلک نے کیا مجھکو اب جانسے تنگ

کروں جنگ کیا دست تسکستہ ہے
بنے کام کیا زخمی وخستہ ہے

یہ سنکر لگے رونے سب نامدار
تہمتن بھی اسوقت ہوا اشکبار

ہوا درد دل سے الم سربسر
ہوا شاد رستم اسے دیکھ کر

فرامرز بولا کہ اے پہلوان
ہوا میں جو ہندوستانسے روان

یہ سنکر وہانسے ہوا میں روان
غرض کرکے یلغار پہنچا یہاں

تو آرام کرجا سوئے خیمہ گاہ
کہ تا دور ہو سربسر رنج خواہ

مرا سربسر لیکے سازو براق
تو جا سوئے میدان برائے مساق

دیا سب نشان جنگ دیروزہ کا
سوار الغرض رخش پر ہو گیا!

کہ آئے مرے سامنے کوئی مرد
گیا سنکے گرگین برائے نبرد

فرامرز پھر پیش خسرو گیا
خوشی سے زمین بوس حاصل کیا

مبادا کہ گرگین ہو کشتہ وہاں
یہ سنکر شتاباں ہوا پہلوان!

نہیں ہم نبرد اجوان یہ سوار
تو اب آنکر مجھسے کر کارزار

ہوا سست برزو اسے دیکھ کر
ولیکن یہ بولا کہ اے کینہ ور

فرامرز بولا کہ اے کینہ خواہ
دلیروں کو ہے رزمگاہ بزمگاہ

کیا شب کو با عیش و عشرت سحر
مجھے اس خوشی کا ہے اب تک اثر

کہ اسپ و براق ولباس جوان
وہی ہے جو دیروز تھا بیگمان

نہیں گرد دیروزہ ہے یہ مگر
تو بولا وہیں برزوئے نامور

جو ہرگز نہیں تو دے تیر پاس
مقرر اسی کا ہے یہ سب لباس

وہی ہوں کہ تجھکو کیا تھا زبون
کرونگا غرض آج میں غرق خون

لگا کہنے پھر یوں فرامرز کو
ترا نام کیا ہے بل نام جو

مرا کام فیل افگنی ہے مدام
بجز جنگ شیراں نہیں اور کام

فرامرز نے لیکے گرز گران!
کیا سخت برزو کو عاجز وہاں

کہ برزو کرے زخم اس پر رہا
حفاظت میں اپنی وہ مصروف تھا

زمین پر گرا برزوئے نامور
فرامرز نے پھر رہا کی کمند

یہ چاہا کہ لیجائے کرکے اسیر
حضور خداوند تاج وسریر

رہا گرچہ برزو اسیر کمند
ولے شاہ توران ہوا دردمند

سواروں نے بولا یہ افراسیاب
دلیرانہ ہو حملہ آور شتاب

ہوئے حملہ آور جو تورانیان
نہ پہنچے ادھر سے بھی تورانیان

سو زور دست یل ارجمند
کہ از دست سے کھینچتا تھا کمند

بدست دگر گرز کوبان تھا واں
چپ و راست چوں تپک آہنگران

پھر اتنے میں پہنچا بمانند باد
سوئے گودرز مگاہ رستم شیر زاد

تہمتن نے اندیشہ دلمیں کیا
کہ برزو مبادا کہیں ہو رہا

رہا کر وہیں سست چپ سے کمند
کیا اسنے برزو کی گردن کو بند

سواروں نے جہد فراواں کیا
بہت حملہ برزو نے بھی واں کیا

بہت سخت زور آزمائی ہوئی
نہ برزو کو لیکن رہائی ہوئی!

کہ پنجے میں وہ شیر کے تھا اسیر
کہ دونوں تھے پیل افگن و شیرگیر

زوارہ نے وہیں فرامرز کو
کہا یوں کہ اے گرد پیکار جو!

کمند اب مجھے دیجے ہو گرم جنگ
تو کر قافیہ حلقہ ترکوں کا تنگ

کمند اسکو دے کر وہ مرد دلیر
ہوا گرم پیکار مانند شیر

ہوا دشت میں اسقدر کشت و خون
کہ داماں صحرا ہوا لالہ گوں

غرض مہر تاباں ہوا جب نہاں
گئے تب سوئے خیمہ جنگ آوران

بہنگام شب جا کے افراسیاب
کہا جاکے پیران نے شاہا شتاب

تو اپنا نے لی ملک توران کی راہ
یہ سنکر روانہ ہوئی سب سپاہ

ہوا شاد و کیخسرو نامور
لگے تہنیت دینے فتح و ظفر

پئے قتل برزو ہوا حکم شاہ
ولے پہلواں رستم نیک خواہ

ہوا پیش خسرو شفاعت کناں
سر خوان سے گذرد وہ شاہ جہاں

لگا کہنے رستم سے پھر شہریار
کہ برزو کو بیجا تو اے نامدار

سوئے خانہ رستم اسے لیگیا
فرامرز سے پھر یہ کہنے لگا

گر لیجا اسے سوئے زابلستان
وہ برزو کو لیکر ہوا بس روان

رہا بند سے پھر نہ اقدام کیا
گرفتار زنجیر اس کو رکھا

خبر پانا شہرو و مادر برزو گرفتاری سے آنا اندر ایران واسطے رہائی برزو اور اظہار کرنا اس کا رستم سے کہ برزو تیرا پوتا ہے

جو برزو کی ماں نے سنی یہ خبر
تو ایراں میں آئی وہ خستہ جگر

اس آشفتہ خاطر کا شہرو تھا نام
پسر کی جدائی سے غمگین مدام

نہ برزو کو پایا جو ایران میں
تو وانسے گئی زابلستان میں

زن مطرب خانہ پیل تن
رہے تھی وہاں اس سے با مکر و فن

ملی مادر برزوئے نامور
کیا اسکو راضی بہت دیکے زر

ہوئی نسبت خواہری باہم
وفور اس محبت کا تھا دمبدم

یہ شہرو نے اسکو کہا ایکروز
کہ اے خواہر مہرباں دلفروز

تو پہنچا سکے پیش برزو اگر
تو بھیجوں طعام آج تیار کر

وہ بولی کہ لا خواہر نیک نام
دیا اسنے وہیں پکا کر طعام

رکھی اس نے انگشتری تھے نہاں
کہ معلوم برزو کو ہووے نشان

وہ جب لیگئی پیش برزو طعام
ہوا دیکھ انگشتری شاد کام

لگا کہنے بھیجی ہے کسنے یہ چیز
وہ بولی کہ اے مرد صاحب تمیز

زن نیکبخت آئی اک چین سے
یہ سنکر لگا کہنے برزو اسے

یہ ہے میری ماں ہو نہیں سکتا پسر
مجھے دوست اپنا یقین جان کر

کیا میں نے یہ راز پنہاں عیاں
ولیکن تو سینے میں رکھیو نہاں

درون طعام ایک سوہا تو لا
بریدہ کروں تاکہ زنجیر پا!

تو پھر لا سہ رہوار تازی سمند
بہنگام شب زیر کاخ بلند

مرا کھینچنا آن کر انتظار
کہ ہو نگا روانہ میں ہو کر سوار

پھر آئی وہ زن وانسے با صد طرب
کہا آکے شہرو نے احوال سب

بہت مال شہرو نے لاکر دیا
بہت اسکو ممنون احسان کیا

گئی لیکے سوہن وہ برزو کے پاس
نہ لائی ذرا دلمیں بیم و ہراس

سہ شبدیز بھی شب کو لائی وہاں
کہ برزو نے اسکو کہا تھا جہاں!

جب آیا وہاں برزوئے نامدار
تو اسپان رہوار پر ہو سوار

وہ شہرو وہ زن اور برزو وہیں
شتاباں ہوئے سوئے توران زمین

سوئے راہ ہمراہ ہوگئے سپہر
لگے کرنے اس دشت میں کارزار
تھی جنگ موقوف انجام کار
زن مطرب خانۂ پہلوان
پھر اسوقت اے رستم نیکنام
کیا پھر طلب اُسنے دستارخوان
تہمتن یہ بولا کہ میں کیا کروں
تو شہرو نے اسکو نہ کھانے دیا
ہوا خشمگین برزوئی نامدار
سفید اب محاسن ہوگئی تیری ابے
نہ ہرگز دیا کچھ جواب سخن
دلیرانہ دونوں یل سرفراز
بہت جہد گرچہ کیا وقت کار
دوال لجام سمندان وہیں
ہوئے پھر و اسپان بہم زرمساز
تو برزو کا بھاگا وہیں بادپا
کروں تاکہ رام اسپ کو زودتر
چڑھا اسکے سینے پہ تا بید رہ تیغ
کہ سہراب کا یہ جوان ہے پسر
وہ بولا کہ باطل ہے تیرا سخن
یہ کہکر نکالی وہ انگشتری
گرا پاؤں پر از سر انکسار
کیا ایک بر پا تہمتن نے تخت
بصد شادمانی ہوا ہم کنار

کہ کم تھا ادھر مردمان کا گذر
بہم برزو و رستم نامدار
لگا کہنے برزو سے وہ نامدار
وہ بولی گنہگار ہوں بیگمان
گرسنہ ہوں کچھ مجھکو دیجے طعام
یہ بولے تہمتن سے ہم اسپان
نہیں مجھسے ہوتا ہے برزو زبون
نہ زنہار اپنی زباں پر رکھا
لگا کہنے اے رستم باوقار
نہیں شرم لیکن تجھے ہے غضب
لگا کہنے برزو کہ اے پیلتن
ہوئے لیکے گرز گراں زرمسانہ!
نہ لیکن گرا زین سے کوئی سوار
کمر سے کیا بستہ از روئے کین
مثال دلیران گردان فراز
وہ برزو کو بھی کھینچکر لے چلا
ولیکن نہ رستم نے چھوڑی کمر
کرے اسکے سر کو جدا کھینچ تیغ
نبیرہ یہ تیرا ہے اے نامور
یہ بولی کہ اے رستم پیلتن
نگین فروزندہ چوں مشتری
لفرط خوشی برزوئے نامدار
کہ بیٹھا وہاں برزوئے نیکبخت
کیا سر پہ اسکے بہت زرنثار

ملا راہ میں رستم نامور
کیئے زخم باہم رہا پیشتر
یہ کیونکر ہوا بند سے تو رہا
جو کچھ جی میں آوے سو دیجے سزا!
پذیرا کیا گرد نے یہ سخن!
مبادا جو برزو رواں ہو شتاب
ملا کر وہیں زہر بھیجا طعام
زن مطرب خوبرو بدسیر
ہوا تجھسے جو کام سرزد یہاں
ہوا شرمگین رستم نامور
اگر مرد تو ہے تو اٹھ کر نبرد
پیاپے ہوئے گرز باہم رواں
ہوا میل کشتی انہیں پھر وہاں
لگے زور کرنے با جوش و خروش
تہمتن کے توسن نے وقت ستیز
یہ بھی خواہش برزو انجام کار
زمیں پر گرا برزو انجام کار
وہیں مادر برزوئی پہلوان!
تو برزو کو مت قتل کر زینہار
گرانمایہ خاتم زرناب کی
ہوا دیکھ کر شاہ وہ نام جو
پھر آئے بہم بادل شادماں
ملا یا لیسے زال سے بعد ازاں
مہیا کیا جشن عیش و طرب

پڑی جبکہ برزو پہ اسکی نظر
نہ لیکن ہوا ایک بھی کارگر!
سب احوال برزو نے تجھ سے کہا
کہ مجھ پر ہے ہرگز نہ ایذا روا
گیا ایک گوشہ میں پھر پیلتن
تو خسرو کو کیا دیجئے گا جواب
وہ لے پیش برزو جو پہنچا طعام
ہوئی کھا کے سوئے عدم رہسپر
نہیں یہ سزاوار نام آوران
خجالت سے ہرگز اٹھایا نہ سر
یہ سنکر اٹھا رستم شیر مرد
ہوئے سست بازوئے نام آوران
فرود آئے گھوڑے سے وہ پہلوان
بہنگام کشتی ہوئے سخت کوش
رواں جب کیا زخم دندان ساز
شتابی سے پھر رستم سرفراز
شتابی سے پھر رستم نامدار
لگی کہنے رستم سے کرکے فغان
ذرا دلمیں کر خوف پروردگار
نشانی رکھتی ہوں سہراب کی
بغل میں لیا برزوئے گرد کو
رواں ہوکے وانسے سوئے سیستان
ہوا دیکھ کر زال زر شادماں
نشاط و خوشی تھی وہاں روز و شب

پہنچنا سوسن خنیاگر کا اندر ایران کے جادوگری سے ماہروئے اور واسطے امداد آنا افراسیاب کا اور شکست کھانا

گیا شاہ ایران جو کھا کر شکست
شب و روز چوں غنچہ دلگیر تھا
یہ بولی کہ میں اے شہ نامجو

دلیران ایران ہوئے چیرہ دست
تحیر میں تمثال تصویر تھا
نہیں صرف رامشگر و نغمہ گو

ہوا تھا جو میدان میں برزو اسیر
زن گلبدن ایک سوسن بنام
مجھے علم جادوگری بھی ہے یاد

تو اس غم سے افراسیاب دلیر
کہ رامشگری میں تھی مشہور نام
زمانہ میں اس فن کی ہوں استاد

تہمتن کے آگے کرہی شیر مست
ملاؤں فرامرز کو خاک میں
فسونساز ہی اپنی دکھائی اُسے
وہ ہوش سے رخصت شتاباں ہوئی
وہ جب ملک میں پہنچے ایران کے
مسافر جو آتا تھا ہر صبح و شام
مہیا مے و میوہ و چنگ و رود
ذرا ماجرا سنیئے ایک روز کا
دلیران ایران واں تھے تمام
بہم طوس گودرز میں تھا عناد
لیا طوس نے خنجر از روے کیں
رہام دلاور پہ غصہ ہوا
کہا پھر یہ رستم نے گودرز کو
لگا کہنے گیو یل نام جو!
مناسب ہے یہ میں بھی جاؤں ہاں
تہمتن سے پھر گستہم نام جو
خطر پھر ہوا رستم گرد کو
تو ہونے نہ دیجو بہم کارزار
پسندیدہ ہے یہ کہ اب جاؤں میں
پھر آتا ہوں اب ہو کے آغاز کار
یہ دیکھا کہ خیمہ ہے افراختہ
گذرتا ہے جو کوئی اس راہ سے
اترا اسپ سے بادل شادماں
لگا کہنے اس سے کہ اے دلستان
کہ تھا مرد سوداگر خوش سیر
جہاں سے جواں لیگیا رخت جب
خطر سے ہیں اسکے گریزاں کئی
جواں دلاور نے دل میں کہا
کہ خیمہ یہ کسکا ہے تب مرد ماں

نہیں پیش جاتا اگر زور دست
دلیرو نکالو نہیں سوم ناک میں
طرف ابن رے کے لائی اسے
روانہ سوئے ملک ایران ہوئی!
تو رستے میں پھر زابلستان کے
تو سوسن کھلاتی تھی اسکو طعام
شراب و کباب و رباب و سرود
کہ رستم کے گھر جشن شاہانہ تھا
مہیا سرود و مئے و دور جام
لگے کرنے واں گفتگوئے فساد!
رہام دلاور نے اٹھکر وہیں
یہ پھر برزوے پہلواں سے کہا
کہ طوس دلاور کو اے نامجو!
کہ گودرز اور طوس ہیں تندخو
کہ دونوں کو سمجھا کے لاؤں یہاں
برادر تھا طوس دلاور کا جو
مبادا کہ ہوں پہلواں کینہ جو
یہ سنکر گیا وہ یل نامدار!
ملک زادہ کو ساتھ لے آؤں میں
لکھوں حال طوس یل نامدار
اور اک قلعہ محکم ہے نو ساختہ
تو یہ اسکو آئین دلخواہ سے
گیا وہیں خرگاہ میں پہلواں
حقیقت تو اپنی ذرا کر بیاں
رہوں تھی میں آرام سے اسکے گھر
یہ چاہا سپہدار توران نے تب
سوئے ملک ایراں شتاباں ہوئی
کہ خسرو کے لائق ہے یہ دلربا
لگے کہنے اس سے کہ اے پہلوان

تو دیکھ اب تماشا مرے سحر کا
پذیرا نہ کرتا تھا افراسیاب
زر و مال اسباب جو کچھ کہا
یل جنگی اک اس کے ہمراہ گیا
بنائی سرا ایک اور قلعہ ایک
مراتب مسافر نوازی کے جب
مسافر نوازی نہ ہرگز تھی واں
وہاں گیو و گودرز جنگی سوار
تھی آراستہ محفل دلستان
زباں پر جو اسوقت گفتار تھے
کف طوس سے کھینچ خنجر لیا
نہیں جانتا کیا تو رستم براں
تو اب جاکے لے آ شتابی یہاں
مبادا کہ واں کھینچ کر تیغ تیز
یہ کہکر گیا گیو زور آزماء
روانہ ہوا بے اجازت ادہر
فرامرز سے رستم پہلوان
لگا کہنے یوں زال زر بعد ازاں
سوار اسپ پہ ہوکے مانند باد
رواں ہوکے پھر طوس پہنچا وہاں
پکاتے ہیں باورچیاں واں طعام
کھلاتی ہے نقل و شراب و طعام
جو دیکھے تو بیٹھی ہے اک نازنین
وہ بولی ہوں میں زن نغمہ گو
بہت مال و زر اس جواں نے دیا
کہ اپنی پرستار مجھکو کرے
پئے خسرو نام جو آئی یاں +
اسے لیچلوں پیش شاہ جہاں!
زن تاجر آئی ہے توراں سے ایک

کروں تن سے رستم کے اب سر جدا
ولیکن زن ساحرہ نے شتاب
سپہدار توران نے اسکو دیا
کہ تھا پیل سم نام اس گرد کا
پسندیدہ خوب و دلچسپ و نیک
ادا کرتی تھی وہ زراہ طرب
کہ نیرنگ سازی تھی وہ بیگماں
یل بیژن و طوس عالی تبار
قرین مسرت تھے پیر و جوان!
سو نالائق و سخت دشوار تھے
وہاں سے خفا ہوکے طوس اٹھ گیا
کہ لازم ہے دلجوئی مہماں
ہوا سنکے گودرز فوراً رواں
بہم ہو وہیں کینے سے گرم ستیز
و لے ہمراہ گیو بیژن گیا!
کہ واں طوس تنہا ہے اور نامور
یہ بولا کہ اب تو بھی جا اے جواں
کہ شہزادہ اپنا ہے طوس گراں
روانہ ہوا زال فرخ نہاد
سرا تھی زن ساحرہ کی جہاں
لگا پوچھنے وہ یل نیک نام
مہیا ہے یاں بادہ و دور جام
صنوبر قد و گل رخ و مہ جبین
مرا ایک عاشق تھا مرد نکو!
بہت مجھکو مسرور و شاداں کیا
مرا مال لے خوار مجھ کو کرے
رہوں اسکی خدمت میں تا جاوداں
کہ تا حسن مجرا ہو مرا وہاں +
کہ رکھے ہے وہ خصلت خوب نیک

غرض بیٹھ کر طوس عالیجناب
پکڑ طوس کو قلعہ میں لے گیا
جو آیا وہاں بعدازاں گستہم
جو پہنچا وہاں دوسرے روز زال
تو اب چل زروئے نشاط و سرور
پذیرانہ اُس نے کیا یہ سخن
پھر اتنے میں بیش یل نامور
رکھے قلعہ میں انکے پانچوں سمند
لگا کہنے اس قلعہ میں جلد جا
یہ پھر زال زر نے ارادہ کیا
گیا گرز لے کر یل کینہ جو
بوقت دعا سوئے زابلستان
یہ بولے فرامرز سے بعدازاں
کہا زال سے تو کنارے تو ہو
سر شام تک واں رہی کارزار
تہمتن نے بھیجا فرامرز کو
در قلعہ پر آن کر بعدازاں
ہوئی بارش تیروں ہمد گر
ہوئے کھینچکر تیغ پھر زرمسانہ
گیا جب سوئے کوہ مہر منیر!
ہوئی دور سے اک گرد آشکار
کہ میں پیل سم سے کروں کارزار
ہوئے گرم کیں رستم و پیل سم
ہوئے رستم و زال پھر بعدازان
وے برزو و رستم و زال زر
یہ ہنگام فرصت جو آیا نظر
پھر اتنے میں کیخسرو نامور
سواراں پر لنے دواں آن کر
ہوا بیدل اسوقت افراسیاب

لگا ہاتھ سے پینے اس کے شراب
پھر اتنے میں گودرز جنگ آزمار
رکھا اُسنے بھی قید گہ میں قدم
ہوا مردماں سے وہ پرسان حال
خداوند مہماں سرا کے حضور
نہ ساتھ آسکے ہرگز گیا پیل تن
کسی نے کہا کان میں آن کر
یہ سنکر وہیں وہ یل ارجمند
خبر وانکی دریافت کر کے لا!
کہ دیجئے زن ساحرہ کو سزا
وہاں جا کے توڑا در قلعہ کو
کسی کو کیا زال زر نے روان
کہ دروازہ پر قلعہ کے ایجوان!
تو میں پیل سم سے ہوا پرخاش جو
ہوئی جنگ موقوف انجام کار
شتابی سوئے خسرو نام جو
ہوا الغرہ زن رستم پہلوان
نہ اک تیر ہرگز ہوا کارگر!
غرض شام تک ہر دو گرد دلفگار
ہوئے تب یلان جا کے آرام گیر
ہوا یہ پدیدار انجام کار
تو جا سوئے سالار توراں دیار
بسان ہژبران جنگی بہم
سوئے لشکر شاہ توران رواں
جد ہر حملہ کرتے تھے چوں شیر نر
تو پھر قلعہ میں وہ زن حیلہ گر
سپہ لیکے پہنچا بصد کر و فر
لئے گھیر ترکاں وہاں سربسر
کہ ترکو نکو پیکار کی تھی نہ تاب

ہوا بیخود و مست و بیہوش جب
گیا بیش سوسن تو وہ بھی وہاں
ہوئے جا کے پھر گیو و بیژن بھی قید
گئے لوگ پھر پیش سوسن کے نال
می و میوہ و نغمہ و چنگ و نے
یہ سمجھا کہ نیرنگ سازی ہے یاں
کہ یہ زن ہے مکار لے پہلوان
ہوا پر غضب اور اک شخص کو
گیا اور گھوڑونکو پہچان کر
گریزاں ہوئی وانسے وہ حیلہ گر
مقابل ہوا زال کے پیل سم
کہ پہنچا دے رستم کو جلدی خبر
دلیرانہ وہ گرد ہیں ہم نبرد
لگے کرنے پھر وہیں باہم نبرد
سحر برزو و رستم پہلوان
شتاباں ہوا وہ یل نامور
کہ اے پیل سم آ کے ہو گرم جنگ
ہوئی نیزہ بازی بہم بعدازان
رہے گرم پیکار مانند شیر
سحر پیل سم سے ہوا ہم نبرد
کہ آیا سپہ لیکے افراسیاب
پئے جنگ برزو گیا پھر شتاب
تہمتن کے بس ہاتھ سے بیدرنگ
کو آ گرد انکے سواران ترک!
تو ملتے تھے صدہا تہ خون خاک
گریزاں ہو لشکر میں داخل ہوئی
جب آیا جہاندار فرخ نہاد
برسنے لگے ہر طرف سے خدنگ
درشتی سے پیراں دلیر وہیں

کمینگاہ سے پیل سم آ کے تب
ہوا قید مانند طوس جوان!
نہ مہمانسرا تھا وہ تھا دام کید
یہ بولے کہ اے مرد فرخ نہاد
جو کچھ ہووے مطلوب موجود ہے
کہ افسوں سے خالی نہیں یہ مکان
گئے چار گرد انسے غائب یہاں
کہ تھا جا کر زال فرخندہ خو
حقیقت کہی اسنے سب آن کر
گئی قلعہ میں بادل باخطر!
لگے چلنے گرز گراں دم بدم
وہیں پھر فرامرز پہنچا ادھر
یہ سنکر گیا وہیں وہ شیر مرد
فرامرز اور پیل سم ہر دو مرد
شتاباں ہو زابل سے پہنچے جہاں
کہ پہنچا دے جا کر یہ سب کو خبر
کہ پہنچا وہیں لیکے گرز و خدنگ
لگی چلنے پھر ضرب گرز گراں
نہ آیا ٹلے اسپ سے کوئی زیر
دلیر و جوان برزوی شیر مرد
تہمتن یہ برزو سے بولا شتاب
سوئے لشکر شاہ افراسیاب
ہوا پیل سم کشتہ ہنگام جنگ
لگے ڈالنے تیر گردان ترک
بہت ترک ہوتے تھے اندم ہلاک
رہائی اسے غم سے حاصل ہوئی
ہوئے برزو و رستم و زال شاد
سواران ترکاں ہوئے سخت تنگ
یہ بولا کہ اے شاہ توراں زمین

کئی بار کھائی ہے تو نے شکست نہیں پیش جاتا ہے کچھ زور دست
سرا سندہ زن نے تجھے جو کہا وہ افسوس تو نے پذیرا کیا
سپہدار نے سنکے پاسخ دیا کہ ہونا تھا جو کچھ ہوا چارہ کیا
لگا کہنے پیران سے یوں شہریار کہ اے مرد دانشور و ہوشیار
یہ کہکر رواں کرکے گھوڑا شتاب ہوا نعرہ زن شاہ افراسیاب
مناسب ہے میداں میں آوے اگر سپہدار کیخسرو نامور
یہ سنکر وہ شاہنشاہ نامدار اتر فیل سے اسپ پر ہو سوار
پکڑ کر عناں یوں گذارش کیا کہ اے شاہ شاہان کشور کشا
پھر اتنے میں پہنچا تہمتن وہاں تہمتن سے شاہ نے کیا یہ بیاں
کہ ہے وہ تنومند چالاک چست فنون و ہنر میں نہائت درست
بہت جہد و کوشش سے زور و دغا رہا غالب اسپر بفضل خدا
بعیاری آخر وہ زور آزما رہا میرے پنجے سے ہو کر گیا
سوا اسکے موڑیں نہ منہ زینہار فرامرز برزوئے جنگی سوار
کہ باندہیں کمر سوئے پیکار کیں ہوا سنکے خسرو بہت خشم گیں!
نہ جانیں ہوں ترکان جنگ آزما نہ ہو شیر پنجے سے میرے رہا
یہ کہکر کیا شاہ نے وہیں عزم کہ توسن کو کیجے رواں سوئے رزم
کہ پہلے مجھے قتل یاں کیجیے رواں اسپ کو بعد ازاں کیجیے
سر اپنا رکھا شاہ کے پاؤں پر لگا کہنے خنجر وہیں کھینچکر!
دلیران جنگی ہیں یاں جسقدر دکھاتا ہے ہر ایک اپنا ہنر
مرے تن میں ہے جبتلک جان نزار نہ کر عزم پیکار تو زینہار
کیا عرض برزو نے جب اسقدر ہوا نرم تب خسرو نامور
نہائت ہی شیریں زبان یہ جوان سخنگوئے خوش سیرت و خوش بیان
لگا کہنے برزو سے یہ بادشاہ کہ سالار توراں سے ہو کینہ خواہ
شتاباں ہوا سوئے افراسیاب خروشندہ مانند دریائے آب
لگا کہنے برزو سے لے بدنہاد نہیں ہے مگر تجھ کو یہ بات یاد
سکھائے ہنر پہلوانی کے سب نہیں شرم آتی تجھے بے غضب
کہاں اب گیا خسرو نامدار کہ آیا نہ اسدم پئے کارزار
مجھے ہے تیری جنگ سے عار و ننگ تو پھر جا یہاں سے مگر عزم جنگ
یہ برزو نے اسوقت پاسخ دیا کہ ہوں گرچہ پروردہ تیرا شہا

ترا ملک برباد یکسر ہوا! نہ میرا سخن کچھ موثر ہوا!
کیا جان کو اپنی برباد ہائے ہوئی عقل برگشتہ یکدست وائے
وہ بولا نہیں ہمکو تاب ستیز مگر کیجیے اُن سے جنگ گریز
کہا تنگ میں جنگ گریزان کروں یہ بہتر ہے میداں میں جاں اپنی دوں
کہ ضائع ہو کسواسطے اب سپاہ کریں خلق کو کس لئے ہم تباہ
مرے ساتھ ہو آن کے رزمخواہ خدا فتح دے جسکو ہو بادشاہ
شتاباں ہوا سوئے افراسیاب ولے نامداران آکر شتاب
نہیں مصلحت یہ جو میداں میں تو سپہدار توران سے ہو جنگجو
کہ لیتا ہوں اب جا کے خون پدر یہ سنکر لگا کہنے وہ نامور
کئی بار کی میں نے ساتھ اسکے جنگ مقابل ہوا لیکے گرز و خدنگ
ولے کرسکا میں نہ اے بادشاہ اسے وائے پابند میداں میں گاہ
اگر پھر وہ رکھتا ہے اب عزم جنگ تو میداں میں جاتا ہوں بیدرنگ
یہ جنگی سواراں ہیں یاں جبتلک مناسب نہیں شاہ کو تب تلک
یہ بولا سیاوش کا ہوں میں پسر دلیر و جوانمرد صاحب ہنر
اگر کوہ آہن ہوا افراسیاب کروں تیغ براں سے دریائے آب
تہمتن نے مضبوط پکڑی عناں کیا عرض پھر ہو کے گریہ کناں
ہوا تند رستم پہ شاہ جہاں! پر اتنے میں برزو بھی آیا وہاں
کہ سر کو کروں تن سے اپنے جدا مرا خون گردن تیری شہا
فرا اب تماشا مرا دیکھ لو! کہ ہوں شہ توراں سے جنگ جو
جو میداں میں ہو کار میرا تمام تو مختار ہے اے شہ ذوالکرام
لگا کہنے تب خسرو پاکدین کہ ای نامداران ایران زمین
مری آتش خشم کی اپنے سرد نبیرہ ہے رستم کا بیشک یہ مرد
بفرمان شاہنشاہ نامور وہیں ہو کے توسن پہ برزو سوار
جو برزو کو دیکھا کہ ہے کینہ خواہ تو سالار توراں نے کھینچی آہ
کیا پرورش میں نے کیونکر تجھے کیا نامداروں سے برتر تجھے
کہ اب یوں دلیرانہ میداں میں تو! ہوا آن کر مجھ سے پیکار جو
مگر شیر مردوں سے وہ ڈر گیا ہوا غالب اسکو خطر جان کا!
کہ تا خسرو آب کے ہو گرم رزم نہ ہوں خسرواں یعنی جوپائے بزم
ولیکن تو ہے شاہ بیداد گر ستمگار پیمان شکن بدسیر

سیاوش وہاں لیگیا تھا پناہ
نمک خوار تیرا رہا جب تلک
ترے ساتھ کیونکر نہ ہوں زرنخواہ
سپہدار افراسیاب دلیر!
کہ اک زخم سے میرے اب یہاں
کماں لیکے پھر شاہ نے بیدرنگ
وہیں پہنچا وہ جنگی جوان
کہ جبکہ بیکار ہر ضرب گرز
شست سے جو نکلتا تھا تیر
مقابل ہوا لیکے گرز گران
نہ ہوگا تو عہدہ براں گرز سے
کہ ہے دشمن تازہ یہ پہلوان
مبادا اگر تجھسے پہنچے گزند
یہ لشکر کو شہ نے کہا پھر کہ اب
ہوئے حملہ آور ہزاروں سوار
یہ احوال دیکھا تو آئے دواں
یہ آواز شمشیر گرز گراں
پھر لتے ہیں کیخسرو شیر گیر
جہاندار پہنچا جو برزو کے پاس
یہ چاہے تھا کیخسرو نامدار
یہ ہے آرزو و تمنائے دل
ہوا پھر رواں سوئے زابلستاں
کیا پیش کش مال و اسباب گنج
ز روئے عنایت ہو فرماں اگر
یہ بولا کہ اب شوق سے رہ یہاں
کہا یوں کہ ہاں کھیوا ز روئے داد
بجاہ و حشم پھر سوئے تخت گاہ

اسے قتل تو نے کیا بیگناہ
ادا حق نمک کا کیا تب تلک
تو ہے دشمن خسرو دین پناہ
خروشندہ ہو مثل غرندہ شیر
رہیگا نہ میدان میں تو پائیدار
رواں سوئے برزو کیا اک خدنگ
کرے تھا رہا زخم گرز گران
تو برزو نے موقوف کی حرب گرز
سپر پر وہ لیتے تھے دونوں دلیر
یہ دیکھا تو ہوماں نے آکر وہاں
کہ برزو نہیں کم ہے البرز سے
کیا سنکے ہوماں نے پھر یہ بیان
خرابی ہو پھرائے شۂ ارجمند
دلیرانہ حملہ کناں ہو کے سب
لیا گھیر برزو کو انجام کار
فرامرز و رستم بفوج گران
ہوا دشت بازار آہنگراں
شہ نامور شہسوار دلیر!
تو یکدست ترکان ہوئے بدحواس!
کہ دنبال سالار توراں دیار
کہ زابلستان یا نسے ہو متصل
جہاندار خسرو بصد فروشان
تہمتن نے خسرو کو بیدرد و سنج
تو میں چند مدت رہوں اپنے گھر
ولیکن تو بروقت آنا وہاں
تو ملک رعیت کو آباد شاد
روانہ ہوا زابلستان سے شاہ

روا قتل ہے تجھ سے بدعہد کا
اور اب ہوں نمک خوار اس شاہ کا
یہ کہکر ہوا وہ دلاور دواں!
لگا کہنے چوں پیل مستی نہ کر
ہزار آویں تجھ سے اگر پہلوان
گذر کر گیا اسکے جوشن کے تیر
سپہدار توران ہنرمند تھا
ہوئے رزم جو لیکے تیر و کمان
ہوا جبکہ ترکش تہی تن وہیں
کہا شاہ سے یوں کہ ہاں زینہار
وہ بولا کہ اب ولیں اے نیکمرو
کہ میدان میں گرگشتہ ہو یہ سوار
جو کچھ کرو ہوماں نے ظاہر کیا
کرو قتل بدخواہ کو یا اسیر!
پیاپے کئے زخم اس پر رہا
بہم گرم کیں ہر دو لشکر ہوئے
رواں ہر طرف اسقدر خون ہوا
نکل قلب سے مثل شیر ژیاں
گریزاں ہوا وہیں افراسیاب
شتاباں ہو پھر رستم پہلوان
وہاں آپ تشریف اب لیچلیں
رہا جا کے یک ہفتہ رستم کے گھر
گذارش کیا پھر کہ اے بادشاہ
فرامرز برزو ہیں ہمرکاب
بلطف و کرم برزو گرد کو
فرامرز کو دے کے ہندوستان
بصد خوبی و خرمی و بہی

کہ پیمان شکن ہے عدوئے خدا
کہ ہے ہفت کشور کا فرمانروا
اٹھا گرز مانند پیل دماں!
مرے آگے تو پیش دستی نہ کر
کروں قتل اک دم میں سبکو یہاں
ہوا خستہ پہلوئے مرد دلیر
ہنر سے وہ ضربیں بچانے لگا
وہ شاہ دلاور وہ جنگی جوان
دلیرانہ سالار توران وہیں!
نہ یہ قصد کر اے شہ نامدار
فزوں تر ہے خسرو سے برزو کا ورد
تو نام آوری کچھ نہیں زینہار
وہی حرف پیران نے شہ سے کہا
رہائی نہ پاوے یہ گرد دلیر
ولے زیں پہ قائم دلاور رہا
رواں نیزہ و تیر و خنجر ہوئے
کہ دریائے خوں حملہ ہاموں ہوا
گیا بہر امداد برزو وہاں!
ہوا خسرو نامور تھیاب
لگا کہنے اے بادشاہ جہان
سرافراز بندو نکو اپنے کریں
ہوا شادماں رستم نامور
ہوا چار صد سالہ یہ نیک خواہ
یہ سنکر جہاندار گردوں جناب
دیا شہ نے غور و ہری شاد ہو
کیا خرم و خوشدل و شادمان
ہوا رونق افزائے کاخ شہی

بھیجنا کیخسرو کا گودرز کو طرف توران واسطے جنگ افراسیاب کے اور آنا پیران ویسا اور ہومان کا ساتھ فوج

بھاری کے واسطے لڑائی کے اور مارا جانا پیران و ہوماں کا اور شکست پانی فوج توران نے و فتح پانی گودرز کی

طلب کرکے گودرز کو ایک روز
لگا کہنے کیخسرو نیک روز!

کیا نامداران توراں کو پست
سپہ شاہ توران کو دیکر شکست

بداندیش نے کی ہے پھر جمع فوج
پہنچکر شتابی سے مانند موج

فرامرز سے یوں کہا بعد ازاں!
کہ تو جا کے اب سوئے ہندوستان

کہ توراں میں گودرز جب پہنچے یاں
بہم ہوکے ملحق وہ فوج گراں

سپہ لے کے گودرز جنگی سوار
روانہ ہوا سوئے توراں دیار

سُنی شاہ توراں نے جب یہ خبر
سپہ دیکے ہوماں کو تب زود تر

وہ لشکر مقابل ہوئے آکے جب
ہوا گرم بازار پیکار تب!

مقابل ہوا بیزن نامدار
ہوئے گرم پیکار دونو سوار

سواران ترکان پریشاں ہوئے
سوئے فوج پیران گریزاں ہوا

کہ ہوماں نے آخر جو کی ہے جنگ
تو میدان میں کشتہ ہوا بیدرنگ

اب آتا ہے پیران بصد فروشاں
لیے ساتھ جنگی سپاہ گراں

جہاندار خسرو نے پھر اور فوج
رواں بہر امداد کی مثل موج

ادہر گیو گودرز پیران ادہر
مقابل دو لشکر ہوئے آنکر

بہت جنگ واقع ہوئی تا دو سال
ہوا سخت باہم جدال و قتال!

کہ ایران توران سے بہر مدد
پہنچتا تھا واں لشکر بیعدد

گئی فوج توران بحال خراب
حضور سپہدار افراسیاب

کہ لشکر سپاہ رستم نامدار
سوئے ملک توراں گیا چند بار

اور اب ہی تیری نوبت پہلوان
سپاہ گراں لیکے تو جا وہاں!

پراگندہ کر یکسر انبوہ کو!
کہ تا فتنہ کشور میں برپا نہ ہو

تصرف میں لاتا ہوا ملک کو!
رہ ہند سے سوئے چین آئیو

بتدبیر شائستہ و دلپذیر
سپہدار توراں کو کیجئے اسیر

یل بیزن و طوس و گیو جوان
گئے اسکے ہمراہ با فروشاں!

رواں سوئے گودرز جنگی گیا!
عقب اسکے پیران ویسہ کیا

کیا آپ ہوماں سوئے رزمگاہ
کہ گردان ایران سے ہو کینہ خواہ

ہوا آخر کار ہوماں ہلاک
ملا ترک جنگی تہ خون و خاک

ہوا شاد گودرز جنگ آزما
شہ نامور کو یہ اسنے لکھا

ہوئی فوج اسکی تباہ و خراب
دلیران غازی ہوئے فتحیاب

تہمتن اگر بھیجے امداد کو!
تو بہتر ہے اے خسرو نامجو

کہا یہ تہمتن نے اے نام جو
مددگار گودرز کا جا کے ہو!

ہوئے گرم پرخاش رزم و کین
دلیران ایران و توران زمین!

بہت قتل ہوتے تھے پر ہر دو سو
نہوتا تھا کم لشکر جنگ جو

ہوا کشتہ پیران پھر انجام کار
ہوئے قتل واں اور بھی نامدار

میسر ہوئی فتح گودرز کو!
ہوا شاد و خرم ملک نام جو!

مارنے لشکر افراسیاب کے اور پہنچنا کیخسرو کا اندر توران کے اور آنا شیدا پسر افراسیاب کا ساتھ رسم بادشاہی کے اور ساتھ اکیلے کیخسرو کے لڑنا اور مارا جانا اس کا بعد اس ہر دو لشکر کی زبردست لڑائی ہونا اور مارا جانا افراسیاب کا

سنی شاہ توراں نے جب یہ خبر
کہ پیران دلیر یل نامور

یہ سمجھا سپہدار شوریدہ حال
کہ دولت کا میری اب آیا زوال

دل زار سے کھینچکر آہ سرد
لگا کہنے یوں شاہ با درد و رنج

ہوا غم سے پیران کے سوگوار
خوش آتی نہیں زندگی زینہار

مجھے کام دنیائے چین سے ہی کیا
زرہ اور جوشن ہے جائے قبا

ہوا کشتہ میدان میں روز نبرد
ہوا شاہ کے دلکو تب سخت درد

غمیں دل ہوا چشم گریاں ہوئی
بہت غم سے خاطر پریشاں ہوئی

کہ پیراں ہمارا تھا پشت پناہ
سپہدار سالار توراں سپاہ

نہیں خواہش تاج و اورنگ ہے
کلہ خود اور تخت بیرنگ ہے

نہ لوں جبتلک شاہ ایران سے کین
مجھے خواب و آرام ہرگز نہیں!

عرض اپنی مجلس میں اسکام پر
سنا مژدۂ نصرت و فتح جب
سمرقند اور بخارا میں بھی لا
بٹھائے شہنشاہ نے حاکم وہاں
کیا شاہ توراں نے پھر عزم جزم
جوانمرد شیدا کہ تھا پور شاہ
شتاباں ہوا لیکے یکصد ہزار
خردمند شہزادہ لہراسپ تھا
تہمتن بھی زابل سے پہنچا وہیں
اتالیق ہو جا کے اس کا ثواب
اگرچہ تھی میری طرف سے خطا
کیا پرورش اسنے تجھکو تھا ہائے
دلیراں مرے شیر غرندہ ہیں
یہ بہتر ہے اب آشتی ہو بہم
جو اقلیم توراں سے وہ سرزمین
دلیراں توران گردن دیار
ہے میرے قالب میں جان جبتلک
کرے کشتہ میدان میں تو مجھے
جو روز وغا میں نے مارا تجھے
مری جنگ سے گر تجھے ہو خطر
اگر شیدا کشتہ ہو ہنگام جنگ
یہ ہے جسقدر تجھکو یکدست دوں
کہ لیجا تو اب پیش خسرو شتاب
جو قابو ملا کچھ نہ نیروئے بخت
یہ سنکر ہوا شاد افراسیاب
ہوا خندہ زن خسرو نامدار
ہوا صلح جو ہو کے عاجر کمال
کروں جبتلک میں اسکو ہلاک
تو لایا بجا اداب رستم و نیانہ

قسم کھائی اور چپت باندھی کمر!
ہوا خسرو نامور شاد تب
تصرف کیا جا کے باصد خوشی
ہوا ملک میں حکم شہ کاروان
کہ خسرو سے کیجے دلیرانہ رزم
اُسے شاہ توراں نے دیکر سپاہ
سواران شائستہ کارزار
اُسے شاہ نے سالار لشکر کیا
ہوا شادماں خسرو پاک دین
خبر دار رہ اس سے ہر روز و شب
ولے قتل پیران کو ناحق کیا
نہ آیا تجھے رحم زنہار وائے
پلنگاں و شیران کے درندہ ہیں
کہ تا خلق آسودہ ہو یک قلم
جو چاہے ہے تجھے دوں میں گنج و کین
کریں چاکری تیری پیل و نہال
نہیں عہد سے پھر و نیں تب تلک
تو اقلیم توراں مبارک تجھے
تو جان آفرین کی قسم ہو مجھے
کہ رکھتا ہوں سنت زور و ہنر
تو گوشہ نشین پھر ہو نیں بیدرنگ
نہ پھر میں سروکار ہرگز رکھوں
دلیرانہ کیجو سوال و جواب!
تو خسرو کو محفل میں بلا لائے تخت
دیا نامہ شیدا کو اسنے شتاب
بجا لا کے پھر شکر پروردگار
ولیکن ہے مکار وہ بدخصال
نہ کین سیاوش سی سینہ ہو پاک
بٹھایا اسے شہ نے با اتیانہ

مگر فوج کے جمع کرنے میں شاہ
گذر آب جیحوں سے شاہجہاں
کئے اور بھی شاہ توران کے
بجاہ و حشم خسرو کامیاب
بہت گنج رکھتا تھا افراسیاب
روانہ کیا سوئے خسرو شتاب
شہنشاہ نے جب سنی یہ خبر
شتاباں ہوا آپ بھی بعدازان
لگا کہنے لے گرد فرخ خصال
وہ لشکر میں جب فاصلہ کم رہا
نہ یہ جور تھا اس پہ ہرگز روا
خبر دار مجھکو نہیں کچھ ہراس
ولیکن نہیں چاہتا میں یہاں
جو باہم ہوں قول قسم استوار
زر و گنج و دیہیم و اورنگ زر
سوا اسکے دائم مرا ایک پور
اگر صلح تجھ کو نہ منظور ہو!
مرے پور ہوں تیرے محکوم سب
کہ لہراسپ کو شاہ ایران کروں
تو میرے پسر سے کہ شیدا ہے نام
دُرّ و گوہر و تاج تخت و کلاہ
ہوا نامہ شاہ تیار جب
یہ کی عرض شیدا نے اے نامدار
کروں قتل میں کھینچکر تیغ کین
وہ لیکر روانہ ہوا لیس ادہر
یہ بولا سپہدار افراسیاب
دغا اسکے سینے میں لب پر سخن
غرض پور سالار توراں دیار
دلیرانہ شیدا نے کھولی زبان

ہوا دل سے مصروف شام و پگاہ
خوشی سے ہوا سوئے توران روان
ہوئے قبضے میں شاہ ایران کے
ہوا فوج پیشیں سے ملحق شتاب
فراہم کیا لشکر بے حساب
عقب اسکے پھر آپ افراسیاب
سپاہ گران تب رواں کی ادہر
پئے جنگ سالار تورانیاں
سپہدار لہراسپ ہے خردسال
تو یہ شاہ توراں نے نامہ لکھا
کہ پیران تھا دایہ ترا خسروا
کہ ہے لشکر بیکراں میرے پاس
کہ ناحق ہو خونریزی مردماں
کہ پیمان شکستہ نہ ہو زینہار
ترے واسطے بھیجوں اے نامور
رہے تیری خدمت میں باصد سرور
تو ہو مجھسے تنہا میں پیکار جو
غلامی تیری کریں ہر روز و شب
نہ زنہار میں دخل وہاں پر کروں
ستیزندہ ہو لے شہ ذوالکرام
زر و نعمت گنج ملک و سپاہ
کہا شاہ توران نے شیدا سے تب
دل و جان سے ہو نیں تجھ پہ نثار
کریں کشتہ گو مجھ کو مردم وہیں!
شہ نامور کو یہ پہنچی خبر
نہ لایا ستیزی کی زنہار تاب
مرے دل میں ہے درد ہائے کہن
جب آیا حضور شہ نامدار
پیام پدر واں کیا سب بیان

سنی جب کہ گفتار شیدا تمام
مکاں اک بتایا برائے فرود
ہوا مہرباں مجھ پہ دشمن مرا
وہ بے رحم مطلق تبہ کار ہے
کہ مجھ سے کر دیا کہ شیدا سے رزم
میں جو اسکو رخصت نکرتا وہیں
دلیراں یہ بولے کہ افراسیاب
لکھا نامۂ مکر تا بید رنگ
کہ اک نامور نامدار و نسے گر
تبہ ہو ویں یکدست ایرانیاں
کہا پھر یہ رستم نے اے تاجور
وہ بولا کہ ہے دل میں یہ آرزو
یہ گفتار سنکر ہوا شاد کام
لکھا یوں کہ اب اے شہ کینہ جو
جہاں آفریں گر مرا یار ہے!
تو ہے مثل شیر ژیاں گردویر
ترے شیدا نے مجھ سے چاہی نبرد
ہوا پاسخ نامہ تیار جب!
ولیکن یہ شیدا سے کہنا ضرور
وہیں قارن گرد آیا وہاں!
کہا شاہ شیدا نے اے ہوشیار
مرے ساتھ آکر تو کیجو نبرد
کہا شہ نے شیدا کو روز دگر
سحرگاہ شیدا چلا ور سوار
لگا کہنے یوں سیدا نامدار
کیا زور ہر چند شیدا نے پر
کیا چاک خنجر سے اسکا جگر
کرو پاک تم لیکے مشک و گلاب
جہاندار کا نامہ اس کو دیا

لگا کہنے تب خسرو ذوالکرام
گیا شیدا پھر سوئے جائے فرود
زر و ملک و گوہر کرے ہی عطا
ستمگار ہے مردم آزار ہے
ولیکن مددگار کرے کوئی عزم
تو کرتا رواں مجھ پہ شمشیر کیں!
مرو وہ بولے شہ گردوں جناب
تو غیرت سے پو شیدا ہو گرم جنگ
ہوا کم تو ہرگز نہیں کچھ خطر
قیامت ہو پھر ایک برپا وہاں
سحرگاہ شیدا کو رخصت تو کر
کہ اے شاہ تو مجھ سے ہو رزم جو
کیا شیدا پھر واں جہاں تھا مقام
رہا کچھ نہیں درجۂ گفتگو +
اور اقبال و دولت مددگار ہے
تو میں ہوں ہژبر افگن و شیرگیر
نہیں میں ہوں نامرد گردہ ہے مرد
کہا شہ نے گرو قارو نسے تب
کہ اب اپنے تیرے اے بیشعور
کہا تھا جو شہ نے کیا وہ بیان
تو کل جائیو دیکھ کر کارزار
مدد کو نہ پہنچے کوئی اور مرد
کہ رخصت کیا تجھکو اے نامور
جو میدان میں آیا پئے کارزار
مجھے میل کشتی ہے اے نامدار
نہ ہرگز ہلا خسرو نامور
ہوا غرق خون شیدا نامور
مرتب کرو مقبرہ بھی شتاب
زبانی یہ احوال ظاہر کیا!

کہ میں آخر روز دونگا جواب!
کیا نامدار و نکو شہ نے طلب
گئے اسکی اس مہربانی پہ خاک
اُسے خواہش صلح تھا نہیں
عرض سرخ شیدا کی تھی ہر دو چشم
یہ خسرو نے کہہ کر ارادہ کیا!
نہیں مکر سے خالی اسکا سخن
اگر ہو وے میدان میں شیدا ہلاک
مبادا جو خسرو کو پہنچے گزند
تو زنہار نہ مثل آتش ہو تیز
عقب اُسکے نامہ کا لکھکر جواب
کہا شہ نے اچھا تو رہ آج یاں
سپہدار توراں کے پیغام کار
تو دیتا ہے جو گنج توراں دیار
تو اورنگ و دیہیم و اقلیم و زر
خدا کی قسم میں تجھے بید رنگ
سحر وہ ہے اور میں ہوں یا وہ تیغ تیز
کہ شیدا سے لیکر کسی شخص کو
نہ بھیجا تجھے یاں برائے پیام
سحر دیکھنا تو تماشا ذرا
یہ پہنچا تو خسرو کو میرا پیام
لگا کہنے قارن کہ ہنگام جنگ
کہا تو نے جو کچھ سو اسکا جواب
تو کیخسرو نامور بھی وہیں
اتر اسپ سے پھر وہ دونوں دلیر
جہاندار نے اسکو از روئے کین
کیا حکم خسرو نے یہ بعد ازاں
رواں ہو کے پھر قارن نامدار
گئے وہیں شیدا کے ہمراہیاں

یہ کہکر کیا اسکو رخصت شتاب
لگا کہنے لنسے یہ خسرو کہ اب
کہ ہرگز نہیں سینہ کینہ سے پاک
یہ بھیجا پیام اُسنے از روئے کین
نمایاں تھا چہرے سے آثار خشم
کہ ہو ساتھ شیدا کے جنگ آزما
جفا پیشہ ہے مثل چرخ کہن
تو اسکی بلا سے نہیں اسکو باک
خرابی ہو پھر زیر چرخ بلند
نہ کر ساتھ شیدا کے ہرگز ستیز
رواں کیجیو سوئے افراسیاب
کروں تجھ سے پیکار کل یہ جواں
شہنشہ نے پاسخ مہیا کیا
نہیں چاہیئے کچھ مجھے زینہار
جو رکھتا ہے تو میرا ہے سربسر
کروں کشتہ میدان میں ہنگام جنگ
کروں ساتھ اسکے میں تنہا ستیز
سوئے شاہ توران شتابان تو
یہ چاہا کہ ہو کام تیرا تمام
کہ تن ہو کہیں اور کہیں سر تیرا
کہ وقت سحر اے شہ ذوالکرام
کمک سے شہنشاہ کو ہی عار و ننگ
عقب تیرے لاتا ہے قارن شتاب
گیا سامنے مثل شیر عرین
بہم گرم کشتی ہوئے مثل شیر
پکڑ گردن و پشت ٹپکا دہیں
کہ شیدا کے اب تن کو میر دماں
کیا پیش سالار توران دیار
کیا ماجرائے جنگ کا سب بیان

سپہدار نے جب سنی یہ خبر !
کہ کشتہ ہوا شیدا ار نامور
جہاں سے ہوا ایک عالم ناامید
سعادت نظر سے ہوئی ناپدید
نہ ہرگز لکھا نامہ کا کچھ جواب
کیا گرد قارن کو رخصت شتاب
کیا دلمیں ہرگز نہ صبر و قرار
کمر چست باندھی پئے کارزار
سوئے شاہ ایران پھر افراسیاب
روانہ ہوا لیکے لشکر شتاب
ستیزند لشکر سے لشکر ہوا
نمایاں وہاں روز محشر ہوا
بہت جہد تورانیاں نے کیا
کہ دلمیں بھرا کینہ شیدا کا تھا
لڑے ترک خونخوار دل کھولکر
نہ ہرگز کیا جان کا کچھ خطر
ہوا بحر خون عرصۂ رزمگاہ
ہوا لشکر ترک آخر تباہ
نہ میدانمیں گرد تورانیاں بچا
جریدہ سپہدار توراں رہا
یہ چاہا کہ دیجے دلیرانہ جان
بزور اسکی مردم نے موڑی عنان
گیا آخر کار افراسیاب
سوئے ریگ آمو بحال خراب
مظفر ہوا خسرو نام جو
لکھا مژدۂ فتح کاؤس کو

گرفتار کرکے لانا شہزادے ہوم کا افراسیاب کو سامنے کیخسرو کے اور مارا جانا افراسیاب کا اور واپس آنا کیخسرو کا توران سے طرف ایران کی

گیا ریگ آمو سے افراسیاب
گریزاں سوئے لشکر چین شتاب
وہاں پر بھی خسرو تعاقب کناں
شتابی سے پہنچا بفوج گراں
بصد عجز خاقان نے بھیجا وہیں
زر و گوہر و گنج و تاج و نگین !
فرستادہ یہ پیشکش لیکے [illegible]
گیا پیش خسرو بفرط و طرب
کہا جب یہ خسرو نے خاقان اگر
کرے شاہ توراں کو چین سے بدر
تو بہتر ہے ورنہ وہ ہوگا تباہ
رہیگا نہ ملک و سریر و کلاہ
فرستادہ پھر پیش خاقان گیا
پیام شہنشاہ مفصل کہا !
یہ گفتار سن کر ہوا پر خطر
کرے شاہ توراں کو وہیں بدر
گیا چین سے پھر سوئے مکران میں
عقب اسکے پہنچا شہ پاکدین
وہاں سے بھی لی راہ دشت فرار
کہ قلب اقامت نہ تھی زینہار
جہاں جائے تھا شاہ افراسیاب
پہنچتا تھا واں خسرو کامیاب
نہ پائی کہیں اُسنے جائے قرار
کہ تھا سب کو خوف شہ نامدار
تلف فوج ترکاں ہوئی سربسر
گرفتار آئے بہت نامور !
نہ مسکن رہا شاہ توران کے پاس
نہ ہمدم تھا کوئی بجز بیم و یاس
لگا پھر تنہا بصد اضطراب
پریشان و تنہا و بیخور و خواب
سوئے شہر بردع کوئی غار تھا
کہ تاریک مثل شب تار تھا
رہا جا کے واں شہ برگشتہ بخت
نہ لشکر نہ کشور نہ افسر نہ تخت
ستم سے زمانہ کے ناشاد تھا
شب و روز سرگرم فریاد تھا
فریدوں کی تھا نسل سے اک عزیز
ملک زادۂ ہوم صاحب تمیز
سر دامن کوہ نزدیک غار
اقامت گزیں تھا وہ لیل و نہار
سنی جبکہ آواز افراسیاب
اتر کوہ سے ہوم آیا شتاب
جو شہر سے کے آتی تھی ہردم صدا
اُدھر کو دیئے کان اُسنے لگا !
سنا یہ کہ کوئی ہے ترکی زبان !
یہ کہتا ہے باچشم تر ہر زمان
کہ اے شاہ توراں و ماچین و چین
کہاں ہے ترا تخت و تاج و نگین
کہاں وہ دلیری وہ جاہ و حشم
فلک نے کیا تجھ پہ جور و ستم
کہ تنہا بیاباں میں آیا تو آہ
سوئے غار تاریک لایا پناہ
یقین اُسنے جانا کہ افراسیاب
کرے ہے فغاں با دو چشم پر آب
یہ تھا اسکی بیداد سے دردمند
کہ پہنچا تھا کچھ اسکو اس سے گزند
پئے انتقام اُسنے باندھی کمر
کیا صبر تا صبح ہو جلوہ گر
ہوئی صبح تابندہ جب آشکار
تو آیا وہیں ہوم نزدیک غار
پکارا کہ اے شاہ افراسیاب
دعا تیری یکسر ہوئی مستجاب
خدا نے ترے پاس بھیجا مجھے
کہ برلاؤں مقصد کروں خوش تجھے
تو آ غار تاریک سے باہر اب
یہ سنکر وہ نکلا بفرط طرب
اسے ہوم نے خوب پہچانکر
لگایا بزور ایک مشت آنکر
ہوا وہ سراسیمہ و پر الم
لگی ہونے کشتی وہاں پھر بہم
کیا شاہ توراں نے گو زور تخت
ولے تھا گرفتار نیروئے بخت
نہ ہرگز گیا پیش کچھ زور دست
کیا چرخ پر زور نے ہائے پست
اٹھا ہوم نے اسکو پٹکا وہیں
کیا پھر گرفتار از روئے کین
زمانے کا ہرگز نہیں اعتبار
کسی کا نہیں چرخ گردندہ یار
کرے نامدار دل کو دم میں تباہ
کرے سر بلندوں کو یوں پست آہ

تفرع کناں ہو کے بولا وہ یوں / مرے دست و پا کو کئے بستہ کیوں
بھلا مجھ سے کیا تجھکو پہنچا ضرر / کہا ہوم نے تو ہے بیداد گر!
جہاندار نوذر رشہ نامدار / سیاوش سپہدار عالی وقار
جوانمیر و اغریرث پہلوان! / سوا ان کے تھے اور شہزادگان
مرے سب بزرگاں فرخ نہاد / کہ تھے نامدار و فریدوں نژاد
انہیں قتل تونے کیا بے گناہ / نہ آیا تجھے رحم زینہار آہ
ترے جور سے میں گریزاں ہوا / سوئے کوہ و صحرا شتاباں ہوا
وگرنہ مجھے بھی تو کرتا ہلاک / کہ ہرگز خدا کا نہ تھا تجھکو باک
رہا آکے بالائے کوہ بلند / کہ تا مجھکو پہنچے نہ تجھسے گزند
دعائیں یہ کرتا تھا میں صبحدم / کہ برباد ہو تیرا جاہ و حشم!
رہے کچھ نہ تیرا نشان دہر میں / کہ تا جا کے آباد ہوں شہر میں
جو چاہوں تھا مجھکو خدا نے دیا / تجھے اب گرفتار میرا کیا ؛
ذرا کر حقیقت تو اپنی عیاں / کہ کیونکر تبہ ہو کے آیا یہاں
بیاں ماجرا اُسنے یکسر کیا / نشاں خسرو نامور کا دیا
شتاباں ہوا ہوم فرخندہ خو / سوئے تاجور لیکے بدخواہ کو
وہ بولا کہ تو مجھ کو یاں قتل کر / نہ لیجا حضور رشہ نامور
پذیرا نہ اُس نے کیا یہ سخن / کشاں لیگیا پیش شاہ زمن
ہوا شاد کیخسرو ارجمند ؛ / کیا لطف سے ہوم کو سربلند
سر افراسیاب جفا پیشہ کا / کیا تیغ براں سے شہ نے جدا
ستمگار گرشیوز کینہ ور / کہ تھا قید میں اسکو بھی زود تر
کیا کشتۂ خنجر آبدار / ادا پھر کیا شکر پروردگار
کہ تیری عنایت سے اے ذوالکرم / لیا بد سگالوں سے اب انتقام
ہو تسخیر سب ملک توراں کیا / تو خسرو نے پھر قصد ایراں کیا
ہوا حکم یوں رستم گرد کو! / کہ توران میں تو اے یل نامجو
عمل اپنا کر شوکت و شان سے / بد اندیش ہوں دور توران سے
بفتح و ظفر پھر شہ پاکدین / ہوا رونق افروز توران زمین
جہاندار کاؤس کشور کشا / زروئے مسرت گیا پیشوا
خوشی سے بغلگیر باہم ہوئے / برنگ گل تازہ خرم ہوئے
کہا یوں بامداد لطف کریم / میسر ہوئی ہمکو فتح عظیم!
مخالف سے خون سیاوش لیا / ہوئی جمع خاطر بفضل خدا

کوچ کرنا کیکاؤس کا اس جہان فانی سے ملک جاودانی کو اور تخت پر بیٹھنا کیخسرو کا!

جہاں میں ہے بجز ذات پروردگار / نہیں ہے کسیکو بقا زینہار
گدا ہووے یا بادشاہ و وزیر / نہیں ہے کسی کو قضا سے گریز
جہاندار کاؤس انجم حشم / شتاباں ہوا ملک سوئے عدم
چہل روز کیخسرو نامدار / رہا غم سے کاؤس کے سوگوار
سر تخت شاہنشہی بعد ازاں / ہوا مثل خورشید جلوہ کناں
کیا تازہ اورنگ پر جب جلوس / تو حاصل ملک نے کیا پابوس
ہوا ہفت اقلیم پہ حکمراں / ہوا اسکی بخشش سے خرم جہاں
رعیت نوازی جہاں پروری / حقائق شناسی کرم گستری
نہ دی ہاتھ سے شاہ نے زینہار / رکھا عدل سے کام لیل و نہار
میسر ہوئی خلق کو ایمنی ؛ / ہوئے شہ کی دولت سے مردم غنی
پس از مرگ کاؤس تا ہفت سال / رہا حکمراں شاہ فرخ خصال!
عبادت پہ مصروف پھر دل ہوا / سوئے حق پرستی وہ مائل ہوا!
امور خلافت سے رکھا نہ کام / کیا اہلکاروں کو مالک تمام
ہوا جب کہ تنہا شہ نامدار / عبادت میں مشغول لیل و نہار
بزرگان ایران گئے پیش شاہ / یہ بولے کہ اے خسرو دین پناہ
نہ یکبار ہو تخت شاہی سے دور / کیا چاہیئے سلطنت کے امور
کرو حق پرستی میں سب کو بسر / کرو کار دنیا بوقت سحر!
لگا کہنے خسرو ہوا اب میں پیر / نہیں کچھ تمنائے تاج و سریر
یہی ہے آرزو میری شام و سحر / کہ دار الفنا سے کروں میں سفر
کروں سلطنت کا میں کیا کاروبار / کہ مائل نہیں دل ادھر زینہار
دلیران گردان ایران زمین / ہوئے سنکے دلگیر و اندوہگین
طلب رستم و زال زر کو کیا! / مفصل یہ احوال ان کو لکھا :
یہ سنکر وہ ایران میں آئے رواں / گئے پیشوا جملہ نام آوراں
بیاں نام داروں نے پھر یوں کہا / کہ اے پہلوانان کشور کشا!

خدا جانے خسرو کو اب کیا ہوا
کہ اورنگ شاہی سے تنہا ہوا

ہمیں اس مکاں میں نہیں بار ہے
نہیں اسکو ہم سے سروکار ہے

شتاباں ہوئے سوئے شاہ جہان
کیا آکے بیرون پردہ فغاں

یہ پوچھا کہ کسطرح آئے یہاں
وہ بولے کہ اے بادشاہ جہاں

کہا شہ نے یوں کل سے یلان دلیر
ہوا ہیں تو دنیا و دولت سے سیر

غرض جہد و کوشش ہے یہ دمبدم
کہ تا جمع ہو زاد راہِ عدم

تو خیرات ہر روز و شب کیجیئے
فقیران و مسکین کو زر دیجیئے

وہ بولا کہ مردم سے نفرت ہے اب
سنی غیب سے یہ صدا ہم نے تب

نصیحت ہوئی جب نہ کچھ کارگر
تو خاموش ہوئے رستم و زال زر

یہ ہے آرزو جی ہے یہ چاہتا
کہ زنہار ہوئیں نہ تجھسے جدا

شہنشاہ نے سنکر یہ پاسخ دیا
کہ جائے دگر یاں سے میں جاؤنگا

یہ سنکر وہ دونوں یل نامور
برآمد ہوئے واں سے با چشم تر

بہ زاری و فریاد سنکر وہیں
برآمد ہوا خسرو پاک دین

نہیں چاہیئے اسقدر رنج
کہ ہے رفتنی یہ سرائے سپنج

یہ کہکر وہیں خیمہ برپا کیا ۔

مقرر کیا ہے جدا اک مکان
شب و روز رہتا ہے خسرو وہاں

ہوئے اس حقیقت سے آگاہ جب
ہوا رستم و زال کو رنج تب

شہنشہ نے آواز سنکر شتاب
کیا اس مکاں میں انہیں بار یاب

تری سنکے غفلت ہوا ہم کو غم
دواں آئے ہم باحال و پر الم

مجھے قصد یزداں پرستی ہے اب
عبادت میں مشغول ہوں روز و شب

یہ پاسخ دیا پھر کہ اے بادشاہ
جو ہے خواہش توشہ زاد راہ

عبادت سے بہتر ہے شاہجہاں
توجہ ہے لازم سوئے مردماں

کہ نزدیک تر آئے ایام مرگ!
مہیا تو کر ساز ہنگام مرگ!

ولیکن یہ کہنے لگا زال گرد
کہ میں بھی ہوں شاہا بہت سالخورد

ترے ساتھ میں بھی ہوں گوشہ نشین
کروں یاد ذکر جہاں آفرین

کروں حق کو تسلیم جان سطح
ہوئی غیب سے شب ندا جسطرح

انہیں دیکھ کر جملہ ایرانیاں
لگے کرنے فریاد و شور و فغاں

ہر اک کی شہنشہ نے کی دلدہی
کہا یوں کہ غم سے کرو دل تہی

بھلا اب میں شاہان پیش کہاں
جہاں سے گئے ہم بھی جاویں وہاں

شبستان سے سوئے بیاباں گیا

ترک کرنا کیخسرو کا دولت و نیاز کو اور تاج تخت شاہی کا لہراسپ کے سپرد کرنا اور خود الگ چشمہ میں جاکر وہاں سے غائب ہو جانا ۔

جہاندار خسرو نے روز دگر
کئے جمع ایران کے سب نامور

فقیران مسکین جو تھے شہر میں
کیا انکو شہ نے غنی دہر میں

کیا شہ نے پھر ترک جاہ و حشم
رہا کچھ نہ دنیا و دولت کا غم

ہوا گرد گودرز اس کا وزیر
کہ تھا دانش آگاہ وہ مرد پیر

کیا ملک تقسیم پھر سر بسر
ہوا صاحب ملک وہ نامور

تمہارا ہے لہراب اب بادشاہ
اطاعت کرو اسکی شام و پگاہ

ہوئے یکسر آشفتہ ایرانیاں
یہ گفتار لائے زباں پر کہ ہاں

جو موجود ہے پور فرخندہ بخت
تو پہنچے نہ داماد کو تاج و تخت

کہ خسرو نے جسکو کیا بادشاہ
یہ لازم ہے ہم کو کہ شام و پگاہ

کہ گر خاک کو تو کرے شہریار
تو ہم سر جھکاویں زرے و نیاز

عطا کی انہیں نعمت بیکران
ہر اک کو جہاں میں کیا کامران!

پر ادو ہش شاہ گیتی فروز
رہا دل سے مصروف تا ہفت روز

ہوا سب سے فارغ شہ نامجو
دیا تاج اورنگ لہراب کو

کیا گیو کو شاہ نے سالار فوج
کہ دیکھا اسے لائق کار فوج

لگا کہنے پھر خسرو پاک دین
کہ اے سرفرازان ایران زمین

فریبرز سے بھی یہ شہ نے کہا
کہ فرمانبری تو بھی کیجیو سدا!

فریبرز ہے پور کاؤس کے
سپہدار لہراب داماد ہے

سنی جب یہ گفتار ایرانیاں
کہا یہ سخن زال نے تب بیان

کریں بندگی اسکی جو بندگاں
یہ کہکر کیا پیش خسرو بیان!

کہا شاہ نے جو کوئی ہو دادگر
خردمند و دانا و صاحب ہنر

شجاع کریم وخلائق نواز!
سزاوار شاہی ہے وہ سرفراز

یہ لہراسپ اولاد ہوشنگ ہے
جوانمرد و باداد فرہنگ ہے

کیا ہے سمجھ کر اسے سرفراز
کہ بادل و عادل و ہوشیار

یہ تعریف لہراسپ فرخ نہاد
بزرگان ایران ہوئے سنکے شاد

پرستارئی شاہ عالی وقار
دلیران ایران نے کی اختیار

لگا کہنے خسرو یہ لہراسپ کو
کہ جا اب سوئے شہر اے نامجو

مجھے خواب میں چشمہ آیا نظر
شتابندہ ہوتا ہوں یانسے ادہر

وہاں جا کے دونگا میں جان حزیں
یہ کہکر روانہ ہوا بس وہیں!

جب آگے گیا خسرو نامجو!
تو رخصت کیا رستم و زال کو

ہوئے وقت رخصت وہ گریاں
ہوا پیشتر وانسے خسرو رواں

پئے بیژن و گیو و گودرز بھی
وہ گستہم و طوس و فریبرز بھی

نہ رخصت ہوئے راہ سے زینہار
گئے ہمرہ خسرو نامدار

سر چشمہ جبدم کے خسرو گیا
تو واں غسل شاہ جہاں نے کیا

کہا سب سے وقت جدائی ہے اب
خدا سے مجھے آشنائی ہے اب

سوئے خانہ یانسے رواں ہو شتاب
کہ ہوگی یہاں بارش برف آب

چلی باد صرصر بہت تند و سخت
ہوئے بیخ سے کندہ یکسر درخت

یہ کہکر گیا چشمۂ آب میں
نشاں پھر نہ شہ کا ملا خواب میں

ہوا جبکہ خسرو وہاں ناپدید
تو سب نامداران ہوئے ناامید!

پھرے وانسے ناچار گریہ کناں
فریبرز نے پھر کہا یوں کہ ہاں

توقف ذرا کرکے کھاویں طعام
فرود آئے پھر نامداران تمام

مگر گرد گودرز فرخ سیر
رواں اس مکانسے ہوا پیشتر

طعام الغرض سب نے کھایا وہیں
گئے خواب میں پھر وہ گردنکشاں

نمایاں ہوا ابر تاریک تر!
ہوئی بارش ابر پھر اسقدر

کہ یکسر ہوا کوہ صحرا سفید
ہوا بلکہ روح زمیں ناپدید

فریبرز و گستہم و طوس جوان
یل گیو اور بیژن پہلوان!

سوا انکے بھی اور واں نامور
گئے ہمرہ شہ تھے جسقدر

تہ برف یکبارگی دب گئے
بسوئے جہان عدم دب گئے

کہیں منتظر گرد گودرز تھا
نہ زنہار کوئی وہاں جب گیا

تو پھر اسنے بھیجا کسی کو ادھر
کہ لے آئے نام آوروں کی خبر

وہ آیا تو کیا دیکھتا ہے وہاں
کہ مردہ ہیں سب زیر برف گراں

یہ ہے رسم و آئین چرخ بلند
کہ گاہے رکھے شاد گہ دردمند

کسی کو نہیں ہے جہاں میں قرار
پھرے ہے سدا گردش روزگار

کہ آتا ہونہیں سوئے لہراسپ گاہ
کہ زیبندہ ہے جسکو تاج و کلاہ

رکھا سر پہ لہراسپ نے تاج زر
سر شہی پر ہوا جلوہ گر!

بیٹھنا لہراسپ شاہ کا تخت شاہی پر

نہ دی ہاتھ سے رسم کیخسروی
رکھا خلق کو خوش بعد نیکوی

کیا لبسکہ لطف و کرم عدل و داد
بزرگان ایران ہوئے شاد شاد

جہاندار کے چار فرزند تھے
دلیر و شجاع و خردمند تھے

ملکزادہ شیداسپ اور اردشیر
ہنرمند و دانا شجاع و دلیر

یہ دونوں تھے دختر سے کاؤس کی
کہ لہراسپ کیساتھ منسوب تھی

دو فرزند تھے اور خاتون سے
خبردار آداب قانون کے

ملکزادہ گشتاسپ مرد دلیر
دلاور جوان شاہزادہ زریر

ولیکن تھا ہشیار ہر کار میں
جوانمرد گشتاسپ ہر چار میں

وہ تھا لائق تاج فرماندہی
نمایاں تھا چہرے سے فر شہی

دلیر زبردست مغرور تھا
دل شاہ سے اسلئے دور تھا

موافق نہ تھا شاہ سے زینہار
رکھے تھا اسے شاہ ناچار خوار

خفا ہو کے اک روز مرد جوان
گریزاں ہوا سوئے ہندوستان

زریر دلاور کو شہ نے کہا
کرے جا سواران جنگ آزما

تو گشتاسپ کو لا شتابی یہاں
شتاباں ہوا پھر زریر جوان!

ادھر کو شتابندہ گشتاسپ تھا
ادھر کو تفحص کناں یہ گیا

ملا اسکو گشتاسپ انجام کار
زریر اسسے بولا کہ اے نامدار

سمند عزیمت کی پھیر و عنان
یہانسے ہو اب سوئے ایوان

لگا کہنے گشتاسپ اے نامجو
نہیں میری بیش پدر آبرو

کرے ہے وہ توقیر کاؤسیاں
نہیں مجھ پہ اور تجھ پہ کچھ مہرباں

ولیعہد اپنا کرے مجھ کو گر!
تو جانا ہونہیں چلکے پیش پدر

وگرنہ کہیں میں نکل جاؤنگا
نہ زنہار پیش پدر آؤنگا

زریر دلاور نے پاسخ دیا
کہ ہونہیں کفیل آپکے کام کا

پھرے وانسے وہ دونوں جوان
جو آیا نظر شاہ نامہربان
زریر دلاور لیفربان شاہ
سوئے خانہ ناکام آیا زریر
متاع زر و مال جب ہو چکا
کہا اہل دفتر نے یوں ای جوان !
جو رکھتا تھا قوت اکرز کا
وہیں مہتر ساربان نے طعام
ہوا جب گشتاسپ واں کامیاب
کسی نے اُسے وہیں بٹھلا کیوں
غضبناک آہنگر اس پر ہوا
غرض وانسے گشتاسپ نالاں گیا
کھلایا طعام اُسنے لیجا کے سیر
کہ نسل فریدون سے ہو ای جوان
لگا کہنے یہ سرور ارجمند !
یہ کہکر لگا رہنے دہقان کے گھر
یہی رسم تھی قیصر روم کی
فراہم وہاں ہوتا تھا شادو شاد
کتابوں تھی اک دختر شہریار
بلائے جوانان عالی گہر !
اسے خواب آیا تھا شب کو نظر
نصیبوں نہیں ہے اسکے ایران تمنت
نہ دیکھا جواں کوئی اس شکل کا
اُسے دخت نے دستہ گل دیا
وہ دہقان وہ گشتاسپ فرخ جوان
کہ مجلس میں قیصر کی آؤ چلو !
گئے الغرض واں وہ دونوں جوان
لگی کہنے دایہ سے وہ ماہرو
اُسے دستہ گل جائے کیا

خوشی سے سوئے خانہ آئے رواں
تو چار گشتاسپ جنگی جوان
گیا اُسکے دنبال لیکر سپاہ
سوئے روم پہنچا وہ مرد دلیر
تو پھر سوئے دیوان قیصر گیا
نہیں ہے نویسندہ درکار یاں
سوئے خانہ سابانان گیا
کھلا کر گیا خرسم و شاد کام
گیا سوئے آہنگران پھر شتاب
حوالے کیا پتک آہنگران !
کہ نقصان اسکا سراسر ہوا
سوئے دشت با چشم گریاں گیا !
لگا کہنے دہقان سے مرد دلیر
اقامت گزیں ہو نہیں مدت سے واں
تو اور میں ہوں یکجدی آہوشمند
وہاں اُسنے کی ایک مدت بسر
کہ دختر شہ کشور روم کی
جوانان خوشروی فرخ نہاد
ہوئی جبکہ بالغ بت گلعذار
ملک زادگان خجستہ سیر
کہ یکسر دو خوش روے باکرّ و فرّ
ترا جفت ہوگا وہ فرخندہ بخت
کہ جسکا تصور کتابوں کو تھا
سحر گاہ پھر یہ منادی کیا !
کہ وہ بزم آراستہ تھی جہان !
کہ شائد نصیب ہے وہ دخت ہے
کہ وہ بزم آراستہ تھی جہان
کہ تھی اس جوان کی مجھے جستجو
گئی پھر شبستان میں وہ دلربا

سنی شاہ نے گشتاسپ کی جب بات
سوئے روم تنہا گریزا ہوا
گیا دور تک وہ تفحص کنان
غریبانہ گوشہ میں کرکے قیام
کہا میں دبیر و نویسندہ ہوں
کرے گر توقف تو پھر تیرے نام
لبان غریبان و بیچارگان
کہا پھر یہ گشتاسپ سے اے جوان
کہا جاکے ان سے کہ مزدور ہوں
بزور اُسنے مارا وہ اسطور تنگ
بہت دیکھے دشنام از روئے کیں
کیا رحم دہقان نے یہ دیکھکر
کہ تو کون ہے کیا ہے تیری نژاد
کیا کار دہقانیاں اختیار
کہ ہوشنگ کی نسل سے میں بھی ہوں
پھر آخر ش گردش روزگار !
جو ہوتی تھی بالغ بصد لطف تب
جسے چاہتی دختر نازنیں
شہ روم نے تب بصد انبساط
جو دیکھے کتابوں نے سب یکبار
غریبانہ آیا ترے شہر میں
شہ روم نے پھر بھی روز دگر
دگر بار پھر رات کو وقت خواب
کہ ہاں جشن میں آج آویں سبھی
منادی کی دہقان نے سنکر صدا
کہ شاہ دولت آوے نظر
سوئے شاہ گشتاسپ فرخ سیر
یہ کہکر وہیں دختر دلستان !
غضبناک سنکر ہوا بادشاہ

نہ ہرگز کیا اس سے کچھ التفات
شتابندہ طرف بیاباں ہوا
ولیکن نہ پایا کہیں کچھ نشان
لگا صرف اوقات کرنے مدام
یہاں چاکری کا میں جوئندہ ہوں
مقرر کوئی رفتہ رفتہ ہو کام
ارادہ کیا چاکری کا وہاں !
ہمیں ہے نہیں خواہش ساربان
ہر اک کام میں خوب محنت کروں
کہ سندان شکستہ ہوئی اور تنگ
کیا دور دوکان اپنی وہیں
یہ گشتاسپ کو لیگیا اپنے گھر !
یہ بولا وہ دہقان فرخ نہاد
نہیں کچھ غم گردش روزگار
ڈلے ہوں ستمدیدہ چرخ دوں
ہوا یار و اقبال انجام کار
مہیا وہ کرتا تھا جشن طرب
اسے شوہر اپنا وہ کرتی وہیں
مہیا کیا ایک جشن نشاط
نہ آیا پسند اسکو اک نامدار
نہیں اُسکے رو کش کوئی دہر میں
دکھائے کتابوں کو سب نامور
نظر اسکو آیا وہ عالی جناب !
مسافر بھی اور مردم شہر بھی
جوانمرد گشتاسپ سے یوں کہا
میسر جمعیت ہو وہ کرّ و فرّ !
پڑی جبکہ اس نازنیں کی نظر
ہوئی پیش گشتاسپ ہی وہ ال
لگا کہنے یوں کھینچکر غم سے آہ

خدا جانے کیا اس جوانکی ہے ذات
کہا یوں رکھئے خدا پر نظر!
لگا کہنے پھر قیصر نام جو!
گئے پیش گشتاسپ فرخ خصال
یہ احوال سنکر گئے مرد مان
کیا عرض پھر مردمان نے یہی
نہ ہرگز دیا شہ نے کچھ مال و زر
گذر کرکے دریا سے گشتاسپ شاہ
عوض قوت ہر روزہ نخچیر تھا
ہوئے وہ جوان اُنکے بھی خواستگار
کہ بیٹھے میں اک گرگ خونخوار ہے
ہوا اُس سے ہرگز نہ عہدہ برا
گیا سنکے حیرت میں وہ نام جو
کہ تنہا دلیرانہ ہر صبح دم!
گر اس سے تو خواہان امداد ہو
گذرباں و مرین بھی ہمراہ گئے
طرح شیر کی گرگ نے دوڑ کر
گذربان و مرین ثناخواں ہوئے
وہ کہنے لگا کس قدر تھا یہ کام
ادا میں نے کی شرط اے بادشا
وہاں گرگ کشتہ جو آیا نظر
کہا شہ نے اہرن سے یوں بعد ازاں
ہوا دلمیں اپنے وہ اندیشناک
کہ تنہا دلیرانہ ہو جنگ جو
گذرباں بھی ہمراہ اسکے گیا
پذیرا کیا مرد نے یہ سخن!
یہ سنکر حضور اسکے اہرن گیا
تو لاکے تیار اب یجوان!
ہوا الغرض مرد کشور کشا

نہیں ہم کو معلوم ذات و صفات
جو چاہے کرے داور داد گر
کرو خوب تحقیق اسبات کو
ہوئے جاکے اس سے وہ پرسان حال
کیا پیش قیصر مفصّل بیان!
عیاں اسکے رخ سے ہے فرہی
کیا بلکہ دونوں کو گھر سے بدر
شکار ایک گورخر کا پگاہ ہے
پراگندہ خاطر تھا دلگیر تھا!
کہ تھے اقربائے شۂ نامدار
رسانندۂ رنج و آوازہ ہے
تلافی نہ کچھ کرسکا میں ذرا ہے
کہ کیونکر کروں قتل اس گرگ کو
سوئے دشت جاتا ہے بیرنج و غم
ملاوے نہ خاک خون گرگ کو!
ٹلے راہ میں خوف سے رہ گئے
وہیں پنجہ مارا جوانمرد پر ہے
بہت دل میں مسرور شاداں ہوئے
کہ اپنا کروں آشکارا میں نام
مجھے دیجے اب دختر رشک ماہ
تو حیران رہا قیصر نامور
کہ ہے کوہ میں اژدہائے دماں
کہ کیونکر کروں اژدہا کو ہلاک!
کیا کشتہ گشتاسپ نے گرگ کو
یہ گشتاسپ سے جاکے اُس نے کہا
دلیرانہ روز دگر پیل تن
بیاں اُس سے اپنا کیا مدعا
کہ تا قتل ہو اژدہائے دماں
مقابل ہوا آن کر اژدھا

یہ چاہا کہ دختر کو کیجے ہلاک!
مناسب نہیں عہد و کا توڑنا
کہ یہ کون ہے ذات ہے اسکی کیا!
وہ بولا کہ لہراسپ کا ہوں پسر
نہ زنہار قیصر نے باور کیا
نہ کچھ عذر یاں پیش ہرگز گیا
کتایوں دگشتاسپ فرخ بہم
گذرباں کو اک حصہ دیگر مدام
وہ دختر شہ روم کی اور تھیں!
جوانوں کا مرین و اہرن تھا نام
کیا ملک کو اُس نے یکسر تباہ
کرے تو اُسے قتل گر اے جوان!
گذرباں سے اکروز اُس نے کہا
کرے ہے شکار ایک گور کلاں
ہوا شاد مرین یہ سنکر سخن
گیا سامنے گرگ کے وہ جواں
دلاور جواں نے بیک ضرب تیغ
کہا پھر یہ مرین سے اے نامدار
حضور شہ روم مرین گیا
نہ باور کیا شاہ نے زینہار
پھر ایفائے وعدہ کیا باخوشی
اگر کشتہ ہو تجھسے وہ اژدہا!
گذرباں نے احوال گشتاسپ کا
یقین ہے کہ گشتاسپ نے خوف و باک
کہ اے نامور گر را ہو تو یار
سوئے گرگ جنگی شتاباں ہوا
لگا کہنے گشتاسپ عالی تبار
گیا اور لایا وہ خنجر وہیں
دہن سے وہ ہر دم تھا آتش فشاں

ولیکن امیروں نے بیخوف و باک!
نہیں خوب آئین سے منہ موڑنا
تفحص وہیں مرد مان نے کیا
خفا باپ سے ہو کے آیا اِدھر
کہا قصّہ دختر نے پھر خواب کا
بندھا عقد گشتاسپ سے دخت کا
لگے رہنے ویرانے میں لاجرم
سوئے خانہ لاتا تھا وہ ذوالکرام!
پری چہرہ خورشید و مہ جبین ہے
یہ مرین سے بولا شہ ذوالکرام!
گیا میں کئی بار لے کر سپاہ
تو پھر دوں تجھے دختر دلستان
کہ گشتاسپ داماد سلطان کا
دلیر و تنومند ہے وہ جوان!
گیا پیش نام اور پیل تن ہے
تو دیکھا کہ ہے شیر سے بھی کلاں
دو پارہ کیا گرگ کو بیدریغ
تو نام اپنا مت کیجیو آشکار
کہا گرگ کو قتل میں نے کیا!
گیا سوئے صحرا شۂ نامدار
وہ دخت پری چہرہ مرین کو دی
تو حاصل ہو دل کا ترے مدعا
بیاں پیش اہرن مفصل کیا!
کرے اژدہے کو بھی دم میں ہلاک
تو ہو شاہد مدعا ہم کنار
نہ زنہار دلمیں ہراساں ہوا
کہ اک خنجر تیز دندانہ دار!
یہ کہکر گیا سوئے کوہ برین
خدنگ افگناں تھا یہ مرد جوان!

کے سبب چہل تیر اُسنے رہا
وہیں میں کیا اژدہا کے رواں
وہ دندان تیز اسکے کندہ کئے
وہ دندان دیئے قیصر روم کو
جو وہ اژدہا کشتہ آیا نظر!
کہ جسنے یہ کارِ نمایاں کیا

ہُوا اژدہا خستہ سرتا بہ پا
وہیں لیکے پھر ایک سنگ گراں
خوشی سے وہ اہرن کو لاکر دیئے
تعجب میں آیا شہ نامجو
تو اہرن سے کہنے لگا تاجور
تو ہرگز نہیں قاتل اژدہا

وہیں خنجر تیز پھر زود تر!
کیا خستہ مغز سر اژدہا
وہ پیش شہ روم آیا دواں!
نہ باور کیا پھر سخن زینہار
کہ یہ کام ہے دیو کا بیگمان!
وہ بولا کہ اے سرور انجمن!

سرنیزہ گشتاسپ نے باندھ کر
نشان اژدہا کا نہ ہرگز رہا
کیا ماجرا اژدہا کا بیاں
کیا جانب کوہ ہو کر سوار
کہ زاد کیاں سے ہوا کوئی یاں
نہ زنہار تو اب ہو پیمان شکن



کہ تھی شرط جو کچھ ہوئی وہ ادا
غرض ہمرہ اہرن نام جو
کہ ہے قاتل گرگ و مار سیاہ
کہ گشتاسپ داماد تیر اکلاں

شتابی سے کر تو بھی وہ وفا
کیا کتمزا دختر خسرو کو!
ملکزادہ گشتاسپ باعز و جاہ
شجاع و دلاور بہادر جوان

بیاں کی یہ گفتار اہرن نے جب
کتابوں کی استاد تھی ایک زن
گئی وہ کتابون کی ماں کے حضور
جو مرنا لاہرن کا مادر ہوا

ہُوا قیصر روم ناچار تب
پہ اس سے لگی کہنے وہ سیمتن!
لگی کہنے یوں با فزواں سرور
تو پھر مدعا اُن کا یکسر ہوا

عرض اس دلاور نے بیخوف و باک
کیا گرگ اور اژدہے کو ہلاک

کتابوں کی ماں نے یہ قصہ تمام
کیا عرض پیش شہ ذوالکرام!

یہ سنکر شہ روم کہنے لگا
مجھے روز اوّل یہ معلوم تھا!

کہ زیر سپہر برین جز کیاں
نہیں کوئی ہرگز دلاور جوان

نہ ہوں جسکے جنگل سے گاہی ہا
پلنگان و شیران و گرگ اژدہا

کیا شہ نے گشتاسپ کو بھی طلب
بصد جاہ و شوکت زروئے طرب

سپہدار سالار لشکر کیا
فزوں مرتبہ پایہ برتر کیا

جنگ کرناں گشتاسپ کا الیاس بادشاہ خزر کے ساتھ اور اس کو میدان سے گرفتار کرکے قیصر روم کے سامنے لے آنا

ہوا جبکہ گشتاسپ سالار فوج
ہوئے تابع حکم سالار فوج

نہ محکوم تنہا تھی اسکی سپاہ
شہ روم سمجھا تھے پشت پناہ

لکھا پھر یہ نامہ شہ خزر کو
کہ اب خزر سے دست بردار ہو

مہیا تو کر ورنہ سامان جنگ
جو منظور خاطر ہو کرنہ بیدرنگ

شہ کشور خزر الیاس شاہ
کہ رکھتا تھا ساتھ اپنے جنگی سپاہ

حقیقت یہ سنکر ہوا خشمگین!
کیا قصد پیکار از روئے کین

سپہ لیکے آیا سوئے ملک روم
سپہ وہ کہ فولاد ہو جس سے موم

ادہر سے بھی گشتاسپ لیکر سپہ
بفرمان قیصر ہوا کینہ خواہ!

سوئے لشکر خزر آیا دواں
ہوئے گرم پیکار جنگ آوران

سر و پہلو و سینہ تھا وقت جنگ
نثار عمود و سنان و خدنگ

ہوا کشت و خون دشت میں اسقدر
کہ صحرا ہوا بحر خوں سربسر

سپہدار گشتاسپ مرد دلیر
دوان کرکے گھوڑے کو مانند شیر

پکارا یہ میدان میں آن کر
کہ الیاس رکھتا ہے ہمت اگر

تو ہو ساتھ میرے یہاں گرم جنگ
نہ ہرگز کرے جنگ میں کچھ درنگ

دلیرانہ الیاس آیا وہیں
ہوا ساتھ گشتاسپ کے گرم کین!

جو گشتاسپ نے نیزے کو زد سے
کمر میں کیا بند الیاس کے

تو الیاس ہرگز نہ قائم رہا
زمین پر گرا زین سے ہو کر جدا

گرفتار کرکے وہ جنگی جوان!
اسے لیگیا پیش قیصر کشان!

ہوا قید میدان میں الیاس جب
گریزاں ہوا لشکر خزر تب

کیا سر زنگ پھر تعاقب کنان
شہ روم با شوکت و فر و شان

غرض ملک تسخیر یکسر کیا
بہت گنج قیصر سے واں لیا

پھرا خزر سے پھر بفتح و ظفر
سوئے روم آیا بصد کر و فر

وہاں آکے از روئے لطف و عطا
زیادہ کیا رتبہ گشتاسپ کا

کیا بلکہ مختار یکسر امور
جوانمرد کو با نشاط و سرور

سپہدار گشتاسپ نے ایکروز
کہا شہ سے اے شاہ نیکروز

نگ و ساز اب شو ایران کو
نبرد آزما شاہ ایران سے ہو

یہ سنکر وہیں پیش سلطان روم
لگے کہنے یوں نامداران روم

کہ لہراسپ ہے بادشاہ عظیم
وہ رکھتا ہے گنج و سپاہ عظیم

نہیں خوب لہراسپ کیساتھ رزم
مناسب نہیں ملک ایران کا عزم

جوان دلاور ہوا خشمگین
شہ روم سے پھر یہ بولا وہیں

کہ ہے شاہ لہراسپ میرا پدر
عیاں اسکا احوال ہے سربسر

میری جنگ کی تاب اسکو نہیں
کہاں ہے یہ طاقت جو ہو گرم کین

دلیران ایران کو یارا نہیں
کہ ہوں ساتھ میرے ستیزہ کناں

ہراساں ہیں گر روم کے نامدار
تو ارشاد ہو مجھکو اے شہریار

کہ تسخیر ایران کو جا کر کروں
تجھے صاحب تخت و افسر کروں

کہا جبکہ گشتاسپ نے یہ سخن
تو شاداں ہوا سرور انجمن

سوئے شاہ لہراسپ نامہ لکھا
یہ مضمون رقم اسمیں شاہ نے کہا

کہ ہے ساتھ تیرے مجھے عزم جنگ
نہیں جنگجوئی میں ہرگز درنگ

اگر نصف ایران تاج و کلاہ
مجھے دے تو ہو صلح اے بادشاہ

کروں ورنہ ایران کو یکسر خراب
تو ہوے گرفتار رنج و عذاب

ہوا لیکے قابوس نامہ رواں
گیا جبکہ وہ پیش شاہ جہاں

بجالاکے آداب نامہ دیا
ہنا پڑھکے لہراسپ کشورکشا

یہ کہنے لگا پھر شہ نام جو
کہا یوں فرستادہ سے بعد ازاں
یہ سنکر کیا نامہ بر نے بیان
کہ بیٹھے میں اک گرگ خونخوار تھا
پھر الیاس خرز کو ہنگام جنگ
مشابہ ہے کس کے وہ جنگ آزما
نہ کرتا تھا اک پہلوان پر غرور
یہ جانا جہاندار لہراسپ نے
نہیں خرز ایران نہ الیاس ہم
یہ نامہ نویسندہ جب لکھ چکا

کہ تسخیر کر کے فقط خرز کو
حقیقت ذرا جنگ کی کر بیاں
کہ قیصر کا داماد ہے اک جوان
اور اک کوہ پر تھا وہاں اژدہا
اٹھا زین سے لایا جوان بیدرنگ
کہ جس نے یہ کار نمایاں کیا
کہ یہ بات ہے عقل و دانش سے دور
کہ برپا کیا فتنہ گشتاسپ نے
تو اندازہ سے رکھ نہ باہر قدم

ہوا قیصر روم مست و غرور
کہ الیاس کا ملک کیونکر لیا
دلیر و تنومند گشتاسپ نام
دلیرانہ دونوں کو بیخوف و باک
یہ پوچھا جہاندار نے پھر کہاں
نظر کر کے اسنے سوئے زریر
ہزاروں ہیں یاں گرد شمشیر زن
شہ روم کو نامہ کا پھر جواب
بدستور پہنچا شتابی خراج

ہوا فہم و دانش سے یکبارگی
اسے قید قیصر سے کیونکر کیا
بنا ہاتھ سے اسکے پہلے یہ کام
کیا اس دلاور نے جا کر ہلاک
یہ بیٹھے ہیں جتنے یہاں پہلوان
کہا اسکے مشکل ہے وہ دلیر
ہنر و آزمایان لشکر شکن!
لکھا یوں کہ اے شاہ والا خطاب
رہے ورنہ تیرا یہ اورنگ و تاج!
تو قابوس کو شہ نے رخصت کیا

طلب کرنا لہراسپ و گشتاسپ کو روم سے سپرد کرنا گشتاسپ کو اور خود یاد خدا میں مصروف ہونا

برادر جو گشتاسپ کا تھا زریر
تو کر صلح ہم سے نہ ہو کینہ خواہ
کہ میں نے تیری قدر جانی نہ آہ
خطا میری اب سر بسر کر معاف
ہوا سیر میں افسر و تخت سے
رکھو سر پہ تیرے کلاہ شہی
کہا جبکہ قیصر سے پیغام شاہ
وگرنہ مصمم ہے پرخاش جنگ
گیا پیش گشتاسپ پھر وقت شب
شتابوں لیکر شتابان ہوا
گیا جبکہ لہراسپ کے روبرو
وہاں پھر جہاندار فیروز بخت
وہ بیٹھا وہاں جبکہ سب نامدار
جہاندار لہراسپ فرخ خصال
مجھے کام کچھ سلطنت سے نہیں
نہ زنہار رولیں ہی جب جام

کہا اس سے لہراسپ نے اے دلیر
کرینگے نہ ہم خواہش تاجگاہ
لئے ہوئیں اب جان من عذر خواہ
کدورت سے کر آئینۂ دل کا صاف
تو فیروز ہو یاوری بخت سے
مبارک تجھے تخت و تاج شہی
لگا کہنے تب قیصر کینہ خواہ
مہیّا ہے تیغ و سنان و خدنگ
کہا اس نے پیغام لہراسپ
رواں ہو گئے اقلیم ایران ہوا
اٹھا تخت سے وہ شہ نام جو
بچھا ایک تخت اپنے پہلو تخت
بحکم شہنشاہ عالی تبار!
جہاں میں رہا یکصد و بست سال
تو ہی مالک تخت و تاج و نگین
گیا پھر سوئے بلخ لہراسپ شاہ

تو جا پیش قیصر فرستادہ وار
جو پھر پاس گشتاسپ کے آئیو
تیری یاد میں کیا پریشان ہوئیں
روانہ ہو اب سوئے ایران یار
ارادہ یہ ہے معتکف ہو کے اب
بحکم شہنشاہ آفاق گیر!
مجھے شاہ نے نصف ایران گر
شہ روم نے جب یہ پاسخ دیا
پیام پدر سنکے ہو شاد شاد
جو نزدیک پہنچا وہ سالار دہر
پسر اور پدر ہو کے پھر ہمکنار
لگا کہنے گشتاسپ سے اے پسر
ہوئے اسکے محکوم و فرمان پذیر
کہا شاہ نے گشتاسپ سے نوجوان
یہ کہکر قبائے شہی دور کر
کہیں ان دنوں لیجیو اک مکان

یہ کہہ جا کے ان سے کہ اے شہریار
بخوبی یہ پیغام پہنچائیو
بہت اپنے دل میں پشیماں ہوئیں
کہ ہے شوق دیدار لیل و نہار
کروں یاد یزداں میں روز و شب
گئے روم ایلچی لئے آیا وزیر
تو پھر صلح البتہ ہو ہم دگر!
وہ رخصت ہوا اپنے مکان میں گیا
بلکزادہ گشتاسپ فرخ نہاد
گئے بیٹھ نام آوران شہر
ہوئے مشکل ابر بہار اشکبار
تو اس تخت زریں پہ ہو جلوہ گر
دلیران و گردان دلیر و وزیر
کیا ہیچ اب ترک کار جہان
لباس فقیری کیا زیب بر
پرستشگہ خلق تھا کعبہ سان

کسی حجرے میں واں شہ شاد دل — بہ یزداں پرستی ہوا مشتغل
ہوا معتکف جبکہ لہراسپ شاہ — تو بیٹھا سر تخت گشتاسپ شاہ

بیٹھنا گشتاسپ کا اوپر تخت کے اور پیدا ہونا اسفندیار کا

شہنشاہ بفضل خدا کریم — جہانیں ہوا بادۂ عظیم
شہاں جہاں بھیجتے تھے خراج — حضور خداوند اورنگ تاج
وے چین ماچین کا فرمان روا — کہ ارجاسپ تھا نام اس شاہ کا
نہ کرتا تھا زنہار فرمانبری — کہ محکوم تھے اسکے دیو و پری
غرض فوج پر اپنی مغرور تھا — بہت اپنے نزدیک سے دور تھا
سوا اسکے سب تاجدار جہاں — ہمیشہ تھے محکوم شاہ جہان
جہاندار گشتاسپ تھا دادگر! — نہ تھا کام جز داد شام و سحر
یگانہ بعدل و کرم گستری — شب و روز مصروف دین پروری
کتابوں سے پیدا ہوئے دو پسر — تنومند پر زور رشک قمر
رکھا نام اسفندیار ایک کا — دگر طفل کا نام پشوتن رکھا
ہوئے دونوں شہزادے پر زور جب — سکھائے ہنر شاہ نے ان کو سب
جو جاماسپ اس شاہ کا دستور تھا — وہ علم سماوی میں مشہور تھا
منگا کر گیاہ بیاباں ز ہوش — اسے دیگ میں ڈال اور کر کے جوش
بٹھایا پھر اسفندیار اس میں لا! — کہ جس سے وہ روئیں بدن ہو گیا
وہیں گرد روئیں تن اسفندیار — نہیں پور شہنشاہ ہے نامدار
بہت زورمند و جوانمرد تھا — جہانیں برو انگی فرد تھا
یہ لکھتا ہے فردوسی نامدار — کہے ہیں سنے اشعار اسی ہزار
ہوا ختم رستم کا احوال رزم — بس اب لکھیں ہے رزم دیگر کا عزم
لکھوں جنگ اسفندیار جوان — کروں کارنامہ جواں کا بیان
کوئی گرد تھا ایک زردشت نام — خبردار علم فلک سے تمام!

پہنچنا زردشت آتش پرست کا اندر حضور گشتاسپ شاہ کے اور اپنے آپکو پیغمبر ظاہر کرنا اور داخل ہونا گشتاسپ کا اندر دین اس کے اور مارنا لشکر ارجاسپ شاہ کا اور چڑھائی کرنی اوپر چین و ایران کے اور لانا اسفندیار کو دربار میں اور فتح پانی گشتاسپ کی دین زردشت کا اندر جہان کے

وہ آیا حضور شہ دین پناہ — بیان شہ سے کی اپنی آئین راہ
کیا راز آتش پرستی عیاں — ہوا معتقد اسکا شاہ جہاں
کیا ایکدن یہ عمل آن کے — کہ گشتاسپ کے آگے ایوان کے
ہوا ایک پیدا درخت بلند — ثمردار مطبوع خاطر پسند
خواص اس ثمر کا بیاں کیجے کیا — کہ برگ ثمر اس کا جو کھائے تھا
نصیب اسکے ہو لے تھا علم فلک — فزوں عقل ہوتی تھی بے شبہ شک
ہوا شاد گشتاسپ فرخ نہاد — زیادہ ہوا اور بھی اعتقاد
پھر آئی خبر پیش گشتاسپ شاہ — کہ ہے سخت بیمار لہراسپ شاہ
یہ زردشت بولا کہ اندیشہ کیا! — کروں جا کے میں چارہ لہراسپ کا
غرض بلخ سے آیا جب پیش شاہ — تو پھر وہ شہنشاہ کیواں کلاہ!
ہوا خواہش دل سے اسکا مرید — عقیدت سے ہر روز و شب تھا مزید
کہا شہ نے زردشت سے ایک روز — رسول خدا ہو تمہیں اے نیک روز
دکھاؤں تجھے معجزے اب یہاں — عیاں مجھ پہ ہے راز ہفت آسماں
جسے چاہو تم اسکو بھیجوں وہیں — سوئے گلستان بہشت برین
اگر میں کسی پر ہوں نامہرباں — تو دوزخ نصیب اسکے ہو بیگماں
جہاں بادشاہا بالطاف رب — نظر میں مری عرش و کرسی ہے سب



مرے پاس آتے ہیں اکثر ملک
تو کر اسکے آئیں کرے اختیار
کیا تھا جو زردشت نے آشکا
کہا یاں سے بالائے تا آسمان
کہا ایک روز اسنے اے تاجدار
لکھا شاہ نے نامہ ارجاسپ کو
سنا ہے یہ شاہا تو بیدیں ہوا
تجھے اسنے گمراہ آکر کیا
ترا باپ دیندار یزداں پرست
کہ بیدینی اب تو نے کی اختیار
سپاہ ورنہ بھیجوں پس یکدو ماہ
ذرا پند نامہ کو پڑھ غور سے

عیاں مجھپہ کرتے ہیں راز فلک
تو مقبول ہو پیش پروردگار
وہی اسکا مذہب کیا اختیار
خدا کو بھی میں دیکھ آیا وہاں
ترا ہے مددگار پروردگار
کہ چین سے تو اب دست بردار ہو
پذیرندہ تازہ آئین ہوا
تبہ کار تیرا سراسر کیا!
اور افسوس تو ہو گے شیطان پرست
نہ گمراہ ہو بہر خدا زینہار
کروں ملک ایران کو یکسر تباہ
تو آیا ز بد رسم و بد طور سے

مرے واسطے زند واستا کتاب
غرض سنکے شہ قول زردشت کا
کئی دن کے بعد اسنے پھر یہ کیا
کبھی شاہ گشتاسپ عالی گہر
کہ اب شوق عزم تسخیر چین
وگرنہ ملاؤں تہ خون و خاک
ترے پاس پہنچا ہے وہ شور بخت
کیا کیش و دین تو نے اپنا تباہ
پئے پاس دین تجھسے ہوں کینہ خواہ
ترا ہے جو پیغمبر بد سیر
لکھا دوستانہ یہ نامہ تجھے
روانہ ہوئے لیکے وہ نامہ یو

ہوئی نازل ایشاہ گردوں جناب
تو بس ترک دین اپنا یکسر کیا
ہوئی اسکو معراج حاصل شہا
نہ پھیرے تھا فرمان سے اسکے سر
تو ہو ساتھ ارجاسپ کے گرم کین
کروں تیغ کیں نامہ پھر یہ لکھا
کہ ہے سخت بدکیش و بدرو سخت
پس و پیش دیکھا نہ زنہار آہ
مناسب ہے تجھکو کہ اے بادشاہ
اسے اپنی اقلیم سے کر بدر
کہ حاصل ہو تا دین و دنیا تجھے
شتابی گئے پیش گیہان خدیو:

پڑھا جبکہ مضمون نامہ تمام
سمجھا ہے کیا کیجئے عزم جنگ
زریر دلاور نے تب یوں کہا
ہوا شادماں شاہ کشور کشا!
کرونیں تجھے کشتۂ تیغ کین
یہ نامہ جو پہنچا تو سالار چین
پڑھا شاہ گشتاسپ نے نامہ جب
جہاں لشکر چین پہنچا تھا واں
سُنی جب خبر شاہ گشتاسپ نے
سواران جنگی تھے سہ صد ہزار
خردمند جاماسپ شہ کا وزیر
کہ ہے فتح کس کی بروز دغا
دلیران ایران بہت ہوں ہلاک
صفت آردستہ بعد ازاں ہل ہوئی
پسر شاہ لہراسپ کا اژدر شیر
کئے قتل اُسنے کئی نامدار
ہوا جبکہ وہ کشتۂ تیغ تیز
گیا پھر وہیں جنگجوئے دلیر
ہوا جبکہ پشتوہ جنگی ہلاک
کئی پہلوان اور کئی دیوزاد
شتاباں ہوا پھر سوار دلیر!
ہوا تب خروشندہ سلطان چین
اُسے صاحب شوکت و شاں کروں
کیا دیو نے زخم دل ہی رہا
دلیرانہ ایران سے کہنے لگا
وہیں سُنکے بولا یہ اسفندیار
اگر دیو خونخوار کو کرکے پست
پھر اتنے میں لشکر میں غوغا اٹھا
یہ سُنکر ملکزادہ اسفندیار

تو دستور گشتاسپ جاماسپ نام
نہیں چاہیئے اسمیں ہرگز درنگ
کہ جنگ آزمودہ نہیں یہ شہا
لکھا پاسخ ارجاسپ کے نام کا
نہ تو ہو نہ لشکر نہ ماچین وچین
ہوا پڑھکے مضمون بہت خشمگین
سپہدار ارجاسپ سمجھا یہ تب!
نہ رہتا تھا برگ و شجر کا نشان
کھینچی ادھر فوج ارجاسپ نے
نبرد آزمایان خنجر گذار
صطرلاب دانی میں تھا بےنظیر
وہیں دیکھکر اُسنے ظاہر کیا
پھر آخر بالطاف یزدان پاک
بہم رزم جنگی نمایاں ہوئی!
کہ تھا دخت کاؤس سو وہ دلیر
ہوا کشتہ پھر آپ انجام کار
گیا پور جاماسپ بہر ستیز
جوانمرد پشتوہ پور زریر!
زریر دلاور ہوا خشمناک
مقابل ہوئے آکے مانند باد
سوئے شاہ ارجاسپ مانند شیر
کہ اے نامداران ترکان چین!
بہت گنج و زر دیکے شاداں کروں
ہوا قتل وہ مرد جنگ آزما
کہ ہے کوئی مرد نبرد آزما!
کروں جاکے میں بوسی کارزار
تو دے لشکر چین کو یکسر شکست
کہ اس دیو نے حشر برپا کیا
وہیں اسپ بہزاد پر ہو سوار

یہ بولا کہ لکھئے سمجھ کر جواب!
لگا شاہ سے کہنے اسفندیار
تعینات ہو ساتھ میرے سپاہ
اٹھاوے تو کیسواسطے رنج وراہ
عرض نامہ تیار جب ہو چکا!
سپہ لیکے وہیں پہنچے کارزار
کہ زردشت نے شہ کو گمراہ کیا
نہ کرتا تھا غارت فقط کینہ جو
تب آیا سپاہ گراں لیکے شاہ
پئے لشکر چین یہ تیغ و تبر
لگا اس سے کہنے شہ نامدار
کہ خویش و برادر ترے روز جنگ
میسر تجھے ہوئے فتح و ظفر
دلیران ایران و گردان چین لہ
دلیرانہ آیا سوئے رزمگاہ
برادر جو اسکا وہ شیر اسپ تھا
کیا اُسنے ترکان خونخوار قتل!
کئے غرق خوں مرد خنجر گذار
روا کرکے گھوڑا سوئے رزمگاہ
جوانمرد نے کھینچکر تیغ کیں
صف فوج کو چیر کر سربسر
دلیرانہ اب گرم پیکار ہو
وہیں بیدرنگ ایک مرد دلیر
زریر دلاور ہوا کشتہ جب
جو اس دیو سے آکے ہو جنگجو
جہانگیر گشتاسپ نے ہوکے شاد
تو سر پہ ترے افسر زر رکھوں
ہزاروں ہوئے کشتہ ایرانیان
دلیرانہ آیا دواں سوئے دیو

کہا سنکے زردشت نے یوں کہا
مجھے کیجے رخصت سوئے کارزار
کہ ہوں ساتھ ارجاسپ کے کینہ خواہ
شتابی سے پہنچوں میں لیکر سپہ
تو پھر شہ نے دیوؤں کو رخصت کیا
روانہ ہوا سوئے ایران دیار
وہیں پاسخ نامہ پھر یہ لکھا!
جلاتا تھا ہر کاخ و ہر قصر کو
دلیران و جنگ آور و کینہ خواہ
سواران ایران سے تھا بیشتر
صطرلاب میں دیکھ اے ہوشیار
بہت کشتہ ہوں زیر تیغ و خدنگ
گریزندہ ہو فوج چین سربسر
ہوئے گرم پیکار روئے کین
سواران چین سے ہوا رزم خواہ
سوئے رزمگہ بعد اس کے گیا
ہوا آپ بھی آخر کار قتل
نہ جانبر ہوا آپ بھی زینہار
ہوا گرم کیں مثل مار سیاہ
کئے قتل دیواں ترکان چین
گیا جبکہ نزدیک وہ نامور
کرے جو کوئی قتل اس گرد کو!
ہوا آنکہ ہم نبرد و زریر!
ہوا پر الم شاہ گشتاسپ تب
ملادے تہ خاک و خون دیو کو!
کہا یوں کہ اے پور فرخ نہاد
تجھے تخت شاہی حوالے کروں
نہیں ہے کہ تاب اقامت جہاں
بسان ہژبر ژیاں کر غریو!

کہا ہو گئیں روئیں تن اسفندیار
رواں کی وہیں دیوسرکش نے تیغ
کیا زخم بنیزہ رہا دیو پر!
جدا کر کے سر جسم ناپاک سے
مدد کو گئے سوئے اسفندیار
یہ کہکر سپہدار اسفندیار
ہوا حملہ آور بہ فوج گراں
گریزیں ہوا اسنے سلطان چین
کہ جاں بخشی اسے شہ کرے تو اگر
پڑا تھا جہاں کشتہ جنگی زریر
ہوئی تلخ اب زندگانی مجھے
لگا کہنے دستور سے شہریار
ہوئے کشتہ ایرانیاں سی ہزار
ہوئے قتل میدانیں یکصد ہزار
دیا دین زردشت کو پھر رواج
اُسے شاہ نے تخت افسر دیا
جہانیں بآئین طرز نکو!
شہ روم محکوم وہیں کیا!
گیا پھر سوئے ہند اسفندیار
گیا جس ولائیت میں اسفندیار
گئی ہر طرف ژند واستا کتاب
سپہدار نے پھر یہ نامہ لکھا
ہر اک ملک میں مردم و خاص عام

نہیں تاب دیو کو یہ زنہار
سوئے نامدار جہاں بیدر بغ
سناں نے کیا بس جگر سے گذر
جوان نے کیا بستہ فتراک سے
یہ کہنے لگا ان سے اے نامدار
عقب لے سکے دونوں وہ جنگی سوار
زد و کشت باہم ہوئی خوب اں
ہوئے سب پراگندہ ترکان چین
تو آتش پرستی کریں سر بسر
اترا اسپ سے شاہ آفاق گیر!
دریغا کہ یوں دیکھوں کشتہ تجھے
کہ میدانیں گرکشتگاں کا شمار
ازاں حملہ تھے ہشت صد نامدار
ہزار و صد شصت و سہ نامدار
جہاندار نے از سر ابتہاج!
خوشی سے ولیعہد اپنا کیا
مروج تو کر دین زردشت کو
پذیرندہ دین و آئیں ہوا
وہاں بھی یہ آئیں ہوا آشکار
کیا جس طرف نامہ نامدار
نہ آئی کسی کو یہ زنہار تاب
سوئے شاہ گشتاسپ کشورکشا
ہوئے گرم آتش پرستی تمام

جو ہوں ساتھ میرے نبرد آزما
دلیران سے وہ تیغ ہنگام جنگ
ہوا کارگر نیزۂ آب گوں!
شتاباں ہوا تنہ میں پور زریر
کہ آؤ چلو سوئے ارجاسپ شاہ
شتاباں ہوئے سمت سالار چین
کیا قافیہ لشکر چین کا تنگ
گرفتار آئے بہت سرکشاں
کیا رحم گشتاسپ شہ نے وہیں
ہوا نعش پر اسکی نوحہ کناں
اُسے رکھکے تابوت میں بعدازاں
شمار اُسنے جب کشتگان کا کیا
جب آیا سوئے نعش ترکان چین
میسر ہوئی جبکہ فتح و ظفر!
دلیری و مردی و اسفندیار
کہا پھر کہ اے پور عالی گہر
ہوا شاہ سے رخصت اسفندیار
رکھا ژند واستا کو بالائے سر
پھر آیا سوئے یمن پہلوان!
ہوئے سب ل و جانسے فرماں پذیر
کرے حکم ہے اسکے جو انحراف
کہ خورد و کلاں نے زر و طرب
یہ سنکر ہوا شاہ گشتاسپ شاد

کشیدہ ہوں دیوان خونخوار کا
پکڑلی دلاور نے اور بیدرنگ
گرا خاک پر دیو سرکش نگوں!
اور گرد اک فرید مرد دلیر
کروا سکے لشکر کو یکسر تباہ!
جہاندار گشتاسپ بھی پھر وہیں
رہی پھر ارجاسپ کو تاب تنگ
یہ کہنے لگے ہو کے زاری کناں
پھر آیا وہیں شاہ روئے زمیں
کہا یونکہ اے سرفراز کیاں
شہنشاہ ہوا سوئے خیمہ رواں
ہوا آشکارا کہ وقت دغا!
تو ظاہر ہوا یہ کہ گردان چین
ہوا شاد شاہنشاہ نامور
ہوا دیکھ کر شادماں شہریار
پئے ملک گیری تو باندھا کمر
سوئے روم پہلے گیا نامدار
اطاعت میں بہبود آئی نظر
ہوئے لوگ واں سے پرستش کناں
رعایا و شاہ و امیر و وزیر!
کسی نے نہ ہرگز کیا برخلاف
پذیر کیا دین زردشت سب
کہ حاصل ہوئی جان و دل کی مراد

قید کرنا گشتاسپ اسفندیار کو ساتھ گرزم پہلوان کے اور تشریف لانی اندر سیستان کے

جہاندار نے ایک کی انجمن!
وہ تھا وہ بدخواہ اسفندیار
غرور اس کو ہے زور سرپنجہ پر
کہ شہ مجھکو کرے آن کریاں سیر

ہوئے آگے حاضر سران زمن
لگا کہنے شہ سے کہ اے شہریار
کہ ہم پنجہ اس کا نہیں شیر نر
ترا چھین لے ملک و تاج و سریر

کوئی ایک تھا گرزم پہلوان
سنا ہے کہ اسفندیار جوان
رکھے ہے وہ دلمیں خیال تباہ
سنا تھا جو میں نے وہ ظاہر کیا

ندیم شہنشاہ گیتی ستان
رکھے ساتھ اپنے ہی فوج گراں
ارادہ ہے یہ اسکا شام و سحر!
جو بہتر سمجھئے وہ کیجئے شہا

ہوا سنکے آزردہ گشتاسپ شاہ — نہ مانی ہوا پھر سوئے بزم گاہ
کیا یک قلم صبر و آرام و خواب — رہا تا سہ روز و شب اضطراب

طلب کرکے پھر اپنے دستور کو — لگا کہنے شاہنشاہ ہے نامجو!
کہ جلدی تو جا پیش اسفندیار — یہاں لا شتاب اسکو اے نامدار

وہ جاماسپ دستور شاہ جہاں — کیا پیش اسفندیار جوان!
دیا پھر پیام شہ نامدار — لگا کہنے پھر وہیں اسفندیار

مجھے کل کی شب خواب آیا نظر — کہ ہے خشمگیں مجھ سے میرا پدر
وہ بولا کہ ہے راست تیرا یہ خواب — جوانمرد نے تب کہا یوں شتاب

کہ کیا واسطہ میری تقصیر کا — ہوا پر غضب شاہ کشور کشا
کیا میں نے ہر اک کو آتش پرست — کیا سربلنداں عالم کو پست

ہوئے میری شمشیر سے سرکشاں — پرستندہ بادشاہ جہاں!
نہ کی میری خدمت پہ ہرگز نظر — ہوا خشمگیں آہ یوں تاجور!

سمجھتا ہوں اپنا تجھے دوستدار — جو کچھ مصلحت ہو سو کر آشکار
وہ بولا یہ بہتر ہے اے نامور — کہ حاضر ہو چلکر حضور پدر

لگا کہنے یہ سنکے اسفندیار — کہ آزار دے گا مجھے شہریار
وہ بولا کہ بہتر ہے جور پدر — نہ پھیر اسکے فرمان سے زینہار سر

ملکزادہ رکھتا تھا فرزند چار — بزرگ انہیں تھا بہمن نامدار
دوم پور مہر نوش نامور — سوم آذر گرد و فرخ سیر

چہارم تھا نوشاور نام جو — ہنرمند و دانا و فرخندہ خو!
غرض گرد بہمن کو اسفندیار — بجا حشم کرکے مختار کار

روانہ ہوا سوئے گشتاسپ شاہ — سہ فرزند کو ساتھ لے اور سپاہ
گیا جب حضور شہ نامدار — ہوا تب گرفتار اسفندیار

لئے قید کرکے کیا پھر رواں — لے شاہ نے سوئے دژ گنبداں
ستونہائے سخت آہنی لاکے چار — ستونوں سے باندھا اسے استوار

سنا جبکہ بہمن نے یہ ماجرا — بصد رنج و غم بلخ میں تب گیا
وہاں سے سوئے دژ گنبداں — ہوا جب ایسا تو وہ لیکر رواں

کیا الغرض یہ پیش اسفندیار — ہوا باپ کا مونس و غمگسار
گذر جب گیا روزگار دراز — تو گشتاسپ شاہنشاہ سرفراز

ہوا بلخ میں عازم سیستان! — کہ آئین تازہ کرے واں رواں
جو نزدیک پہنچا وہ فرمانروا — تو آیا تہمتن وہاں پیشوا

کیا اختیار اسنے آئین شہ — رواج کیا ملک میں دین شاہ
رکھا ارشد و استا کو بالائے سر — کیا اسکو رائج وہاں زود تر

کیا بعد ازاں شاہ کو مہماں! — رہا شاہ گشتاسپ دو سال واں
سنی شاہ ارجاسپ نے یہ خبر — کہ اسفندیار ہیں نامور!

پہنچنا کہرام بیٹے ارجاسپ کا ساتھ فوج سنگین کے اندر بلخ و لہراسپ کو مارنا اور بلخ کو فتح کرنا اور آنا گشتاسپ کا سیستان سے اور آنا ارجاسپ واسطے لڑنے کو و شکست کھانی گشتاسپ کی

لغرض ان گشتاسپ آفاق گیر! — میان دژ گنبداں ہے اسیر
گیا ہے سوئے سیستان بادشاہ — نہیں بلخ کے شہر میں کچھ سپاہ

یہ سنکر ہوا شادماں شہ چیں! — کیا پھر وہیں عزم پرخاش کین
سپہدار کہرام تھا اس کا پسر — لئے با سپاہ گراں آن کر

سوئے بلخ اُسنے روانہ کیا — وہاں اسقدر کوئی ہرگز نہ تھا
کہ کہرام ہوا آن کر کینہ خواہ — گئے سرو ماں پیش لہراسپ شاہ

کہا یوں کہ اے بادشاہ جہاں — نہیں کوئی سردار لشکر یہاں
مناسب ہے اب کیجئے سروری — کہ زیبندہ ہے تمکو سرلشکری

یہ کہنے لگا وہ شہ نیک نام — کہ مجھکو ہے یزداں پرستی کو کام
سرو کار کچھ سروری سے نہیں — مجھے کام سرلشکری سے نہیں

بہت عذر لایا وہ فرخندہ کیش — لئے عذر ہرگز گیا کچھ نہ پیش
مکان عبادت سے لہراسپ شاہ — کیا لاجرم جانب رزم گاہ

سپہ شاہ کے ساتھ تھی دس ہزار — فزوں اس سے ہرگز نہ تھا اک سوار
مقابل وہیں فوج کہرام ہوئی — دلیرانہ پھر جنگ باہم ہوئی!

ہوا لہراسپ آیا سوئے کارزار — کئے کشتہ ترکان چین بے شمار
سواران بلخی نے روز وغا — کیا قافیہ تنگ بدخواہ کا

سپہدار کہرم ہوا خشمگین !
ولیکن نہائیت تعجب ہے یاں
لیا گھیر لہراسپ کو بس وہیں
ہوا جبکہ لہراسپ تن سے جدا
شکستہ کئے یکسر آتشکدہ
وے بھاگ کر اک تن دلستان
ہوئے سنکے غمناک شاہجہان
کہ بالفعل شاہا تو کر عزم جنگ
سپہدار ارجاسپ بھی لیکے فوج
جو ارجاسپ آیا بفوج گران
مقرر رہوں خدمت میں لاجرم
سپاہ سے لگا کہنے پھر تاجور
سپاہ لیکے آیا سوئے رزمگاہ
ہوئی پھر صف آراستہ ہر دو سو
ہوا گرم صحرا میں بازار جنگ
ہوا لشکر چینیاں چیرہ دست
غرض شاہ گشتاسپ عالی تبار
صطرلاب میں جو دیکھے اے نامور
تو حاصل ہو فتح و ظفر بیدو میں
کہ اسفندیار جہانگیر کو
بحکم جہاندار و آفاق گیر

لگا کہنے لے نامداران چین !
کہ پڑتے ہیں غالب نظر اینیاں
ہوا گرم بازار پرخاش و کیں
تو پھر چینیوں نے دو پارہ کیا
کیا ژند و استا کو آتش زدہ
شتاباں ہوئی جانب سیستان
یہ رستم سے بولا کہ اے پہلوان
عقب تیرے پہنچو نگا میں بیدرنگ
رواں ہوا لیکے مانند موج
ہراساں ہوئی فوج ایرانیان
مجھے رکھے معذور با صد کرم
بلا سے نہ آیا تہمتن اگر !
کہ تا لشکر چین سے ہو کینہ خواہ
دلیران جنگی ہوئے ہر دو سو !
ہزاروں ہوئے سر جدا بیدرنگ
دلیران ایران کو پہنچی شکست
ہوا جا کے قائم سر کوہسار
کہ ہو جسطرح بیشتر ظفر
تبہ ہوویں یکدست ترکان چین !
سلا نام لیجا کے اے نامجو
روانہ ہوا لیکے نامہ وزیر

بہم کینہ آور ہیں جنگی سوار
یہ سنکر ہوئی حملہ آور سپاہ
ہوا زخمی و خستہ لہراسپ شاہ
ہوا بلخ میں چینیوں کا خود خل
زنان شبستان گشتاسپ شاہ
گئی پیش گشتاسپ باچشم تر !
یہ ہے وقت یاری و امداد کا
ہوا شاہ گشتاسپ وہیں رواں
ہوا ملحق کہرم نامور
سوا اسکے رستم نے نامہ لکھا
ہوا خشمگین رستم ارجمند
جہان آفریں اب ہمارا ہے یار
شہ چین بھی لیکر سواران چین
خروشاں ہوا کوس گردوں شگاف
ہوا دامن دشت دریائے خون !
گریزاں ہوئے جب کے ایرانیان
وہ جاماسپ تھا شاہ کا جو وزیر
گذارش کیا اسنے اے شہریار
یہ ظاہر کیا جبکہ جاماسپ نے
دژ گنبداں سے یہاں لا شتاب
گیا جب وزیر شہ نامدار

ادھر یک ہزار اور ادھر صد ہزار
بسوئے سواران لہراسپ شاہ
زمین پر گرا خسرو دین پناہ
کیا بلخیوں کو اسیر اور قتل
ہوئیں قید یکسر بحال تباہ
کہا ماجرائے بلخ کا سربسر
شہنشہ کو رستم نے پاسخ دیا
سوئے بلخ پہنچا وہاں سے رواں
ہوا یعنی آکر معین پسر !
کہ کچھ کام درپیش ہے یاں شہا
نہ آیا اُسے عذر بیجا پسند
یہ کہکر ہوا شاہ ایران سوار
مقابل ہوا آنکے بس وہیں
کہ لرزندہ جس سے ہوا کوہ قاف
درفش سواران ایران نگون
تعاقب کو انکے گئے چینیاں
لگا کہنے اس سے شہ بینظیر
جو ہو گرم پیکار اسفندیار
کہا تب اسے شاہ گشتاسپ نے
توقف کو مت راہ میں تھا شتاب
حضور ملکزادہ اسفندیار

رہائی پانی اسفندیار کی قید سے ساتھ حکم گشتاسپ کے اور آنا ہمراہ جاماسپ کے دژ گنبداں سے اندر دربار باپ کے اور کامران ہونا و بھیجنا اسفندیار کو ساتھ لڑائی ارجاسپ کے اور فتح ہونی اسفندیار کو اور بھاگ جانا ارجاسپ کا اور داخل ہونا گشتاسپ کا اندر بلخ کے

گیا جب وزیر شہ نامدار
دیا نامہ شاہ شہزادے کو
کہ ہے گرزم پہلوان پورشاہ
کہ کہنے سے جسکے مجھے بیگناہ
گرفتار زنجیر کرکے گیا !
حضور ملکزادہ اسفندیار !
لگا کہنے شہزادۂ جنگجو !
رکھا مجھ پہ بیداد ناحق رو

دیا سنکے جاراسپ نے یہ جواب کہ اے نامدار ثریا جناب !
تو اقبال سے بس دور کر بغض کیں یہ زنہار وقت شکایت نہیں !
عرض سنکے جاماسپ نے یہ جواب کئے دور یکدست آہن کے باب
وہ یہاں تک گرفتار آہن میں تھا دم مخلصی اُس کو غش آ گیا !
جب آیا وہ پھر ہوش میں لفگار ! اور اسکے ہوا اول کو جسدم قرار
تو جاماسپ نے اسکو با کروفر معہ چار فرزند والا گہر
دیا لا کے گشتاسپ شہ سے ملا بہت مہرباں شاہ اُن پر ہوا
پھر اپنے جرائم کا ہو عذر خواہ لگا کہنے اے پور با عزو جاہ !
میرے ملک سے خصم کو دور کر الم سے چھڑا مجھ کو مسرور کر
تجھے سونپ دوں تخت ایران زمیں کہ پھر میں طاعات جاں آفریں
یہ فرما کے اور کرکے گرزم طلب کیا قتل اسکو با خشم و غضب
پھر اسفندیار جوان کو رواں کیا سوئے اعدا بہ فوج گراں
تو ارجاسپ نے جب سنی یہ خبر روانہ کیا کہرم اپنا پسر
پئے جنگ جمجاہ اسفندیار ! اور اک پہلوان نام تھا گرگسار
مقابل ہوئی دو صف کارزار پئے جنگ آیا مثل گرگ سار
ہوا سامنے اسکے مرد دلیر وہ روئیں بدن مثل غرندہ شیر
گئی گرگسار دلاور کے تیر ہوئے پار جوشن کو یک لخت تیر
وے جسم اسکا سلامت رہا کہ روئیں بدن وہ جوانمرد تھا
شتاب اُسنے آراستہ کر کمند کیا گردن خصم کو اس میں بند
گرا پشت سے اسپ کی گرگسار اُٹھے کھینچکر زور اسفندیار !
کیا اپنے لشکر میں لاکر اسیر پھر آیا پئے جنگ با تیغ و تیر
بسوئے یمین یکصد و بست تن ہوئے کشتہ از بازوئے صف شکن
گیا وانسے کہرم بوقت ستیز بنزدیک ارجاسپ کرکے گریز
پھر اُنجا سے کر عزم اسفندیار لگا کاٹنے سر بسمت یسار
کئے تیغ سے یکصد و شصت و پنج جدا سر دلیروں کے بے درد و رنج
ہوئے جنگ سے گرد ترکاں زبوں وہ میداں بس ہو گیا بحر خوں !
ہوئی فوج ارجاسپ شہ کی تباہ گریزاں ہوئی چھوڑ کر رزمگاہ
ظفریاب گردان ایران ہوئے گریزاں سواران ترکاں ہوئے
گئے اپنے کشتوں کو وہ چھوڑ کر لڑائی سے یک لخت منہ موڑ کر
رہی جب نہ تاب ثبات و قرار شہ چین ہوا رہ نورد فرار
بفرمان اسفندیار جوان ! ہوئے گرد ایراں تعاقب کناں
بہت ترک کھینچے تہ تیغ کیں ! ہوئی لالہ گوں خون سے انکی زمیں
لیا منہ میں ترکوں نے پھر برگ کاہ حضور جوانمرد لائے پناہ
ہوا مہرباں اس پہ اسفندیار پھر آیا حضور شہ نامدار
بصد شوکت و حشمت و عز و جاہ ہوا داخل بلخ گشتاسپ شاہ
لگا کہنے پھر شاہ فرخ تبار کہ اے مرد روئیں تن اسفندیار
تری بہنوں کو لیگیا شاہ چین ! تو پھر اس سے ہو جا کے اب گرم کیں
چھڑا لا انہیں قید سے لا یہاں نہ تاخیر کر ہو شتابی رواں
قسم ایزد پاک کی اے پسر کہ آوے تو جسدم بفتح و ظفر
کروں ترک دنیا و دولت وہیں عبادت کروں ہوکے گوشہ نشیں
حوالے کروں تجھ کو تخت شہی زر و گنج و دیہیم و فرماندہی
یہ سنکر دلاور نے پاسخ دیا مبارک تجھے تخت و افسر شہا
ترا ہوں میں اک بندۂ جاں نثار نہ خواہندۂ افسر و زرنگار
بفرمان شہنشاہ دین و پناہ شتابی ہوں ارجاسپ کینہ خواہ
نہ توران میں چھوڑوں نہ چین زمیں کروں جاکے ارجاسپ کو سخت خوں
چھڑا لاؤں میں خواہروں کو شتاب باقبال شاہ ثریا جناب !
کہا شاہ نے آفریں مرحبا شب و روز یاور ہو تیرا خدا
لگا کہنے شاہ سے پھر اسفندیار کہ یوں عرض کرتا ہے اب گرگسار
کہ ہو مخلصی قید سے مجھ کو گر ! تو خدمت کروں خوب شام و سحر
جہاں قصد کیجے میں ہوں رہنما ! بجا لاؤں میں شرط خدمت سدا
جہاندار نے اسکو کرکے طلب کہا یوں زروئے نشاط و طرب
کیا قید سے ہمنے تجھ کو رہا ادا کیجیو تو بھی رسم وفا
حضور جوانمرد اسفندیار تو رہیو شب و روز خدمت گذار
پھر آتا ہوں اسپ قلم عناں ! اور آتا ہوں اب کمسر ہفتخواں

جانا اسفندیار کا طرف دز روئیں کے راہ ہفتخوانکے واسطے رہائی ہمشیرا اپنی کے

رہا جب ہوا قید سے گرگسار
کہا یوں کہ صدق ارادت سے گر
تجھے ملک ترکان سے اک ملک دوں
کروں صدق دل سے پرستندگی
بتا کونسی راہ سے ہوں رواں
سہ ماہ مسافت رکھے ہے وہ راہ
دو ماہ مسافت ہے اے نامدار
اور اس راہ کا نام ہے ہفتخواں
کہیں شیر و گرگ اور کہیں اژدہا
گذر اس بیاباں میں مشکل ہے
شتابندہ ہو تیں سوئے ہفتخواں
یہ کہنے لگا یوں کہ اے پہلواں
یہ گفتار رہبر خوش آئی نہیں
کہا میں نے جو کچھ ہوا باطل نہیں
کہ تا راہ سے تو گریزاں نہ ہو
یہ کہکر گیا پیش شاہ زمن!
غرض کرکے پشوتن کو سالار جنگ
گئے اپنی سرحد سے جب دم گذر
وہ صحرا جو دیکھا تو اسفندیار
بلا آئے گی آج در پیش کیا
وہ گرگان جنگی ستمگار ہیں؛
سواروں سے روئیں تن اسفندیار
یہ کہکر نبرد وے دلیری و مرد
لگے اسقدر زخم پیکان تیز
دلیرانہ آکر مقابل ہوئے
جوانمرد نے پھر یہ اس سے کہا
نہیں آج کچھ اور خوف و خطر
ہوئے بعد ازاں مائل خواب سب
ہوا مہر رخشاں جو وقت سحر

تو بیچارہ دروئیں تن اس قدر
کرے ہے تو میرے پاس شام و سحر
ترے تن سے ورنہ جدا سر کروں
بجالاؤں رسم و رہ بندگی
کہ پہنچیں نہیں آرام سے جلد دواں
بخوبی گذر جائے والنسے سپاہ
نہیں کچھ بھی خوف و خطر زینہار
کسے ہے یہ قدرت کہ جائے وہاں
نہ ہو جنگ سے جسکے کوئی رہا
کہ ہر گام پر رنج و آزار ہے
کروں دفع ہر اک بلا کو وہاں
رہ ہفتخواں سے تو مت ہول
کئے بستہ پھر دست و بازو وہیں
مجھے قید کرنے سے حاصل نہیں
مرے دیکھے ٹک قوت و زور کو
ہوا شاہ سے رخصت یل بیلتن
روانہ ہوا والنسے وہ بیدرنگ
تو اک دشت پر ہول آیا نظر

اسے لیکے اپنے مکاں میں گیا
کرے راست گوئی یہاں اختیار
وہ بولا کہ جز راستی زینہار
لگا کہنے اس سے یہ اسفندیار
وہ بولا کہ اک راہ ہے خوب تر
کم آباد ہے ایک راہ دگر!
سوم ہفت روزہ ہے اے ارجمند
ہر اک منزل اس کی ہے بیخوف و بیم
زن ساحرہ مدبر و شور بخت
یہ بولا جوانمرد اسفندیار
یہ کہکر پلائی مئی خوشگوار
دلیر و قوی زور ہے گو ہزار
وہ کہنے لگا ہوکے گریہ کناں
وہ بولا نہیں تجھپہ خشم و غضب
کہ کیا کیا دلیری ہو مجھسے عیاں
سواران جنگی لئے دس ہزار
کف کتف بستہ جو تھا گرگسار
وہ تھی اولیں منزل ہفتخواں

رہا اس پہ مصروف لطف و عطا
تو ہر دم فزوں ہووے عز و وقار
نہیں کچھ مجھے کام بیل و نہار
کہ سوئے دژ روئیں اے گرگسار
کہ ہے یکسر آباد اے نامور
و لے میوہ و آب ہے بیشتر!
ولے سخت وہ راہ ہے پر گزند
جہاں جادواں ہے بلائے عظیم
بیابان و سیمرغ و سرمائے سخت
کہ مجھکو نہیں کچھ خطر زینہار
ہوا مست و مخمور جب گرگسار
تو جانبر ہوگا و لے زینہار
کہ میری خطا کیا ہے اے پہلوان
تجھے اسلئے میں نے باندھا ہے اب
بخوبی کروں طے رہ ہفتخواں
خزانہ بھی شہ نے دیا بے شمار
رکھا ساتھ لسے اسپ پر کر سوار
کروں میں حقیقت اب اسکی بیاں

احوال منزل اوّل راہ ہفت خواں

قوی ہیکل و سخت خونخوار ہیں
یہ بولا کہ جب گرگ ہوں آشکار
ہوا دشت پر خوف میں رہ نورد
کہ خستہ ہووے گرگ وقت ستیز
سوئے جنگ و پیکار مائل ہوئے
کہ باقی کوئی اور بھی ہے بلا!
بعیش و طرب کیجئے شب بسر

کہ ہنگام پیکار بیخوف و باک
تو پھر بارش تیر تم کیجیو
نمایاں ہوئے گرگ خونخوار جب
وہیں کھینچکر تیغ زہر آبدار
کیا قتل گرگونکو انجام کار
وہ بولا کہ بس تھے یہی گرگ دو
غرض واں فرود آئے ہنگام شام

لگا پوچھنے یوں کہ اے گرگسار
وہ بولا کہ اے مرد آزمودہ کار
کریں پہلوی بیل جرانتوں سے چاک
نہ زنہار فرصت فدا دیجیو!
کیا تیر باراں سواراں نے تب
پشوتن جواں اور اسفندیار
ہوا دیکھ حیرت زدہ گرگسار
سو تو نے کئے قتل اے جنگجو!
لگے پینے صہبائے گلگوں تمام
بسر کی بخوبی وہ آرام سب
تو وانسے روانہ ہوئے پیشتر

احوال منزل دوم راہ ہفت خواں

دلاور نے یوں راہبر سے کہا
کہ ہے راہ میں آج کیا کیا بلا !

وہ بولا وہیں گرگسار اے جواں
وہ شیران خونخوار رہتے ہیں یاں

کہ ہیں پیل سے بھی سطبر و بلند
مبادا تجھے ان سے پہنچے گزند

نمایاں ہوئے جب وہ شیر عرین
تب اسفندیار جواں سے وہیں

پشوتن لگا کہنے ہم تم بہم
کریں حملہ شمشیر کر کے علم !

ولیکن ہوا اس کو مانع جواں
کیا آپ سوئے ہژبراں رواں

دلیرانہ پھر کھینچکر تیغ کیں !
دو پارہ کیا شیر نر کو وہیں

ہوا کشتہ جب نر تو پھر مادہ شیر
ہوئی ہم نبرد جوان دلیر !

ولے اس دلاور نے بے خوف و بیم
کیا تیغ براں سے اسکو دو نیم

مظفر ہوا جب کہ اسفندیار
تو لایا بجا شکر پروردگار

اقامت گزیں ہو کے باصد خوشی
مئے خوشگوار انسے واں نوش کی

طلب کر کے پھر راہبر کو کہا
کہ فردا مجھے پیش آئیگا کیا !

وہ بولا کہ اک اژدہا ہے وہاں
مقابل ترے آئیگا اے جواں

دراز و سطبر و درشت و دژم
دہن سے ہے آتش فشاں دمبدم

ہوا سنکے یہ بات اندیشہ مند
لگا کہنے پھر سرور ارجمند

کرو ایک طیار گردوں یہاں
کہ ہوئے ازاں بعد ارابہ واں

نہ تاخیر کو دخل ہرگز دیا
شباشب وہ گردوں مرتب کیا

گئے تعبیہ تیر و تیغ و سناں
رکھا ایک صندوق بھی بعد ازاں

کئے بستہ اسپان تازی نژاد
کہ تھے تیز رفتار مانند باد

احوال منزل سوم ازراہ ہفت خوان !

دم صبح گردوں پہ ہو کر سوار
روانہ ہوا گرد اسفندیار

ولے تھا وہ صندوق میں جلوہ گر
پڑا اژدہائے دژم جب نظر

کیا در کو صندوق کے دہن بند
کہ تا اژدہا سے نہ پہنچے گزند

وہ آیا جو مانند ابر سیاہ
تو ماہی سے تیرہ ہوا تا بماہ

وہ گردوں صندوق اسپاں بہم
لیا کھینچ اس اژدہا نے بدم

ہوئی کارگر جبکہ تیغ و سناں
تو عاجز ہوا اژدہائے دماں

زبوں ہو کے گردوں کو اگلا وہیں
رہی پھر نہ طاقت جو ہو گرم کیں

نکل وہیں صندوق سے وہ دلیر
خروشاں ہوا مثل غرندہ شیر

کیا زخم شمشیر براں رہا !
دو پارہ ہوا وہ سیہ اژدہا

ہوا ایک بے ہوش جنگی جواں
تو کی نوش دارو وہیں نوش جاں

بفضل الٰہی ہوا تندرست
توانا و خرم دل و چاق چست

سپاس خداوند جاں آفریں
وہ لایا بجا خرمی سے وہیں

مئے لعل گوں نوش کی بعد ازاں
لگا کہنے یوں راہبر سے کہ ہاں

تو کیفیت منزل چارمیں !
بیاں کر تو اسنے کہا پھر وہیں !

زن سحر ساز ایک ہتی وہاں !
اور اک غول ساتھ اسکے ہے نوجواں

لگا کہنے ہنسکر یہ اسفندیار
علاج اسکا آساں ہے اے دوستدار

ہوا بیشتر روز چہارم رواں
وہ اسفندیار جواں پہلوان !

احوال منزل چہارم ازراہ ہفت خوان

کہیں راہ میں ایک تھا سبزہ زار
اقامت گزیں واں ہوا نامدار

عرض کر کے ترتیب بزم خوشی
خوشی سے ہوا گرم بادہ کشی !

زن خوب رو ایک آئی وہاں
کیا آکے یوں مہ جبیں نے بیان

کہ ہوں دختر اک شہ کی اے نامدار
بیابان بس لایا مجھے دیوسار

تو اب غول کے بند سے کر رہا
حضور اپنے رکھ مجھکو صبح و مسا

یہ گفتار سنکر دلاور جواں
یہ بولا کہ وہ غول اب ہے کہاں

وہ بولی گیا ہے برائے شکار
وے آتا ہے جلد وہ نابکار

یہ سمجھا یقین وہ جوان پہلوان
کہ ہے ساحرہ یہ زن نوجوان

وہیں کر کے اسکو اسیر کمند
کیا بستہ محکم بزنجیر و بند

وہ جادو سے پھر بن گئی پیر زن
ہوا پر غضب مرد شمشیر زن

کیا کھینچکر تیغ اس کو دو نیم !
نمایاں ہوا پھر غبار عظیم

جہاں جس سے تاریک سارا ہوا
سیہ غول پھر آشکارا ہوا !

سوئے فوج اسفندیار جوان
دہن سے ہوا وہیں آتش فشاں

شتاباں ہوا کھینچکر وہیں مرد
ہوا غول بدکیش سے ہم نبرد

کیا غول نے زور ہر چند پر
نہ غالب ہوا اس تنومند پر

وہ غول سیہ کار انجام کار
ہوا کشتہ از تیغ زہر آبدار

مظفر جوان دلاور ہوا !
معین بخت اقبال یاور ہوا

دلاور نے پھر راہبر سے کہا
کہ دیکھا تماشا مری جنگ کا !

کیا غول کو میں نے کیونکر ہلاک
زمین کو کیا جسم سے اسکے پاک

وہ بولا کہ اے آفریں مرحبا !
ولے پیش آویگی کل وہ بلا !

کہ جس سے رہائی ہو دشوار تر
وہ بچے سبھی ہیں اسکے بس زورمند
وہ بولا بتاتا ہے یزدان پاک
روانہ ہوا صبح اسفندیار!
تب آیا وہ سیمرغ گردن فراز
ویے اس پہ رکھے تھے تیغ و سنان
نکل وہیں صندوق سے مثل شیر
جو دیکھا تو بچے ہراساں ہوئے
لگا کہنے یوں بعد ازاں گرگسار
بہت بارش برف و باراں ہے واں
لگے کہنے مردم کہ اے نامدار
وہ کہنے لگا میں نہ ہرگز پھروں
نہیں فوج درکار کچھ زینہار
نہ ہووے میں جدا تجھسے ہم زینہار
بروز ششم سرور نامور
لگی چلنے تب تند باد اسقدر
ہوئی بارش برف پھر بعد ازاں
سپاہ سپہدار اسفندیار
شتاب اپنے بندوں پہ تو رحم کر
بجا لاکے پھر شکر پروردگار
یہاں پیش ہووے گی اب کیا بلا
زمین گرم ہے چوں نصف آفتاب
غرض یہ خرابی ہے تا سی گروہ
نہ منصور فیروز ہوں زینہار
تو ہرگز نہ رکھ اب قدم بیشتر!
ہوا عازم منزل ہفتمیں!
وہیں راہبر سے بولا یہ جوان
بخت تیرا فرخندہ یاور ہوا
ہوا پر غضب دیکھ کر نامدار

تو جانبر ہو ہرگز تو اے نامور
درشت و قوی بازو و سر بلند
غرض ایک سیمرغ خونخوار ہے
تجھے اور جتنی ہے تیری سپاہ

احوال منزل پنجم از راہ ہفت خوان!

دلیرانہ گردوں پہ ہوکر سوار
کیا اس نے چنگال وہیں دراز
ہوئی پارہ منقار حلق زبان
ہوا نعرہ زن پہلوان دلیر!
وہیں آشیاں کو گریزاں ہوئے
ششم منزل اے سرور نامدار
چلے باد تند اے جوان پہلوان
خدا سے نہیں کر سکا کارزار
رہ ہفتخوان لے یہ ہمت کروں
مددگار میرا ہے پروردگار
کریں جان و دل تجھپہ یکسر نثار
وہاں سے ہوا عازم پیشتر ہلا
وہاں جب کہ پہنچا دلاور جوان
کہ گردوں کو لیجائے از رو کیں
ہوا اس کے تن سے رواں بحر خون
کئے زخم شمشیر یہاں تک رہا
جوانمرد کے بازو و دست پر
کہوں کیا کہ پر رنج ہے اسقدر
تبہ ہو سپہ سخت پہنچے گزند
مناسب یہی ہے کہ بس پھر چلو
مگر یاں سے پھر جاؤ تم شوق سے
یہ سن کر سران سپاہ دلیر
وہ بولا پھروں گر بفتح و ظفر
ہوا روز جب رفتہ رفتہ تمام

احوال منزل ششم از راہ ہفت خوان

رہی تین دن ایک آفت وہاں
رہ عجز سے ہو کے واں آشکار
کہ ہو یہ بلا دفعہ اب سر بسر
سپہدار بولا کہ اے گرگسار
وہیں راہبر نے یہ پاسخ دیا!
نہیں ہے کہیں ہائے یک قطرہ آب
سوا اسکے ایشاہ گردوں شکوہ!
علیران و ایران و توران دیار
سوئے خانہ عطف و عنان یانسے گر
انہاں زیر کہسار لشکر ہوا
لگے مانگنے یہ دعا سب وہیں
کیا لطف سے سکو یزداں نے شاد
بفضل خدائے جہاں آفرین
کہ ہے راہ میں ریگ تفتہ تمام
نہ ہرگز کرے خاک پر بعز و جاہ!
دز رو میں اتنا ہے محکم کہ جس
میسر نہ ہو غلہ و علف و گیاہ!
دلیر و جوانمرد اسفندیار

احوال منزل ہفتم از راہ ہفت خوان

نہیں ریگ تفتہ کا یاں کچھ بیان
اثر اس زمیں پر برف کا ہوا
کہا راہبر سے کہ اے نابکار
سراسر تھی باطل تری گفتگو!
وہاں سے جو لشکر ہوا بیشتر!
تو کہتا تھا ہرگز نہیں قطرہ آب

مکان اسکا بالائے کہسار ہے
کریگا وہ سیمرغ سب کو تباہ
کریں تیغ براں سے انکو ہلاک
کہ سیمرغ مسکن گزیں تھا جہاں
سر قلعۂ کوہسار برین ہے
زمیں پر گرا ہو کے پشت و زبون
کہ سیمرغ کو بس زوبار کیا
ہوئی آفریں خوان پہ سر بسر
گذرنا وہاں سے ہے دشوار تر
یہ سنکر ہوئی فوج اندیشہ مند
تن و جان و سریاں نہ برباد ہو
شتابان سوئے خانہ ہو ذوق سے
لگے کہنے اے شاہ آفاق گیر
تو بخشوں تمہیں ملک و گنج و گہر
کیا متصل کوہ کے تب مقام!
کہ عاجز وہ لشکر ہوا سر بسر
تردد سے ناچار شکر ہوا
کہ اے خالق آسمان و زمین!
ہوئی یکقلم دور واں برف و باد
رہی باقی اب منزل ہفتمیں
ہوا گرم چوں شعلہ ہے صبح شام
نہ طائر اڑے واں برے ہوا
کریں جہد و کوشش اگر سو برس
سپاہ گراں ہووے آخر تباہ
نظر کر کے سوئے خداوندگار
ہر اک گام پر سرو پانی زمین
یہ سنکر وہ بولا کہ اے نامجو
تو اک بحر زخار آیا نظر
بلا دیگی سب کو تف آفتاب

عبث تو نے پہنچائے بیم و گزند
کہ با وصف و پیمان زرے کو جفا!
کرے تاکہ عطف عنان یاں سے تو
توقع قوی ہے کہ میری خطا
گذر سپہر فرخار سے بعد ازان
سپہدار جنگی یہ بولا وہیں
اگر تم دو صد سال کوشش کرو
کروں سر جدا شاہ ارجاسپ کا
یکا یک ہوا تند وہ شور بخت
بیک زخم شمشیر زہر آبدار
بنایا وہ روئین و آئین سے تھا
کوئی چارہ دیکھا نہ تسخیر کا!
اٹھا کر بہت رنج آیا یہاں!
غرض ہو کے مایوس وانسے پھرا
یہ کیفیت دژ ذرا کر بیان
سدا غلہ پیدا ہو واں بیحساب
گذر مردم غیر کا واں نہیں!
یہ سنکر ہوا شاد اسفندیار!
تو رہنا خبردار شام و پگاہ
تو اسوقت لیکر سپاہ بیخطر
مہیا وہیں کر کے یکصد شتر

کیا فوج کو میری اندیشہ مند!
گرفتار زنجیر محبس کو کیا!
بر آوے میرے دل کی پھر آرزو
معاف اب ہو یکسر زروئے عطا
کہ خیمہ باشوکت و فر و شان!
کہ تدبیر تسخیر حصن متین
نہ ہرگز وہ حصن متین فتح ہو
دلیرانہ لوں کینہ لہراسپ کا
کہی اسنے شوخی سے گفتار سخت
قلم کی وہیں گردن گرگ سار
نہیں نام تھا واں گل و خشت کا
نہ پایا وہاں کام تدبیر کا!
دریغا کہ محنت گئی رائیگاں
غمیں خاطر و دل پراگندہ تھا!
وہ درویش بولا کہ اے پہلوان
رواں ہیں بہت چشمہ جوئے آب
وے حکم یوں ہے سپہدار چین
کیا آپ شو تن سے یوں آشکار
کہ تیرے حوالے ہے یکسر سپاہ
دلیرانہ آیا در قلعہ پر!
کیا جائزہ کارواں زیب پر

خجل ہو کے کہنے لگا گرگ سار
سخن آکے تیرے دروغ ایکبار
رہائی ہو یعنی مری بند سے
ہمنا پھر سپہدار عالی جناب
وہاں سے وہ دژ ایک فرسنگ تھا
بتا زود تر مجھکو اے گرگسار
وہ کروں فتح اک آن میں
زن و دختر و خواہر شاہ چین
ہوا پر غضب سنکے سالار دہر
گیا شب کو لیکر کئی پہلوان
سہ فرسنگ بالائے پہنا چہل
وہ بولا کہ کہتا تھا ہیچ گرگ سار
میسر ہوئی کچھ نہ راحت مجھے
ہوا ایک درویش وہیں دوچار
سپاہ گراں ہے درون حصار
نہیں کوئی واں چیز مطلوب ہے
کہ آوے کہیں سے جو بازارگاں
کہ جاتا ہو نہیں بنکے بازارگاں
نہ ہوتا تو زنہار اندیشہ مند
زدو کشت آکر وہاں کیجیو
وہ اشتر تھے دیبائے رومی سے پر

کہ ہوں تجھ سے آزردہ اے نامدار
کیا میں نے اسواسطے آشکار
غرض فضل و لطف خداوند سے
اسے بند سے دی رہائی شتاب
کہ تسخیر کا جسکے آہنگ تھا!
دیا اسنے پاسخ کہ اے نامدار
میں گھوڑے کو دوڑا کے میدان میں
کروں میں گرفتار از روئے کین
ہوئی شعلہ خیز آتش خشم و قہر
سوئے قلعہ اسفندیار جوان
ہوا دیکھ حیران جوانمرد و یل!
کہ یہ دژ نہ تسخیر ہو زینہار!
ہوئی حاصل آخر ندامت مجھے
یہ کہنے لگا اس سے اسفندیار
نبرد آزمایاں خنجر گذار
مہیا ہے اس دژ میں ہر اک شے
تو آئے دو اس کو یہاں بیگماں
درون دژ روئیں اے پہلوان
وے جب کہ ہو دژ میں آتش بلند
جدا ان سے ترکوں کے سر کیجیو
وہ اشتر پر از لعل و یاقوت و دُر

جانا اسفندیار کا بلباس سوداگروں کے اندر دژ روئیں کے و مارنا ارجاسپ کو مع سب لڑکوں کے اور فتحیابی

وہ ہشتاد اشتر کی باقی رہے
ہوئے ساربان صد دلیر نامجو
سنا شاہ ارجاسپ نے ناگہاں
جو پہنچا در قلعہ پر کاروان
یہ ارجاسپ کو جا کے بھیجا پیام
یہ ہے خواہش بندۂ خاکسار

سو ہر اک پہ صندوق دو دو رکھے
نبرد آزمایان پرخاش جو
کہ آیا ہے ایران سے اک کاروان
نہ ہرگز مزاحم ہوئے پاسبان
کہ اے شاہ نام آور ذوالکرام
کہ آوے حضور شہ نامدار

صد و شصت گردان جنگ آزما!
غرض اسطرح سے بروئے حصار
کہا جابجا ہر گذربان کو
گیا پھر وہ سوداگر ارجمند
رہ دور سے با متاع گراں
دیا شاہ نے حکم آوے یہاں

کئے مرد جنگی نے ان میں نہاں
گیا مرد روئیں تن اسفندیار
کہ زنہار اس سے مزاحم نہ ہو
خوشی سے درون حصار بلند
مسافت کو طے کر کے آیا یہاں
گیا پیش ارجاسپ بازارگان

متاع گراں پیشکش کی وہیں! ہوا خرم و شاد سالار چین!
کہا نام کیا اُسنے پاسخ دیا کہ جراد ہے نام میرا شہا

یہ پوچھا کہ اے مرد بازارگان تو ایران کی ہم سے خبر کر عیاں
کہ کس مصلحت میں ہیں لیل و نہار جہاندار گشتاسپ و اسفندیار

یل گرگ ساراں خبر دے آزما سلامت ہے یا قتل اُس کو کیا
دیا اُس نے پاسخ کہ اے بادشاہ ہو منقضی مدت پنج ماہ

کہا اُسنے عازم ہوا میں ادہر نہیں ہے وہاں کی مجھے کچھ خبر
ولیکن یہ تھا راہ میں اشتہار کہ یہ عزم رکھتا ہے اسفندیار

کہ آئے رہ ہفتخواں سے ادہر ہنسا شاہ ترکان یہ سنکر خبر
کہا یوں کہ کیا تاب اسفندیار رہ ہفتخواں سے کرے جو گذار

وہ جراد رخصت ہوا بعد ازاں! کیا شاہ نے ہنگام رخصت بیاں
کہ یاں آئیو جلبیے جو وقت تو سرا ہم نہ ہوویگا دربان کبھو

غرض لیکے بازار میں اک مکان لگائی دکاں پر متاع گراں!
لگے آنے ہر جنس کے مشتری ہوا گرم بازار سوداگری

دلاور کی دو خواہر مہروش شہ چین کے مطبخ میں تھیں آبکش
سنی یہ خبر جبکہ دونوں نے واں کہ آیا ہے ایراں سے بازارگاں



سوئے کارواں شاباں ہوئیں یہ جراد سے آکے پرساں ہوئیں
کہ احوال گشتاسپ و اسفندیار تجھے گر ہے معلوم کر آشکار

وہ بولا کہ ہوں مرد بازارگان
ملے وہیں واقف رہیں راز سے
لگی اس سے کہنے کہ ای نامور
تمہاری رہائی کو میں آیا یاں!
گیا ایک دن وہ جوان پیش شاہ
کہ کشتی تباہی سے نکلے اگر!
یہ جی میں ہے اب نذر کیجیے ادا
کہا شاہ سے جراد نے بعد ازان
بلندی پہ ہوں قلعہ کی خیمہ زن
وہاں پھر سراپردہ کر کے بلند
ہوا رونق افزائے بزم طرب!
شہ چین یکدست ترکان شتاب
پشوتن نے دیکھا تو لیکر سپاہ
خروشندہ پھر ہو کے مانند شیر
وہ مجلس میں تھا لیکہ مست شراب
کہ لیکر سواران پنجاہ ہزار!
سواران چین اور پنجا ہزار
تو لیکر صد و شصت مردان کار
بہت کشتہ و خستہ ترکان ہوئے
یہ کہکر گئیں ہر دلاور عذار
گئے خنجر آب گوں گاہ تیغ!
زن و دختر و خواہر شاہ چین!
کئے قتل گردان چین بے شمار
وہ کہرم پسر شاہ ارجاسپ کا
گیا جب کہ کہرم درون حصار!
دلیران توران و گردان چین
زبوں آخر کار ترکاں ہوئے
لگا کہنے کہرم سے اسفندیار
وہ مرد توانا و چست و دلیر

نہیں واقف حال شاہ و یلاں
لیا اسکو پہچان آواز سے!
کریں کچھ عیاں زار مغلوب ہو
کسی سے نہ یہ راز کیجیو عیاں!
لگا کہنے اے شاہ گیتی پناہ
کروں جشن ترتیب میں زود تر!
غرض شاہ ہو مجلس میں رونق فزوں
کہ مسکن گزیں میں ہوا ہوں جہاں
کروں ایک ترتیب وان انجمن!
خوشی سے وہ سوداگر ارجمند
گئے نامداران بھی ساتھ اسکے تب
ہوئے مست و مخمور پیکر شراب
دردژ پہ آکر ہوا کینہ خواہ
کہا میں ہوں اسفندیار دلیر!
یہ سنکر گیا سوئے خانہ شتاب
کہ اب جا کے بدخواہ سے کارزار
نہاں جابجا تھے درون حصار
جوانمرد رو ئیں تن اسفندیار
جو باقی ہے سو گریزاں ہوئے
سوئے منزل گرد اسفندیار
رہا زخم باہم کئے بید ریغ
گرفتار ساتھ اسکے وہیں ہوئیں
یکایک وہاں یہ ہوا آشکار
پشوتن کے تھا ساتھ جنگ آزما
ہوا گرم جنگ اس سے اسفندیار
ہوئے لیکہ واں کشتہ تیغ کیں
سراسیمہ واں سے گریزاں ہوئے
کھڑا کیا ہے اے کہرم نامدار
ہوئے گرم پیکار مانند شیر

یہ کہکر ہوا تند اور خشم گیں!
بہنگام شب پیش اسفندیار
جواں نے بھی پہچان انکو لیا!
وہ بیچاریاں شاد و خرم وہیں
تباہی میں آیا تھا میرا جہاز
عنائیت سے پھر ایزد پاک کی
یہ سنکر لگا کہنے ارجاسپ شاہ
نہایت ہے تنگ اے شہ نامدار
شہ چین نے پروانگی اسکو دی
ہوا محفل آرائے عیش و نشاط
طعام لطیف و مے و دور جام
ہوئی روشن آتش وہاں بعد ازاں
وہاں جس کو پایا اسے بید ریغ
ہوا شاہ ارجاسپ کو آشکار
سپہدار کہرم کہ فرزند تھا
سپاہ گراں لیکے کہرم گیا!
سپاہ پیش ارجاسپ کمتر رہی
گیا وقت شب سوئے ایوان شاہ
گئیں وہیں پیش جوان خواہراں
لگے کرنے باہم وہیں کارزار!
ہوا کشتہ ارجاسپ انجام کار!
بچا اوانسے پھر وہ دلاور جوان!
کیا کشتہ اب شاہ ارجاسپ کو!
سنی جب یہ آواز حیران ہوا!
پشوتن بھی دنبال کہرم گیا!
دردژ ہوا غرق خوں سر بسر
ولیکن نہ زنہار کہرم ہٹا
مرے ساتھ ہو آکے گرم نبرد
پکڑا کر کمر بند کہرم وہیں

وہ بیچاریاں روتی پھر گھر گئیں
گئیں پھر وہ سیمیں بر و گلعذار
طلب کر کے خلوت میں ان کو کہا
گئیں پھر وہ در مطبخ شاہ چین!
قبول اس گھڑی کی تھی میں نے نیاز
کنارے پہ کشتی مقصد ملی
کہ محفل میں آئیں گے صبح و گاہ
یہ لطف شہی سے ہوں امیدوار
کروں روشن آتش بفرط خوشی
دم صبح شہ از سر انبساط
مہیا تھا سامان عشرت تمام
کہ فرسنگہا جس کا پہنچا دھواں!
کیا کھینچ کر زیر ایرندہ تیغ!
کہ آیا دردژ پہ اسفندیار!
اسے شاہ ارجاسپ نے یوں کہا
ہوا جا پشوتن سے جنگ آزما
ہوئی جب دلاور کو یہ آگہی
دلیرانہ چین سے ہوا رزم خواہ
دیا اسکو مشکوئے شہ کا نشان
سپہدار ارجاسپ و اسفندیار
مظفر ہوا گرد اسفندیار
لسوئے در قلعہ آیا دواں!
کہ بدخواہ نے ہونے پرخاش جو
وہیں جانب دژ شتاباں ہوا!
ہوا گرم بازار پرخاش کا
پڑی نعش پر نعش ایدھر ادھر
دلیرانہ میداں میں قائم رہا
یہ سنکر مقابل ہوا شیر مرد
دلاور نے پٹکا بروئے زمین

کیا تیغ سے پھر سر اسکا جدا
حضور اُسکے حاضر جو ترکاں ہوئے
سران نواحی توران و یار
نہ کوئی رہا چین میں اک نامدار
زمان پر یوار ارجاسپ شاہ
لکھا نامہ فتح گشتاسپ کو
تو بالفعل واں ہوا قامت گزین
مسخر کیا ملک توران و چین !

خوشی سے وہاں حکم پھر یہ دیا
تو وہ مور و لطف و احسان ہوئے
ہوئے آکے محکوم اسفندیار
نہ توران میں کوئی رہا شہریار
رکھیں اپنے مشکو میں باعز و جاہ
ہوا شاد وہ شاہ فرخندہ خو
تصرف میں لا ملک ماچین و چین
یہاں بیم و اندیشہ ہرگز نہیں
دگر بار جب نامہ پہلوان

کہ جو کوئی حاضر ہو یاں آن کر
بہت دن رہا قلعہ میں نامور
ہوا واں جو کوئی نہ فرمان پذیر
سپہ کو لعید لطف و جود و عطا
وُلے دختر و خواہر شاہ چین !
یہ اسفندیار جوان کو لکھا
سپہدار نے پھر لکھا یہ جواب
بس اب آرزو قدمبوس شاہ
پڑھا شاہ نے تب لکھا آبیان

کروں اسپہ لطف و کرم بیشتر !
مسخر ہوا ملک چین سر بسر
تو بس قتل اسکو کیا یا اسیر
دلاور نے گنج فراواں دیا !
ہر اک پورے کی حولے وہیں
کہ اے نامدار ہنر د آزما
کہ اے تاجدار ثریا جناب !
مجھے ہے شب و روز شام و پگاہ

آنا اسفندیار کا اندر ایران کے اور ملازمت کرنی ساتھ باپ کے

رہ ہفتخواں سے پھر اسفندیار
تو بس وہیں پایا تمام و کمال
بزرگان ایران گئے پیشوا !
کیا آفرین اور کی یہ دعا !
اسے ہاتھ سے اپنے پھر کردیئے
کیا کشت جسطرح ارجاسپ کو
کہ گفتار رستان ہے بے اعتبار
برابر تھا کرسی پہ اسفندیار
بظاہر ہوا خوش شہ ارجمند
جو دیکھی یہ بے مہری شہریار
کہ میں نے کیا قتل ارجاسپ کو
اٹھائی بہت محنت و رنج و سخت
ستم بوں نے یہ سکے از رو پند
مبادا کرے پھر گرفتار بند
کہ محکوم ہیں تیرے سردار فوج
کریگا تو شاہی پس مرگ شاہ
کہا ایکدن وقت مستی مے !
جو کچھ کام اس جانفشانی نے کیا

روانہ ہوا سوئے ایران دیار
تلے برف کے دب گیا تھا جو مال
وہانسے جو نزدیک ایوان گیا
کہ عالم ستاں رہو صبح و مسا !
کبھی آپ بھی بادشاہ نے پئے
تو کہہ مجھسے تا دل مرا شاد ہو !
سحرگاہ مفصل کروں آشکار
جوان نے حضور شہ نامدار
ولیکن ہوا دل میں اندیشہ مند
ہوا سخت آزردہ اسفندیار
بفرمان شاہنشاہ نام جو !
کہ تا شاہ بخشے مجھے تاج و تخت
کہا یوں کہ اے سرور ارجمند
روا رکھے پھر شاہ تجھپر گزند
تو ہے صاحب حکم و سالار فوج
کہ وارث تخت و تاج و کلاہ !
کہ شاہی خدائی کو معلوم ہے
نہ ہرگز کسی پہلواں نے کیا

وہاں جب کہ پہنچا وہ فرخ نہاد
گیا جب کہ نزدیک شہر پدر
تو آیا جہاندار گشتاسپ بھی !
کیا ایک ترتیب جشن نشاط !
کہا شاہ نے پھر کہ اے پہلوان
وہ بولا کہ اسدم ہوں مست شراب
جہاندار گشتاسپ روز دگر
مفصل کہا قصہ ہفت خواں
نہ ہرگز دیا اسکو دیہیم و تخت
کتابوں جو تھی مادر مہربان !
گرفتار تھیں انکی واں خواہران
پر ایفائے وعدہ میں جا نسے قصور
تو یہ بات ہرگز زبان پر نہ لا !
پدر کے سے تارک پہ تاج شہی
نہ کر اضطراب اے یل بے نظیر
خوش آئی نہ یہ پند اُسے زینہار
کیا قتل دشمن کو اے بادشاہ
مگر حیف ایفائے وعدہ ہنوز

ہوئی تھی جہاں بارش برف و باد
تو وہیں بحکم شہ نامور
بغلگیر ہو کر بافرط خوشی !
پیئے جام مے از راہ انبساط
بیاں کر ذرا قصہ ہفت خوان
کہوں کیا میں اے شاہ گردوں جناب
سر تخت زریں ہوا جلوہ گر !
کیا ماجرا جنگ کا سب بیان
کہ تھا شاہ کو اس سے وسواس سخت
حضور اس کے جاکر یہ بولا جوان
رہا کرکے لایا میں ان کو یہاں
تو کہہ جاکے انصاف سے ہے یہ دُور
کہ ہو بدگماں شاہ کشور کشا
وُلے فی الحقیقت ہے تجھ کو شہی
کہ آخر ہوا شاہ گشتاسپ پیر
اٹھا ہو کے دلگیر اسفندیار
رکھا میں نے ناموس تیرا نگاہ
نہ تو نے کیا اے شہ نیک ور

بظاہر یہ دل جوئی پہلوان
طلب کرکے جاماسپ کو اپنے پاس
کہ ہے کسطرح مرگ اسفندیار
وہ پہلوان رستم نامدار
بہت کرکے تعریف اسفندیار
یہ کہہ کر بسوئے سران سپاہ
کہا میں نے یہ رستم گرد کو
اطاعت سے پھیرا ہے اپنے سر
تہمتن ہے القصہ بیل دہ نہار
مرے دلمیں کینہ ہے اسباب کا
جواں سے کہا شہ نے بعد ازان
وہ بولا کہ میں پہلے اے بادشاہ
عوض اُسکے گرزم کے کہنے سو آہ
کہوں قصہ ہفت خواں یاد کر
زبردست ہے مرد اسفندیار
زن پیر جادو وہ غول سیاہ
وہ سختی سرما وہ باران برف
گذر تھا جہاں سخت بیاباں گیا
کہ پیمان سے پھرتے نہیں زینہار
حوالے کیا پھر تجھے تخت و تاج
اگر میں کروں فخر شائستہ ہے
شہنشاہ نے پھر یہ پاسخ دیا
کمربستہ حاضر تھے جو بندگان
بڑا حیف ہے سخت ہے عار و ننگ
تصرف میں سب نصف ایران رکھیں
شتابندہ ہوں پھر سوئے سیستان
شتاباں ہو تو لے کے گنج و سپاہ
نہ وارہ فرامرز کو بھی نہ چھوڑ
نہیں جائے اندیشہ کچھ زینہار

ہوا وہیں مصروف شاہجہاں
کہا تو نے اے مرد اختر شناس
کسی کو نہیں طاقت کارزار
کریگا اُسے کشتہ انجام کار
لگا کہنے اس سے کہ اے نامدار
نگہ کرکے بولا شہ دین پناہ
کہ اب چلکے میرا مددگار ہو
یہ کہتا نخوت ہے اب روز و شب
ثناگوئے کیخسرو نامدار
نہایت تردد ہے صبح و مسا
کہ جا لیکے لشکر سوئے سیستان
ہوا شاہ ارجاسپ سے کینہ خواہ
کیا قید مجھ کو بحال تباہ!
تو پھر راست ہوں تجھکو تن بسر
کسی کو نہیں طاقت کارزار
کئے کشتہ میں نے بفضل الٰہ
وطغیانی و جوش دریائے ژرف
شہنشاہ کا حکم لایا بجا!
شہاں فلک قدر عالی وقار
پدر نے تیرے از سر ابتہاج
بزرگی مجھے آج بائستہ ہے
کہ گفتار تیری ہے یکسر عجب
یل زال اور رستم پہلوان
کہ ہو نامور تو و فیروز رنگ!
سر خلافت کا دعویٰ کریں
کروں جنگ رستم سے میں بیگمان
تہمتن سے ہو جا کے اب انتقام خواہ
بداندیش کے سر کو جلدی سے توڑ
کہ تو ہے جہاں میں یل نامدار

وُہ دلمیں ناخوش ہوا شہریار
ذرا دیکھ احوال اسفندیار!
جہانمیں ظفرمند و فیروز ہو
ہوا شاہ شادان یہ سن کر سخن
مبارک تجھے تخت و تاج شہی
کہ گشتہ ہوا شاہ لہراسپ جب
نہ آیا مرے ساتھ ہرگز ادہر
کہ کابل و زابل و نیمروز
براہ اطاعت وہ آتا نہیں!
مناسب ہے اب یہ کہ اسفندیار
تہمتن کو یا کشتہ کر یا اسیر
شہ چین کو وقت مصاف دی شکست
کیا کشتہ اب شاہ ارجاسپ کو
وہ گرگان جنگی وہ شیر ژیان
جہانمیں ظفرمند و فیروز ہو
وہ سیمرغ آیا جو بہر ستیز
کروں گر بیاں میں تو ہو دیر رنگ
بہانے کو مت کام فرما شتاب
بھلا روم میں تو نے شاہنشاہا
کئے میں نے اب کارہائے کلاں
مناسب ہے یہ اور لائق تجھے
وُہ سخت غم ہے کہ ہر صبح و شام
اور اب سرکشی ہم سے کی اختیار
ترے آگے اسطرح شام و سحر
لگا کہنے یوں گرد آفاق گیر!
وہ بولا کہ تیرا ہے دیہیم و تخت
گرفتار کر رستم و زال کو
نہ رکھ بدسگالاں کا نام و نشان
کیا ہفتخوان فتح تو نے تمام

یہ گفتار آئی بہت ناگوار
تو کر مجھ سے راز فلک آشکار
مسخر کرے ہفت اقلیم کو
وہیں ایک ترتیب کی انجمن!
کہ زیبا ہے تجھ کو کلاہ شہی
ہوئیں دختران و زنان بند سب
نہ لی اتنی مدت میں میری خبر!
عطا کردہ خسرو خصم سوز
مجھے کچھ بھی خاطر میں لاتا نہیں
کرے رستم گرد سے کارزار
تو پھر آکے لے مجھسے تاج و سریر
کیا ملک یکسر اُسے کرکے پست
کہ شادان ہو شاہنشاہ نامجو
وہ کافر بلا اژدہائے دماں!
مسخر کرے ہفت اقلیم کو
تو کھینچا اُسے بھی نہ تیغ تیز!
رواں مثل دریا حل خارہ سنگ
رہ لطف سے کر مجھے کامیاب
کیا کشتہ اک گرگ اک اژدہا
ملائے تہ خاک و خون دشمناں
کہ اورنگ و دیہیم اب دے مجھے
کہ کاؤس و خسرو کے آگے مدام
نہیں حکم لائے بجا زینہار
کمر سرکشی رستم و زال و زر
کر دیجے مجھے آپ تاج و سریر
نہ بزدل ہو اے سرور نیک بخت
تصرف میں لا ملک اور مال کو
کہ ہو پھر کوئی کینہ آور وہاں
بلند اس جہانمیں ہوا تیرا نام

کیا قتل ارجاسپ کو روز جنگ
کریگا تو اک دم میں اسکو اسیر
دلاور جواں نے دیا یہ جواب
یہاں کا وہ ہے تربیت کردہ ہے
بہت اُسنے کارِ نمایاں کئے
زبوں تر ہے نزدیک یزدانِ پاک
مگر تجھ کو اندیشہ کچھ اور ہے!
نہیں خوب شاہو نے پیمان شکست
بزرگوں کی خدمت میں حاضر رہا
سوئے سیستاں لے بفوج گران
کہ عبرت ہو اوروں کو پھر زینہار
یہ مقصد ہے تیرا کہ ہوں پائے دار
یہ کہکر جواں ہو کے چین برجبیں
خبر لا کے اسکا ارادہ ہے کیا
جو کچھ مصلحت ہے وہ مجھسے بتا
وہ بولا کہ بہتر بفرمان شاہ
کہ راضی ہے روئیں تن اسفندیار
کتایونسے بولا شہ نامجو!
رضامند ہے گرچہ وہ نامور
کتایوں ہوئی سنکے اندوہگین
نہ جا اسطرف ہرگز اے ہوشمند
وے قصد بیکار اس سے نہ تھا
پذیرا کیا میں نے اسبات کو

دژ رویں آخر لیا بیدرنگ
تجھے پھر میں دونگا یہ تاج و سریر
کہ رستم کو ہرگز نہیں ہے یہ تاب
ہمارے بزرگوں کا پروردہ ہے
زبون نامداران توران کئے
کہ ایسے دلاور کو کیجے ہلاک!
بھلا یہ بھی شاہا کو طور ہے
یہ بہتر کہ شہ قول کا ہو درست
نکوئی سرے ساتھ اُسنے کیا!
گرفتار رستم کو کر جا کے واں
نہ کوئی کرے سرکشی اختیار
رہونیں نہ زنہار تیرے حضور
شتاباں ہوا سوئے خانہ وہیں
یہ سنکر وہ دستور دانا گیا
خردمند نے تب یہ پاسخ دیا
سوئے سیستاں ہو روانہ پگاہ
بجنگ یل رستم نامدار
کہ اسفندیار جہاں گرد کو!
ولیکن تسلی ذرا تو بھی کر
جوانسے کہا جا کے اُسسے وہیں
ذرا گوش جاں تو سے سن میری پند
کہ ہے وہ نکو خواہ سرکار کا
اگر لعد اقرار انکار ہو

نہیں تاب رستم جو ہو ہم نبرد
قسم ژند و استا کی اے پیل تن
جو مجھ سے کرے آ کے میدانِ جنگ
سنا ہے کہ رستم یل نامدار
نہ ایرانیان دیکھتے روئے بخت
مخالف تیرا تھا اگر پورِ زال
مجھے بھیجتا ہے سوئے سیستان
یہ گشتاسپ بولا کہ سن اے جوان
نہ لا درمیاں عذر اے نامور
پیادہ اُسے لا یہاں کر کے بند
وہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں
مبارک یہ اورنگ و افسر تجھے
لگا کہنے جاماسپ سے شہریار
ہو جا کے جب اسکی پرساں حال
بجالا شتابی سے حکم پدر
حضور شہنشاہ کشورستان
ہوا شادماں شاہ گردوں جناب
کروں ہونیں رخصت سوئے سیستان
کہ رستم کو جب لاوے کر کے اسیر
زبردست ہے رستم نامدار
کتابونسے بولا یہ اسفندیار
کرو کیا کہ اب یوں ہے فرمانِ شہ
تو بھر مردمی سے نہایت ہو دور

تو ہے شیر کش گرد ہے شیرمرد
کہ ہونیں نہ زنہار پیمان شکن!
کروں میں زبوں سکو بس بیدرنگ
رہا ہاں شب و روز خدمت گذار
تہمتن نہ کرتا اگر کار سخت
تو جہان ہوا کیوں تو اسکا ولی
مرے حق میں ہے بدسگالی یہاں!
بلا سے اگر رستم پہلوان
تمنائے اورنگ و افسر ہے گر
پڑی ہووے گردن میں اسکی کمند
بہانہ تو کرتا ہے بس بیگمان
جہانسے ہے بس ایک گوشہ مجھے
کہ جا زود تر پیش اسفندیار
وہ بولا کہ اے مرد فرخ خصال
نہ سر پھیر زنہار اے نامور
کیا جا کے جاماسپ نے یہ بیان
کیا پھر وہ پیش کتایوں شتاب
پئے جنگ رستم بفوج گران
تو بخشونیں پھر وہیں تاج و سریر
نکر قصد رزم اس سے تو زنہار
کہ رستم سے ڈرتا نہیں زنہار
کہ ہوں رستم گرو سے کینہ خواہ
بجالاؤں ناچار حکم حضور

جانا اسفندیار کا طرف سیستان کے ساتھ ارادے قید کرنے رستم کے اور ذکر سوال جواب کا

سحرگاہ اسفندیار جواں
وہ اشتر رواں تھا جو پیش قطار
لگے کہنے مردم ہوئی فال بد
وہ بولا یہ موقعہ ہے اور بیجا ہے

ہوا شہ سے رخصت سوئے سیستان
گیا بیٹھ واں اور پھر زینہار
مبادا کہ پیش آوے کچھ حال بد
ولیکن جہاندار کشور کشا!

دیا شاہ نے لشکر و گنج و زر
نہ وانسے اٹھا اس دلاور نے تب
مناسب یہی ہے کہ اب یکبار
کہے گا کہ لایا بہانہ جوان

ہوا وہ شتاباں لعید کرو فر
کیا قتل اسکو وہ زئے غضب
سوئے خانہ پھر چلے نامدار
یہ کہہ کر روانہ ہوا پہلوان!

گیا متصل سیستاں کے وہ جب
تو پھر زال نے ما فراواں سرور
کیا ہے طلب رستم گرد کو
وہ بولا کہ پیوستہ اے پہلوان
اُسے مثل گشتاسپ لا اپنے گھر
وہ پہنچے کنارے پہ دریا کی جب
یہ کہکر گیا بہمن نام دار
خبر سنکے آنے کی تیری یہاں
اتر رخش سے رستم پہلوان
کہ اے وارث تخت و تاج کیاں
وہ ہے نیک طالع جو تیرے حضور
ہمیشہ جہاں میں تو فیروز ہو
فرود آ کے گھوڑے سے اسفندیار
سزاوار تحسین و صد آفرین
وہ بولا کہ مجھ کو سرافراز کر
وہیں رستم گرد کو لے گیا
بس اب تو بھی راضی ہو اسبات پر
نہ اکدم رکھے شہ گرفتار بند
کہ راضی نہیں ہے اگر بند پر
بسان شہنشاہ فرخندہ خو!
وہ بولا کہ آیا تھا یاں شہریار
اگر میرے فرمانسے پھر جائے تو
تجھے بند کر کے نہ لے جاؤں گر
سپہدار نے پھر دیا یہ جواب
تہمتن یہ بولا کہ رخصت ہو اب
جو اسنے کہا یوں کہ آنا شتاب
کہا اے سپہدار آفاق گیر
لگا کہنے اس سے یہ اسفندیار
کہ اب مصلحت ہے کہ اے نامدار

روانہ کیا اُسنے بہمن کو تب
ادب سے جھکایا سر اُسکے حضور
یہ بہمن سے سن کر پل نامجو
ہے ہم کمربستہ پیش کیان!
تکلف سے مہمانی اسکی تو کر
لگا کہنے بہمن تہمتن سے تب
کہا جا کے یوں پیش اسفندیار
مرے ساتھ آیا ہے وہ پہلوان
جھکا کر سر عجز جوں بندگان
سر اسر فرازان گیتی پناہ
پرستش کناں ہو بفرط سرور
طرح مہر کے عالم افروز ہو
ہوا رستم گرد سے ہم کنار
جہاں میں تو اس کا ہو یار و معین
تو رونق فزا چلکے ہو میرے گھر
وہاں جا کے رستم سے کہنے لگا
کروں کیوں تجھکو پابند کر
نہ پہنچائے ہرگز مجھے کچھ گزند
تو بس ہو کے رخصت تو جا اپنے گھر
مرے گھر تو مہماں ذرا چلکے ہو
بطور دگر لے ستودہ شعار!
سر جنگ از روئے کیں آئے تو
تو کیا قدر پائی حضور سے پدر
کہ بی اور دے مجھکو صہبائے ناب
کہوں زال سے جا کے احوال سب
یہاں بھیجنا صاف ورنہ جواب
کیا کیوں نہ رستم کو تو نے اسیر
کہ پھر آویگا رستم نامدار
نہ ساتھ اسکے ہو رزم جو زینہار

کہ لے آوے رستم گرد کو
لگا کہنے یوں بہمن نام دار
گیا پیش رستم کہا ماجرہ!
تو جا شوق سے پیش اسفندیار
کیا جبکہ یہ زال زر نے بیان
توقف کناں ہو تو اے نامور
کہ رستم دلیر و جوانمرد ہے!
گیا پھر سپہدار اسفندیار
جو کچھ شرط خدمت تھی لایا بجا!
ترے سر پہ زیبا قبائے شہی
کرے سرکشی تجھسے جو شور بخت
یہ آئین رسم و ادب دیکھ کر
لگا کرنے رستم کی پھر یوں ثنا
قوی اسکی ہو پشت لیل و نہار
پذیرا نہ اسنے کیا زینہار
یہ ہے حکم گشتاسپ شاہ دلیر
پہنچکر حضور شہ کامگار
رہا سنکے خاموش وہ پہلوان
یہ لایا زبان پر پل پیل تن کہ
جو کچھ مجھسے فرمائے تو بعد ازاں
ولیکن میں آیا بعزم دگر کہ
تو میں کس طرح کھا کے نان نمک
وہ بولا کہ زنہار میں بھی یہاں!
طلب کر کے پھر جام پہنیا وہیں!
جو کچھ مصلحت دے مجھے زال زر
سوئے خانہ رستم جو رخصت ہوا
نہایت زبوں سخت بیجا کیا
لگا کہنے تسوی کہ اے شیر گیر
مبادا کہ پھر کار دشوار ہو!

کیا جب کہ واں بہمن نامجو!
کہ آیا ہے روئیں تن اسفندیار
لگا کہنے وہ مصلحت اب یہی کیا
بجا لا کے رستم درہ انکسار
گیا ساتھ بہمن کے وہ پہلوان
کروں باپ سے اپنے جا کر خبر!
مروت میں اور خلق میں فرد ہے
جریدہ سوئے رستم نامدار
پھر آغاز کی یہ دعا و ثنا
ترے سر پہ شایاں کلاہ مہی
شتابی گرفتار خواری ہو سخت
ہوا شادماں سرور نامور
کہ اے نامور گرد زور آزما
نہ ہو وے اسے کچھ غم روزگار
وہ لے اپنے لشکر میں اسفندیار
کہ رستم کو لے آ و کر کے اسیر
کروں میں رہا تجھکو اے نامدار
کیا پھر سپہدار نے یوں بیان
کہ یکبار اے سرور انجمن!
بجا لاؤں فرماں ترا اے جوان!
بھلا کیونکر مہماں ہو اب تیرے گھر
کروں تجھ سے پیکار زیر فلک
نہ کھاؤں نگا اب اے سپہدار نان
کئے نوش باہم کئی ساتگین!
گذارش کروں میں یہاں آن کر
تو تسوی نے اندیشہ اسدم کیا
کہ دشمن کو یوں ہاتھ سے جانے دیا
زبردست ہے وہ سوار دلیر
بنوئے دگر دور آزار ہو کہ

ہوا اس سخن سے وہ اندیشہ مند!
گیا سوچ میں سرور ارجمند!

کہا زال نے یوں کہ اے نامدار
ملکزادہ اپنا ہے اسفندیار

سوئے سپہدار عالی گہر
شتاباں ہوا گرد روز و گر!

وہ بولا کہ ہے منتظر زال زر
قدم رنجہ فرما تو اے نامور

مرے ساتھ پیش آشہ ارجمند
رواں ہو تو ہو کر اسیر کمند

کہیں کام تیرے بہت آؤنگا
سدا تیری خدمت بجا لاؤنگا

جہاں میں سرافراز گردان ہوئیں
نگہدار شاہان ایران ہوں میں

مروت سے کرتا ہوں اب انکسار
نہیں ورنہ تجھسے خطر زینہار

یہ چاہا زروئے غضب بیدریغ
تہمتن پہ کیجے رہا زخم تیغ

مشقت بہت تو نے کی پیشتر
بس آرام سے بیٹھ اے نوشکر

سوئے راست بیٹھے ہیں پیوستہ ہم
یہ کہہ کر گیا بیٹھ بے رنج و غم!

سنا میں نے اے رستم نامدار
کہ نسل سے دیو کی زال زر

رکھا زال کو پھر نہ ایوان میں
وہیں چھوڑ آیا بیابان میں

جو ناپاک و بدشکل دیکھا اُسے
تو سیمرغ نے بھی نہ کھایا اُسے

وہ مردار کھا کر ہوا جب کلاں
تب آیا وہ پھر جانب سیستان

بزرگوں کی میرے جو کی چاکری
تو حاصل ہوا رتبۂ سروری

یہ سنکر ہوا تند وہ پیل تن
زباں پر یہ تندی سے لایا سخن

نہیں ہے یہ گفتار اے نامور
سزاوار شایان عالی گہر!

بزرگاں تھے واقف ترے سربسر
اور آگاہ ہے خوب تیرا پدر

بزرگان جنگی ہوشنگ سے
زبوں شیر نر جبکی تھا جنگ سے

میری ماں بھی تھی دخت مہراب تو
خداوند تمکیں اعزاز و وجاہ

دلیران ایران زمیں چند بار
کئے چاہتے تھے مجھے شہریار

پذیرا نہ زنہار میں نے کیا
نہ خواہاں ہوا افسر و تخت کا

دلیری پہ اپنی نہ مغرور ہو
کیا تو نے بس کشتہ ارجاسپ کو

کسی شاہ کھینچے نہ تیغ تیز
کیا قتل دیوؤں کو وقت ستیز

وہ دیو سفید اور اکوان دیو
کہ تھا گرد عالم میں جنکا غریو

چھڑایا شہنشاہ کاؤس کو
یل گیو گستہم اور طوس کو

کئی بار دی میں نے اسکو شکست
گیا پیش اسکا نہ کچھ زور دست

نہ کر جنگ جوئی جو کچھ ہے تمیز
نہ کھو رائیگاں اپنی جان عزیز

گیا رستم گرد جب اپنے گھر
یہ قصہ کہا زال سے سربسر

سحر اسکی خدمت میں پھر جائیو
نہ وسواس دل میں ذرا لائیو!

اُسے لے گیا آکے اسفندیار
کیا خوب رستم کا عز و وقار

کیا اُسنے انکار اور یوں کہا!
کہ اے پہلواں تو بھی یانسے بجا

کہا اُسنے اے گرد فرخ شیم
تو رکھ مجھ پہ مصروف لطف و کرم

کئے میں نے کار نمایاں مدام
کئے پشت گردان توران و یار

کیا دشمنونسے جہاں میں نے پاک
کیا سرکشان جہاں کو ہلاک

یل پیل تن سے یہ سنکر سخن
ہوا خشمگیں سرور انجمن

ولیکن تحمل کیا اور ہنسا!
یہ سنکر تہمتن سے کہنے لگا

کہا پھر سوئے دست چپ بیٹھ تو
یہ ہنسکر لگا کہنے اے نامجو!

ہوا پھر سپہدار چیں بر جبیں!
خفا ہو کے رستم سے بولا وہیں

سیہ چردہ و چہرہ موئے سفید
ہوا دیکھ کر سام اُسسے ناامید!

کہ کھا جائیں اسکو کہیں جانور
ہوا ایک سیمرغ کا واں گذر

وہیں پاس بچوں کے وہ لیگیا
کھلاتا تھا مردار صبح و مسا

پسر ایک بھی سام رکھتا نہ تھا
اُسے لاجرم پھر پذیرا کیا!

تو پیدا ہوا زال سے بعد ازاں
کہ اب فخر کرتا ہے اتنا یہاں

کہ حرف پراگندہ و ناسزا
تو زنہار اپنی زباں پر نہ لا!

تو ہے طفل بیعقل نادان بھی
نہیں تجھ کو زنہار کچھ آگہی!

کہ ہے پشت سے سام کی گرد زال
نریمان سے تھا سام فرخ خصال

سمجھ اے سپہدار انجم حشم
کہ ہیں یعنی یک جدی تم اور ہم

کہ ضحاک تھا اسکا پنجم پسر
جہانگیر شاہنشاہ نامور

یہ کہتے تھے رکھ سر پہ تاج مہی
تو کر ملک ایران میں شاہنشہی

وگرنہ پہنچتی تمہیں کب شہی
میسر نہ آتی یہ فرمان دہی

تو مانند میرے دلاور نہیں
دلیری و گردی میں ہمسر نہیں

شکستہ کیا میں وہ ہفتخوان
نہ گذرے جہاں فیل شیر ژیان

ملائے وہ دم میں تہ خون خاک
کیا شاہ مازندراں کو ہلاک

سپہدار توران تھا افراسیاب
کسی کو نہ تھی جنگ کی جسکے تاب

کیا میں نے خاقان چین کو اسیر
مری تیغ براں ہے آفاق گیر

سپہدار جنگ آور و کینہ جو
ہوا پر غضب سنکے اس بات کو

یہ چاہیئے تھا اسد م کروں بیدریغ
ستمگر روا رکھئے مہمان پر!
فلک رتبہ ہے گرچہ تو لیک ہے
تو کرتا رہا روز و شب چاکری
کیا ایک عالم کو آتش پرست
غضب پر بلا تھا مرا ہفتخوان
مرا واں نہ کوئی مددگار تھا!
نہ ہوتے ترے ساتھ گردہ ہزار
کروں کیا میں اپنی زباں سے بیان
دلیران نہ ہرگز رضامند تھے
عبث میں نے معقول سب کو کیا
تو مت ناز کر شاہ لہراسپ پر
یہ مقدور ہرگز کسی کا نہیں!
مجھے قوت و زور جسقدر ہے
ہو دیکھا یہ نیروئے اسفندیار
سپہدار نے یہ کہا بعد ازان
ہوا زور معلوم تیرا مجھے
کہوں جاکے شاہ سے یہ ہی بیٹھا
تو ہے گرچہ زور آور شیر مرد
تو کل دیکھنا کوشش کارزار
سخن ہائے دشوار کہکر اٹھا
سری کرکے دلجوئی انجام کار
سپہدار نے سن دیا یہ جواب
کروں تخت زرکار پر جلوہ گر
چلوں پھر ترے ساتھ نزدیک شاہ
سخن پھر زبان پر یہ لایا جوان
طلب کرکے خواں جبکہ آگے رکھا
کہ اس جام سے سیر ہوتا نہیں
ہوئے دام حیرت میں مرد دلیر

تہمتن کو اب کھینچے زیر تیغ
تو لطف و مروت سے ہے دور تر
پرستندۂ بادشاہان کے
سبھی میں نے کی بلکہ پیغمبری
کیا میں نے گردن فراز و نگوپست
کہاں اسقدر تھا ترا ہفتخوان
فقط رخش گرز گرانبار تھا
دلیران جنگی و سرجان کار!
کہ ہے اس حقیقت سے واقف جہاں
بزرگان ایران نہ خرسند تھے
نہ زنہار پرخاش ہونے دیا!
مگر فخر آئیں گشتاسپ پر
قیامت ہے گر ہو کنیں چین جبیں
رکھے تھا کہاں شہ کاؤس کے
تو حیران رہا رستم نامدار
کہا اے گرد تو آج مہمان ہے یاں
پکڑ لاؤں کل ایکدم میں تجھے
کروں میں تجھے بند سے پھر رہا
بُرے مجھ سے ہرگز نہ ہو ہم نبرد
کہ آؤں جو میدان میں ہوکر سوار
ہوا یہ نہ مقدور اک گرد کا!
فزونتر کیا میرا شہ نے وقار
کہا اے رستم اتنا نہ کھا پیچ و تاب
رکھوں میں ترے سر پہ دیہیم زر
دلاؤں تجھے تخت تاج و کلاہ
کہاں تک یہ گفتار لے پہلوان
تو رستم نے اکدم میں خالی کیا
رکھا لاکے تابی کلاں پھر وہیں
مرخص ہوا پھر وہ گرد دلیر!

ولیکن یہ سوچا کہ ہے میہمان
یہ بولا کہ میں نے کہے حرف زم
جو کی بندگی تو نے شام و پگاہ
کہ ایران سے تا روم توران و چین
بسان و ژرویں لے نامدار
وہ بولا سوئے ہفتخوان وہ ہزار
وہ دیوان خونخوار جنگ آزمار
نہ ساتھ انکے ہوتی تجھے تاب جنگ
کہ کیخسرو عدل گستر نے جب
یہی تھی تمنائے خورد و کلاں
ہوئے جبکہ ہم یاور اے نامدار
کرے بند مجھکو یہ چاہے ہے تو
ہوا تند یں پیش کاؤس شاہ
یہ کہکر وہیں ہوکے خندہ کنان
یہ ہنسکر کہا ہے یہ ترک ادب
خوشی سے سے لالہ گوں نوش کر
سوئے شاہ لیجاؤں میں کرکے بند
مری سرد می تجھ کو معلوم ہو
کہاں تو نے دیکھی دلیروں کی جنگ
تو بس پشت زیں سے اٹھاؤں تجھے
کہ مجلس میں کوئی کرے مجھ کو بند
غرض ساتھ میرے نہ ہو کینہ خواہ
نہ ہو اب ثنا خوان کاؤس شاہ
رکھوں پیش کش گنج تیرے حضور
ہو میں گرد ہوں اور تو شہریار
کچھ اب کھائیے تاکہ آویں حواس
پلانے لگے جبکہ جام شراب
کہ آتی تھی جسمیں شراب ایک من
لگا کہنے یہ سرور نامجو!

یہ گر آپ سے یعنی آیا یہاں!
تو کیوں مثل آتش کے ہوتا ہے گرم
تو حاصل ہوا تجھکو یہ عز و جاہ
مروج کیا تازہ آئین و دین
نہ تھا حصن مازندران استوار
اگر گئے تھے تیرے ساتھ جنگی سوار
کہ میں نے کئے کشتہ تنہا وہاں
گر زندہ ہوتا تو بس بیدرنگ
رکھا سر پہ لہراسپ کے تاج سب
فریبرز ہو بادشاہ جہاں!
ہوا شاہ لہراسپ تب شہریار
یہی ہے ترے باپ کی آرزو
مرے زور سرپنجہ پر کر نگاہ
فشردہ کیا پنجۂ پہلوان کا
کہ زور آزمائی کروں تجھسے اب
شتابان ہو پھر شوق سے اپنے گھر
نہ پہنچاؤں جانبر تری کچھ گزند
وہ بولا کہ اے مرد پیکار جو!
نہ پہنچے تجھے باد گرز و خدنگ
سو نالاں زرد روئیں لاؤں تجھے
اگرواں تھے بہت زور مند
یہ تندی و تیزی نہ کر مجھ سے تو
مرے زور سرپنجہ پر کر نگاہ
بجا لاؤں خدمت بفرط سرور
نہ دنیا میں کوئی ہے تاجدار
کہ زوری یعنی گذرے وہ پاس
تو وہ تھا تھا رستم یہ اسدم جواب
پیا پیئے لگا پینے وہ پیل تن
کہ کر مصلحت زال نے جاکے تو

جو ہو بند پر راضی اے ہوشمند
تو جاں پر تری کچھ نہ آئے گزند

وگرنہ ہو آمادہ کارزار ؎
دیا اُسے پاسخ کہ اے نامدار

مصاحب جو تیرے ہیں اُنکو ذرا
بہم ملکے اب تو بھی کر مشورہ

پذیرا کرے مہمانی اگر!
قدم رنجہ فرمائے تو میرے گھر

چلوں میں ترے ساتھ ہو بند پا
حضور جہاندار کیوان لوا!

وگرنہ کروں صبحدم آکے جنگ
نہ لاؤں تری جنگ میں کچھ درنگ

وہ بولا کہ جسطرح کہتا ہے تو!
پذیرا نہیں کرتا پر اے نامجو

یہ فرمائیے گا شہ کہ بس ڈر گیا!
نہ پابند رستم کو یہ کر سکا

بھلا کس لئے کام ایسا کروں
کہ اس دہر میں جیسے بدنام ہوں

نہیں جنگ سے تیری مجھکو خطر
کہ ہے باندھ لینا ترا سہل تر

یہ سنکر لگا کہنے جنگی سوار
کہ دیوان خونخوار مردان کار

جو ہیں نے کئے کشتہ ہنگام کیں
تو زنہار اُنکے برابر نہیں!

تری رزم سے کچھ نہیں خوف جان
ولیکن یہ اندیشہ ہے ہر زمان

کہ ہو کشتہ گر وقت پیکار تو!
تو ہو پیش شاہاں سرافراز و رو

سمجھ دل میں اے فرخ اسفندیار
کہ اب صلح بہتر ہے یا کارزار

ہوا سالخور اب تو گشتاسپ شاہ
تو ہے وارث تخت تاج و کلاہ

ترا دشمن جان ہے تاجور!
تجھے کس لئے اُسنے بھیجا ادہر

کہ تو کشتہ ہووے مرے ہاتھ سے
نہیں کچھ بھی تجھ کو اسبات سے!

نہ ہو کار فرما جوانی کو تو ؎
نہ کر پہلوانی مرے روبرو

گزند اپنی جان پر تو مت رکھ روا
نہ بدنام کر مجھکو بہر خدا

وہ بولا کہ دیتا ہے تو کیا فریب
نظر میں ہے میری فراز و نشیب

حضور پدر لے چلوں باندھ کر
کروں یا سمجھ قتل وقت سحر

پسر کو برادر کو اور باپ کو!
تو آ لیکے میدانمیں اے کینہ جو

کہ آنکھوں سے دیکھیں ترا حال زار
کریں غم سے ماتم و لیل و نہار

لگا کہنے رستم کہ اب کیجے کیا
نہیں چارہ گر آئی تیری قضا!

بوقت دعا آئیگا یہ نظر
کہ ہوں نوحہ گر کس کے پور پدر

یہ کہکر سوئے خانہ رستم گیا
حضور پدر یوں گذارش کیا!

کہ ہے بر سر کینہ اسفندیار
نہیں اور چارہ بجز کارزار!

کہے زال نے بہر سخنہائے پند
لگا کہنے تب رستم ارجمند

کہ نالائق و سخت کہہ کر مجھے
کیا بچہ دیو اُسنے تجھے

نہیں صبر کی تاب زنہار
کروں جنگ ساتھ اسکے اے نامدار

یہ سنکر کیا چشم کو اُسنے تر
لگا پوچھنے تب یل نامور

کسے کیسلئے تو نے دیدے پُر آب
دیا زال نے تب اسے یہ جواب

کہ گر کشتہ ہو تو بہنگام جنگ
تو خانہ خرابی ہو پھر بیدرنگ

جو کشتہ ہوا اسفندیار جوان ؎
تو ہو نام بد پیش اہل جہاں

رہیں پھر کیاں ہمسے کینہ سدا
تہمتن نے سنکر یہ پاسخ دیا

تو کر اپنی خاطر سے اندیشہ دور
کہ جیتا پکڑ لاؤں تیرے حضور

کروں پیشکش اسکے پھر گنج زر
اطاعت سے پھیروں نہ زنہار سر

لگا کہنے ہنسکر وہ مرد کہن
کہ ہر گز زباں پر نہ لایا سخن

وہ اسفندیار جہاں پہلوان
دلیر و جہانگیر و کشورستان

نہ ہوں جسکے آگے ہے مغفور چین
جہانمیں کوئی اسکا ہمسر نہیں ؎

تو کہتا ہے میدانمیں جب جاؤنگا
اُسے پشت زیں سے اٹھا لاؤنگا

یہ ہے عقل سے دور اے مرد گرد
سمجھ دلمیں اپنے تو اے سالخورد

جنگ ہونا رستم اور اسفندیار کا اور مارا جانا اسفندیار کا ؎

گیا صبحدم رستم پہلوان
پئے جنگ اسفندیار جواں!

تہمتن نے جسدم کہ پہنی زرہ
تو پھر زال نے اس کی باندھی کمر

زوارہ کو سالار لشکر کیا!
زوارہ سے یوں زال زر نے کہا

کہ بروقت تو یاوری کیجیو ؎
تغافل کو واں راہ مت دیجیو!

شتاباں ہوا جب کہ وہ پیلتن
لگا تب دعا کرنے مرد کہن

کہ یارب تو اس مددگار ہے
سوا تیرے کون اسکا اب یار ہے

زوارہ سے بولا یل نامور
کہ تو ساتھ لشکر کے رہ زود تر

یہ کہکر اکیلا وہ جنگی سوار!
روانہ ہوا سوئے اسفندیار

یہ تسویں نے جانا اُسے دیکھ کر
کہ آیا ہے بہر صلح نامور

لگا کہنے یوں پیش اسفندیار
کہ رستم سے کر صلح اے نامدار

سو شاہ ابصد گو نہ لطف و عطا
کہا اس نے تجھکو ہی عزم ستیز
ہوا سنکے پر درد دل مرد کا!
مرے ساتھ گر تجھ کو ہے عزم جنگ
مجھے بھی ہے لازم اب اے شیر مرد
ولے دیکھنا جبکہ ہے وقت تنگ
دلیرانہ شیر نگ پر ہو سوار
بہت ہیں سواران ایران دیار
کہ جو ہر ہو ہر ایک کا آشکار
مدد کو نہ آوے کوئی زینہار!
شکستہ ہوئے تیغ بھی بیدریغ
لیا پھر دلیروں نے گرز گراں
پکڑ کر دوال کمر بعد ازاں لے
پراگندہ دل شیر مرداں ہوئے
جدا ہو کے دونو نے پھر دم لیا
لبوئے دلیران ایران گیا
یہ سن کر وہیں پور اسفندیار
کہ ہو جو کوئی مرد جنگی سوار
دلیرانہ اس سے ہوا گرم جنگ
نہ ایوام ہرگز سمجھنا مجھے!

تو ہے جا تہمتن کو بے بند و پا
مرا دل ستیزہ سے ہے ریز ریز
ولے کچھ نہ زنہار پاسخ دیا
تو ہو کر سوار اب تو آ بیدرنگ
کہ جاؤں میں تنہا برائے نبرد
کروں میں اشارہ تو پھر بیدرنگ
گیا جانب رستم اسفندیار
ولے چاہتا ہوں میں یوں ایکبار
یہ رستم سے بولا پھر اسفندیار
ہوا عہد و پیمان بہم استوار
لگے کرنے باہم رہا زخم تیغ
ہوئے رزمجو مثل پیل وہاں
لگے زور کرنے وہ جنگ آوراں
زبوں سخت اسپان وگرداں ہوئے
نہ کچھ زور واں بیش ہرگز گیا!
وہاں جاکے کہنے لگا ناسزا
جوانمرد نوشادر نامدار
وہ مجھسے کرے آن کر کارزار
ولے خاک خوں میں ملا بیدرنگ
کروں غرق خون ایکدم میں تجھے

وہ بولا کہ لا جوشن اے نیک مرد
دو مرد دلاور جو ہوں رزمجو
تہمتن نے پھر اس جوانمرد کو
یہ سنتو ہیں سے بولا وہ اسفندیار
تو استادہ ہو دور لے کر سپاہ
مدد میری تم کیجیو آن کر لے
تہمتن نے اس سے کیا یہ بیان
کہ ایرانی اور سیستانی بہم
کہ ہوں کشتہ کیوں لشکر ہر دو سو
ہوئے گرم کیں ہر دو شیر ژیاں
شکستہ ہوئیں تیغ بھی سر بسر
گرے گرز بھی ہاتھ سے ایکبار
کیا زور گرچہ رہ کین سے!
زرہ پارہ اور چاک برگستواں!
زوارہ کو تھا جنگ میں کچھ نہ صبر
کہ اے نامدارو اگر مرد ہو
پئے کینہ خواہی شتاباں ہوا
وہیں گر ایوام نرور آزما
زوارہ پھر لستے ہیں آیا رواں!
پھر اک گرز مارا جو بالائے سر

کہ ہے ساتھ رستم کے عزم نبرد
خدا جانے پھر غرق خوں کون ہو
یہ بھیجا پیام لے یل نامجو!
کہ تنہا ہے اب رستم نامدار
کہ رستم سے ہوں جا کے میں رزمخواہ
یہ کہہ کر زرہ کر کے پھر زین پر
کہ کمتر ہے میری سپہ ایجوان
کریں جنگ گردانہ بیرنج وغم
فقط ہوویں ہم تم بہم رزمخواہ
ہوا کام منجر بہ تیغ و سناں!
نہ اک خم ہرگز ہوا کارگر لے
ہے کام سے دست مرداں کار
ولیکن نہ کوئی ہلا زین سے
ہوئے سست گرداں جنگ آوراں
خروشاں ہوا مثل غرندہ ابر
تو ہو فوج زابل سے پیکار جو
طرح شیر نر کے خروشاں ہوا
کہ شاگرد تھا رستم گرد کا!
لگا کہنے میدان میں کر کے فغاں!
ہوا کشتہ نوشادر نام ور!

مارا جانا اسفندیار کا ساتھ تیر و پیکان لگنے ہر دو آنکھوں میں رستم کے

جوانمرد مہرپوش پہلوان!
فرامرز اس کے مقابل ہوا
وہیں بیش اسفندیار جوان
دو فرزند تیرے ہوئے کشتہ اب
بنزد یک نام آوران زمن
کہ سوگند جان و سر شہریار
کیا جس نے اب جنگ میں ارتکاب

دگر پور اسفندیار جوان لے
فرامرز نے قتل اس کو کیا!
کیا جا کے بہمن نے یکسر بیان
سپہدار لشکر ہوا پُر غضب
سزا اور نفرین ہے پیمان شکن
نہیں ہے مجھے آگہی زینہار
کروں سکو قتل اور اسیر و خراب

رواں کر کے شبدیز کو بیدرنگ
نہ کشتہ ہوئے صرف دو نامدار
کہ لشکر نے زابل کے بیخوف وباک
تہمتن سے بولا کہ اے بدنشان
ہوا سنکے غمگین و شرمندہ سخت
پئے جنگ میں نے نہیں کچھ کہا
برادر کو اور پور کو باندھ کر لے

شتاباں ہوا سوئے میدان جنگ
ہوئے قتل ایرانیان بیشمار
کیا آ کے ایرانیوں کو ہلاک!
نہیں ہے یہ آئین گردنکشاں
لگا کہنے پھر رستم نیک مرد
نہیں بہر پرخاش سیری رضا
حوالے کروں تیرے اے نامور



انہیں شوق سے قتل کر تو یہاں
یہ کہکر ہوئے پھر وہ مشغول جنگ
وے تیر اسفندیار جواں!
لگے زخم کاری جو اس رخش پر
زوارہ ہوا دیکھ کر دردمند
ہوئے بلندی کیا نامدار!
جہاں میں ترے زور کا تھا غریو
ترا زور بازو گیا اب کہاں!
پیادہ ہوا آپ مانند شیر
یہ چاہے تھا اسفندیار جوان
کہ رکھتا ہوں پھر عزم پیکار میں

کہ تیرے گنہگار ہیں بیگماں
دلیرانہ لیکر کمان و خدنگ
کر آئے پیاپے سوئے پہلوان
سوار دلاور تب آیا اُتر
گیا وہیں پیش یل ارجمند
لگا کہنے تب ہنسکے اسفندیار
تری تیغ براں سے کانپے تھا دیو
کہاں ہے ترا اب وہ گرز گران
گیا بہر جنگ آزمائی دلیر!
زوارہ سے ہوئے ستیزہ کناں
نہیں تجھسے کچھ دست بردار میں

وہ بولا بفرمان یزدان پاک
خدنگ یل رستم نامدار
ہوا اس سے مجروح و ریش و نگار
ہوا رخش پھر سوئے خانہ رواں!
یہ دیکھا کہ بس خستہ ہے پہلوان
کہ افسوس اے گرد زور آزما!
کہاں ہے تری تیغ زہر آبدار
زوارہ نے گھوڑی پہ انجام کار
کہا یوں کہ اے گرد اسفندیار!
کہ اتنے میں رستم نے اس سے کہا
مجھے کیا تصور کیا تونے اب

کرونگا عوض انکے تجھکو ہلاک!!
کہ ہوتا تھا کچھ کارگر زینہار!
تن رخش و رستم دلاور سوار
پیادہ رہا رستم پہلوان
بدن سے تہمتن کے ہے خون رواں
زبوں ہو کے میدانمیں تو ہٹگیا!
کہاں ہے ترا تیر پہلو گذار
کیا رستم نامور کو سوار:
ترے ساتھ کرتا ہوں کارزار
زوارہ سے مت ہو نبرد آزما
تہمتن سے بولا سپہدار تب

کہ احوال معلوم ہے سب ترا
وہ بولا کہ جاری ہے گردن سے خون
غرض رزمگاہ سے وہ جنگ آوراں
کیا ان کے تابوت کو پھر رواں!
ولیکن یہ تھا ماجرا آج کا!
سرشت اسکی ہے آہن و سنگ سے
ولیکن نہ کوئی ہوا کارگر!
یقین ہے کہ جانبر نہ وقت شب
گیا جب کہ ایوان میں نزد زال
کہا یہ کہ ہنگام پیری یہ غم!
کیا البتہ زخموں کو مرہم لگا
قوی بازو و سخت ہے زورمند
مرا تیر منداں سے کرتا گذر
اگر زور کرتا میں کہسار پر!
نہ وہ جنگ جو پشت زین سے ہلا
ہوئی جنگ موقوف ہنگام شام
کہ پھر ہاتھ آوے نہ میرا نشان
تو پھر آکے ایوان میں اسفندیار
جو ہوتا یہاں آج وہ شیر مرد
بلاؤں میں ناچار سیمرغ کو
تو پر کو میرے تو جلانا ضرور
تو سیمرغ حاضر ہوا آن کر
ستمگار کمبخت اسفندیار
ہوئے گرم پیکار انجام کار
یہ سیمرغ بولا کہ ہے کیا خطر
پیا خون کو اور ملے اپنے پر
لگا کہنے سیمرغ سے نامجو
وہ بولا کہ ہے وہ یل ارجمند
ہوئے ہفتخواں یہ جواں جب گیا

سراپا ہے زخمی بدن اب ترا
ولیکن نہیں تن ہوا کچھ زبون!
ہوئے شام کو سوئے خانہ رواں
سوئے شاہ گشتاسپ کیواں نشان
خدا جانے کل پیش کیا آئیگا
مجھے اسکی اندیشہ ہے جنگ سے
کسی سے نہ عاجز ہوا نامور
مبادا رہے زندہ گر ہے غضب
اور اسنے تہمتن کا دیکھا یہ حال!
ہماری نصیبو نہیں تھا یہ ستم!
تہمتن نے پھر زال سے یوں کہا
تنومند مانند نخل بلند
نہ ہرگز ہوا اسپہ کچھ کارگر!
تو برکندہ کرتا اسے اے پدر
کہوں کیا میں بس قوت و زور کا
وگرنہ سرا کام کرتا تمام!
کرے جستجو گرچہ جنگی جوان!
کرے ہم کو یکسر گرفتار خوار
تو بدخواہ کیساتھ کرتا نبرد
ترے واسطے اس سے ہو چارہ جو
کہ فی الفور پہنچونگا تیرے حضور
گذارش کیا یوں کہ اے زال زر
ہوا آکے پرخاش کا خواستگار
بہم رستم و گرد اسفندیار
کروں چارہ اسکا میں اب زود تر
ہوئے زخم اچھے وہیں سربسر
کہ اے شاہ مرغان مددگار ہو
توانا و گردنکشاں زورمند
مرا جفت واں ایک سیمرغ تھا

اگر اب بھی راضی ہو تو بند پر
ہوا روز آخر اب اے نامور
ہوا غم سے بیٹوں کے اسفندیار
لکھا یوں کہ اے خسرو پاکدین
پشوتن سے کہنے لگا بعد ازاں
بہت زخم شمشیر و گرز گراں
کیا تیر سے اسکو آخر زبون
ادھر تھا تردد میں اسفندیار
کہ مجروح و خستہ ہے سر تا بپا
برادر پدر مادر و پور زن!
کہ روئین تن اسفندیار دلیر
مری تیغ براں تھی خارا شگاف
نہ معلوم آیا بد اندیش ہائے
پکڑ کر کمر بند اسفندیار!
کوئی دیو اور کوئی جنگی سوار
بس اب تاب پیکار مجھکو نہیں!
کہا زال زر نے یہ سنکر سخن
کروں کیا کہ ہے اندنوں سوگ و غور
نہیں اسقدر فرصت اب اے اب
کیا اسنے وعدہ یہ مجھسے کہ ہاں
بلندی پہ کر آتش افروختہ
مجھے کس لئے اب کیا تونے یاد
بیاں اس سے ہمنے کیا پیشتر
ہوا رستم و رخش مجروح و ریش
طلب رخش و رستم کو کر کے وہاں
ہوا رستم و رخش پھر تندرست
یقین ہے اگر تو مرا ہووے یار
مجھے اور تجھے ہے یہ قدرت کہاں!
مقابل ساتھ اسکے آ کر ہوا

تو بہتر ہے اے رستم نامور
کروں جنگ پھر تجھے وقت سحر
نہایت پریشان دل بیقرار
ترے حکم سے مجھکو چارہ نہیں
کہ آدم نہیں رستم پہلوان
رہا میں نے اسپر کئے ایجوان
ہوا جوش کالبد غرق خون!
ادھر پہلوان رستم نامدار
جراحت پہ اسکے تاسف کیا
لگے رونے سب مردم انجمن!
مقابل نہیں جسکے عفریت شیر
سنان توڑی تھی دل کوہ قاف
نہ کچھ زور بازو گیا پیش ہائے
کیا زور ہر چند پر زینہار
کہیں میں نے دیکھا نہیں زینہار
نکل جاؤں ناچار یاں سے کہیں
کہ گر تو نکلجائے اے پیل تن
یل نامور بر زوے پیل زور
کہ اس پہلواں کو کروں یاں طلب
جو پیش آوے مشکل کوئی ناگہاں
جو سیمرغ کا پر کیا سوختہ
وہ بولا کہ اے مرغ فرخ نہاد
نہ آیا سر رحم وہ کینہ ور
بلا وقت پیری یہ آئی ہے پیش
جو دیکھا تو ہے خون بدن سے رواں
توانا و زور آور و چاک و چست
تو ہووے زبوں گرد اسفندیار
کہ ہوں ساتھ اسکے ستیزہ کناں
تو سیمرغ ہرگز نہ حاضر ہوا

تو کر اس جواں سے رہے زود تر
کہیں دور جاوے تو اسفندیار
وہ بولا کہ اے رستم نامدار
غرق تحل گر اک نیستاں میں تھا
بنا اس کا تو اک دو شاخا خدنگ
کرے جو کوئی کشتہ اس مرد کو
وے کور کرنے سے اُسکے ضرر
وہاں تیر بیٹھے بحکم خدا
وہ سیمرغ رخصت ہوا بعد ازاں
لگائے دو پیکان زہر آبدار
کہ میداں میں آیا سوار و دلیر
ذرا خواب نوشین سے بیدار ہو
مرے دلمیں تھا وقت شب یہ گمان
نہ راوی کے احوال اسکا ہے کیا
نسوئے تہمتن پشوتن گیا!
سوا اسکے اک زخم کاری نہ تھا
دلیری سے اسکے مجھے ہے خطر
خفا ہو پشوتن یہ اسفندیار
نہیں زخم کا اب اثر نہار
تجھے آج خستہ کروں اسقدر
مرے جسم پر اے یل نامور
کہ مت رزم جو ہو سر صلح آ!
قسم ہے نہ پھر عذر ہرگز کروں
وہ بولا کہ اب آشتی دو رہے
مرے قید کرنے سے اب رگذر
تجھے پیش کش دوں زروئے نیاز
خدا کے بھی فرمان سی ہے حکم شاہ
وہ بولا کہ اے گرد آفاق گیر
تو ہو گرم پیکار اے پہلوان

تو بہتر ہے اے رستم نامور
کریگا ہمیں باندھ کر سخت خوار
مرے ساتھ چل رخش پر ہو سوار
تہمتن سے سیمرغ نے یوں کہا!
سحر جاکے میداں میں ہو گرم جنگ
وہ رنج و بلا سے رہا پھر نہ ہو
نہ پہنچے ذرا شوق سے کور کر
یہ سنکر ہوا خوش وزور آزما
گیا سیستاں سے سوئے آشیاں
ہوا فتح و نصرت کا امیدوار
یل نامور رستم شیر گیر
کہ آیا پھر اب رستم جنگ جو!
کہ جانبر نہ ہویگا یہ پہلوان!
مگر اس نے زخموں کو بستہ کیا
تو رستم یہ بولا کہ دیکھے ہے کیا
پشوتن نے آکر جواں سے کہا
مناسب ہے اب یوں کہ اے نامور
گیا وہیں میداں میں ہو کر سوار
ترا باپ شاید کہ ہے سحر کا!
کہ ہو نوحہ گر زال زر دیکھکر
نہ ہرگز کرے تیر تیرا اثر
تو بخش از سر لطف میری خطا
ترے ساتھ پیش شہنشہ چلوں
اگر زندگی تجھ کو منظور ہے!
عوض اُسکے لے مجھسے تو گنج و زر
تو کر رحم اے سرور سرفراز
زیادہ ترا اے رستم کینہ خواہ
ندے جان باُمید تاج و سریر
یہ کہہ کر وہیں لیکے تیر و کمان

یہ سنکر ہوا زال گریہ کناں!
بتا کوئی تدبیر بہر خدا
گذر کر کے دریائے بے رنج و غم
کر اک شاخ لیجا تو اب توڑ کر
پھر اس تیر کو اے یل نامدار
نہیں خوب سے قتل اسفندیار
یہ خاصیت اس چوب کی ہے کہ یاں
پھر آئے وہ دونوں وہیں مثل زال
ہوا گرد و رستم نے پھر بیدرنگ
نہ تاباں ہوا تھا ہنوز آفتاب
ہوا نعرہ زن مثل پیل دمان
اٹھا سنکے آواز اسفندیار
کہوں کیا میں کاری تھا ہر زخم تیر
وہی رخش ہے یا کہ رخش دگر
رکھوں میں وہ دارو ئے جانستاں
کہ دیروز سے چاک ہے پہلواں
تو پرخاش کو دل سے کر اپنے دور
تہمتن سے بولا کہ اے پہلوان
کیا اسے جادو سے پھر تندرست
وہ بولا کہ جی میں نہ رکھ یہ ہوس
کرونگا تجھے کشتہ انجام کار
مرے گھر ذرا چلکے مہمان ہو
کرے لطف یا قتل یا مجھکو بند
تو پابند ہو کر مرے پاس آ
دُر بے بہا تاج گوہر نگار
کہا اسنے بیہودہ گوئی نہ کر!
تجھے لیچلوں دست و پا باندھ کر
ہوا پر غضب سرور کینہ جو
کیا سوئے رستم رواں ایک تیر

کہا یوں کہ گر رستم پہلوان!
تو دام غم و رنج سے کر جدا!
گئے ایک نیستاں میں دونوں بہم
اسے راست کر رکھکے تو آگ پر
رہا کر سوئے چشم اسفندیار
خرابی ہے قاتل کی انجام کار
تمنا ہو ناوک فگن کی جہان!
ہوا زال مسرور و شاداں کمال
مرتب کیا اک دو شاخہ خدنگ
حریف جفا کیش تھا گرم خواب
کہ اے مرد اسفندیار جوان
پشوتن سے بولا کہ اے نامدار
تعجب کہ ہے ہوشمند و دلیر!
شتابی سے اب جلد لا یہ خبر
کہ ہر زخم کی پل میں ہی چارہ ساز
ہوا تھا تو کل خستہ اے ناتوان
تہمتن کے ساتھ آشتی ہے ضرور
ہوا تھا تو خستہ کل اے ناتوان
کہ آیا تو میداں میں پھر چاک و چست
اٹھا یہ خیال اپنے دل سے تو بس
گذارش میں کرتا ہوں میں بار بار
کہ ایوان مرا رشک بستان ہو
جو چاہے کرے خسرو ارجمند
تہمتن نے اسکو یہ پاسخ دیا
کنیزان مہ طلعت و گلعذار
نہیں چاہیے مجھ کو یہ گنج و زر
کہ بخشے مجھے تخت و افسر پدر
کہا یوں نہ کر اور کچھ گفتگو!
بطرز پسندیدہ و دلپذیر

تہمتن نے اسدم یہ مانگی دعا
پذیرا یہ کرتا نہیں زینہار
عقوبت نہ رکھ پھر نہ مجھ پر روا
رکھا مرد نے سر کو زیں پر نگوں
ولیکن نہ ہرگز گرا ے جواں
یہ دیکھا تو تسوین و بہمن وہیں
کیا چارہ چشم اسفندیار
نہ تنہا ہوا زال زر شادمان
کہ دنیا میں خونریز اسفندیار
جہاں آفریں ہر زماں یار ہو
بروز دگر پیش اسفندیار!
لکھا تھا یہی کلک تقدیر کا
سکھا پہلوانی کے سارے ہنر
رکھو اسکے تارک یہ تاج و کلاہ
روانہ ہو تو سوئے گشتاسپ شاہ
ہوئی بائے اب تیری حاصل مراد
سری ماں سے کیونکرکے ہو و صبور
کہا پھر وہیں کھینچکر سرد دم
لگے رونے تسوین و بہمن وہاں
ادہر آئے بہمن کو لے اپنے گھر
کیا باپ کو اسکے تونے ہلاک
مناسب نہ تھی تربیت اسکی یاں
جو تسوین حضور شہ نامدار
نہ رستم نہ سیمرغ نے زال زر
خجالت سے تھا بادشاہ سرفرو
لکھا نامہ رستم نے پھر شاہ کو
بہت اسکو دیتا تھا میں گنج و زر
نہیں چارہ تقدیر سے زینہار
جو کچھ حکم ہو اُسکو لاؤں بجا!

کہ کرتا ہوں میں عاجزی یا خدا
کیا چاہتا ہے مجھے سخت خوار
نہ کر مجھ پہ ثابت گناہ و خطا!
رواں ہی آنکھوں سے تھی خونِ نے
ہوا میں نہ زنہار نالہ کناں!
ہوئے سخت غمناک اندوہ گیں
ہوا کچھ نہیں فائدہ زینہار!
ہوئے حزم و شادمردم تمام
نہ زندہ رہے دیر تک زینہار
شب و روز تیرا مددگار ہو
گیا زال اور رستم نامدار!
مٹے کیونکر لوح جبیں کا لکھا
بنا رستم دولت اُسسے سبسبر
کروں شاہ اسے بعد گشتاسپ شاہ
یہ کہہ جائیے اے خسرو دین پناہ
تو کر سلطنت شوق سے شادشاد
کرے دل سے اپنے غم و رنج دور
کہ گشتاسپ سے مجھکو پہنچا ستم
ہوئے رستم و زال گرم فغان
دل نامور رستم و زال و زر
دل اسکا نہ ہو ویگا کینہ سے پاک
کہ بدخواہ اپنا ہے یہ بیگماں
گیا لیکے تابوت اسفندیار
کشتہ ہے تو پور کا ای پدر
کہ نفرین تھی ہر سمت سے شہ کو
کہ ہوں بیخطا اے شہ نامجو
یہ کہتا تھا ہر دم کہ اے نامور
ہوا وہ ہونا تھا انجام کار
کہ ہوں بندۂ شاہ کشورکشا!

زر و گوہر و تاج و گنج و کینز
تو یاور ہو میرا کہ ہوں بیدرنگ
یہ کہکر کیا تیز گرز کو رواں!
پکارا تہمتن کہ ہنگام جنگ
تو اک تیر کھا کر ہوا دردمند
کیا اپنی آنکھوں کو غمسے پرآب
تہمتن کیا پھر حضور پدر!
ولے زال بولا کہ اے نامور
تری جان کا ہے خطر اب مجھے
وہ بولا کہ میری نہیں ہے خطا
ہوئے دونوں جا کر وہاں عذرخواہ
مرا پور ہے بہمن نوجوان
تہمتن نے وہیں پذیرا کیا
یہ تسوین سے بولا پھر اسفندیار
مجھے تونے بھیجا پئے قتل یاں
ولیکن بروز جزا بیگماں
نہیں فائدہ گریہ سے زینہار
کیا طائر جان نے پرواز پھر
ادہر لیکے تابوت اسفندیار
زوارہ یہ بولا کہ اے نامدار
برادر بھی اُسکے ہوئے قتل مرد
زوارہ کو رستم نے پاسخ دیا
ہوا شاہ گشتاسپ نالہ کناں
روا رکھے جان پسر پر ستم
پشیمان ہوا شاہ عالی تبار
حضور پدر شاہ عالی تبار
چلوں پیش سلطان کشورکشا!
کیا تربیت پور کو اُسکے اب
جو نامہ پڑھا شاہ نے سربسر

خوشی سے میں دیتا ہوں ہر ایک چیز
مخالف کی آنکھیں نشان خدنگ
سوئے چشم اسفندیار جوان
صد و شصت کھائے تھے میں نے خدنگ
رکھا زیں پہ سر تونے ای ارجمند
اُسے لیگئے سوئے خیمہ شتاب
یہ دی زال زر کو نوید ظفر
یہ اختر شناسوں نے دی ہی خبر
رکھے رنج سے دور ایزد تجھے
کیا جو کچھ اس کینہ جو نے کیا!
وہ بولا نہیں کچھ تمہارا گناہ
اُسے اب تو رستم پہلوان
زروئے نشاط و مسرت کہا
کہ گور و کفن کا ہوں اب خواستگار
ہوئی تیری دولت سی برباد جان
کرے داوری داور داوران
قضا پر نہیں کسی کا اختیار
ہوا نالہ گریہ آغاز پھر
وہ تسوین گیا سوئے ایران دیار
یہ بہمن ہے فرزند اسفندیار
عجب کیا جو وہ تجھسے ہو ہمسر
کہ لاویں وصیت نہ کیونکر بجا
لگیں کہنے رو رو کے یوں خواہران
عبث ہے یہ پھر تجھکو اندوہ غم
کیا نعش کو دفن انجام کار
کیا میں نے چوں بندگان انکسار
نہ ہرگز جواں نے پذیرہ کیا
ہنر اور آداب سکھلائے سب
تو تسوین سے کہنے لگا تاجور

کہ یہ ماجرا کر مفصّل بیان
وہ بولا کہ اے بادشاہ جہان
تہمتن ہے اس امر میں بیخطا!
درست و بجا ہے جو اُسنے کہا

اسے پند کی میں نے بھیجی چندبار
اثر کچھ نہ ہرگز ہوا زینہار
نہ آیا وہ ہرگز جہالت سے باز
لگا کہنے پھر شاہ گردن فراز

اجل نے اسے سخت جاہل کیا
یہ کہہ کر تہمتن کو نامہ لکھا!
کہ رکھ جمع خاطر تو اے نامدار
نہیں تیری تقصیر کچھ زینہار

یہاں آئیو جب کروں میں طلب
روان کر تو بہمن کو بافعل اب
تہمتن نے بہمن کو باصد وقار
روانہ کیا سوئے ایران دیار

ہو دیکھکر شاد فرماں روا
ولیعہد بہمن کو شہ نے کہا
یہ قصہ تو اب کر چکا میں بیان
شغاد لعیں کی لکھوں داستان

پیدا ہونا شغاد لڑکے زال کا بطن کنیزک سے اور مارا جانا رستم کا ہاتھ اُسکے سے و خرابی گھر کی

لکھے ہے یہ فردوسی بےنظیر!
کہ آزاد سرو ایک تھا مرد پیر
یہ کہتا تھا وہ پیر مرد سترگ
کہ سام و نریمان تھے میرے بزرگ

اُسے قصہ خسرواں یاد تھا!
کہا اُسنے مجھ سے یہی ماجرا
پھر اس قصہ کو نظم میں نے کیا
غرض اس طرح سے یہ ہے ماجرا

کہ زال اس کنیزک پہ مائل ہوا
اور اک اس سے فرزند حاصل ہوا
رکھا نام اسکا شغاد!
نجومی یہ بولا کہ اے خوش نہاد

یہ طفل نگوں بخت جب ہو جوان
کرے خانماں سب تبہ بیگمان
مناجات کی زال زر نے وہیں
کہ کر یادگار جہان آفریں!

بدی اسکی طینت سے ہو دورتر
بسوئے نکوئی تو ہو راہبر
ہوا جب کہ القصہ وہ نوجوان
کیا زال نے سوئے کابل روان

وہاں کا جو تھا شاہ نکوسیر
قرابت وہ رکھتا تھا با زال زر
ہوا جبکہ کابل میں داخل شغاد
تو اس شاہ نے تب بحسب مراد

اسے ایکدی دختر دلستان
کیا کتخدا اس کو با عز و شان
حضور یل رستم کینہ خواہ
سدا باج بھیجے تھا کابل کا شاہ

سپہدار کابل سے بولا شغاد
کہ اے بادشاہ خجستہ نہاد
ہوا میں تہمتن سے ناشاد اب
نہ آئی اسے شرم ہے یہ غضب

قرابت پہ میری نہ کچھ کی نظر
لحاظ اُسنے بس کم کیا سربسر
یہ جی میں ہے رستم سے لوں کینہ خواہ
کروں قتل اسکو بحال تباہ

یہ بولا کہ مجھ کو ذرا اب بتا
کہ ہے قتل کی اُسکے تدبیر کیا
کہا اُسنے یوں اے شہ نیک وز
دل آزردہ ہوں تجھسے میں ایکرون

کروں جاکے رستم سے تیرا گلا
غضبناک ہو کر یہاں آئیگا!
تو یہاں ایک تیار کر صیدگاہ
اور اس راہ میں کندہ کر چند چاہ

وہاں رکھکے تیغ و سنان و تبر
سر چاہ رخش پوش کر سربسر
نگوں بخت نے جسطرح سے کہا
سپہدار نے اس طرح سے کیا

غرض شاہ کابل سے وہ شوربخت
لگا کرنے اکروز گفتار سخت
کہ میں ہوں سپہدار عالی گہر!
تری ذات مجھے نہیں خوب تر

سپہدار کابل ہوا تند و گرم
وہ بولا کہ آتی نہیں تجھ کو شرم
تجھے یاد کرتا نہیں زال زر
نہیں پوچھتا گاہ تیری خبر

کہے ہے یہی رستم شیرزاد
کہ میرا برادر نہیں ہے شغاد
نہیں نسل سے سام یل کی ہی تو
نہیں کچھ تری زینہار آبرو

برادر جو تیرے ہیں دارا حشم
تجھے چاکروں سے سمجھتے ہیں کم
ہوا سنکے دلگیر و پرغم شغاد
حضور تہمتن گیا بدنہاد

کہا یوں کہ نالائق و ناسزا
سپہدار کابل نے مجھکو کہا
دیا اُسنے بوسہ سر و چشم پر
کہا اس نے اندیشہ کو دور کر

چلوں شہر کابل میں لیکر سپاہ
کروں قتل اسکو بحال تباہ
کروں تجھ کو کابل کا پھر شہریار
یہ کہکر وہیں رستم نامدار

سوئے شہر کابل شتاباں ہوا
سپہدار کابل ہراساں ہوا
ہوا آکے حاضر زروئے نیاز
پیادہ حضور یل سرفراز

برہنہ سر و پا ہو گریہ کنان
یہ بولا کہ اے نامداران جہان
ہوئی مجھ سے مستی میں صادر خطا
تو کر لطف از راہ لطف و عطا

سر رستم آیا یل نامدار
کیا شاہ کابل کا افزوں وقار
اُسے شاہ کابل نے مہمان کیا
بجا بندگی لاکے شادان کیا

شغاد نگوں بخت نے بعد ازان
کہا یونکہ ہیں چاہ کندہ جہان
وہاں لیچلو رستم گرد کو!
غرض ایکدن وہ شہ کینہ جو

لگا کرنے تعریف نخچیر گاہ!
زوارہ کو ساتھ اپنے لیکر گیا
سوئے جب گیا رستم نامور
نئی خاک کی واں جو کچھ پائی بو
ہوا گرم پھر رخش ہول عیزبت
دوبارہ جو آیا کہ پھر پا دبا!
وے رخش نے جست کی وانسے بھی
ہوا پارہ پارہ سراپا بدن
ہوئے دشمن جان نر روئے جفا
تیرے کام کی خاطر آیا یہاں
وہ بولا کہ تیری سزا ہے یہی!
تہمتن یہ بولا کہ اے حیلہ گر
کہ کاؤس و کیخسرو و کیقباد
جو پوچھو تو ہیں یاں بہت دن رہا
شغاد نگوں بخت سے پھر کہا
تو بہر خدا اے خدنگ و کمان
پس نخل گرچہ چھپا بد نہاد
تہمتن سے پھر جان رخصت ہوئی
ولیکن سوار ایک باقی رہا
لگی رونے رستم کی ماں زار زار
فرامرز نے سخت ماتم کیا
فرامرز جنگی ہوا پھر روان
فرامرز کو جب ہوئی آگہی!
بیاں کیجے کیا صورت کشتگان
زوارہ کے اور رستم گرد کے
ہوا گرم پیکار کابل کا شاہ
فرامرز نے اسکو از روئے کین

کہا پھر کہ اے گرد باعز و جاہ!
شغاد سپہدار بھی ساتھ تھا
کہ خس پوش تھے چاہ کندہ جدا
ہوا شبہ رخش صبا گام کو
ولیکن گرا چاہ میں کر کے جست
تو پھر دوسرے چاہ میں گر پڑا
نہ آیا نظر پھر بھی ہوئے بھی
ہوا سخت درماندہ وہ پیلتن
دغا سے یہاں قتل مجھ کو کیا
کہ ہووے فزوں تیری توقیر شاہ
بہت تونے خونریزی خلق کی
ٹپک تو شدارو کو تو اپنے سر
گئے بادشاہاں فرخ نہاد
بس اب یاں سے جاتا ہوں ملک بقا
ہوا وہ کہ چاہتی تھی جو کچھ قضا
کہ ایمن رہو نہیں درندوں سے یاں
ہوا سفتہ لیکن درخت و شغاد
توقف کی اک دم نہ فرصت ہوئی
سوئے سیستان وہ شتابان گیا
یہ بولی کہ دنیا سے انجام کار
غرض زال نے ایسے پھر یوں کہا
سوئے شہر کابل بفوج گران
کہ ہے شاہ سے شہر کابل تہی
نہ تھا نام کو گوشت جز استخوان
وہ لیکر گیا استخواں گوشت سے
ہوئی فوج کابل سراسر تباہ
کیا ہاتھ سے قتل اپنے وہیں

کہ مشغول صید افگنی چل کے ہو
ہوئے حیلہ سازی سے لیکر رواں
غرض چاہ کے پاس جس دم گیا
ہوا رستم پہلوان شرمگین
ہوا خستہ درویش رخش سوار
وہاں بھی لگے زخم تیغ و تبر
کنوئیں ساتھ اسلحہ سی تھے وہاں
یہ سمجھا تہمتن کہ بے اشتباہ
لگا کہنے منہ کر کے سوئے شغاد
مرے ساتھ کیوں تونے کی یہ دغا
سپہدار کابل نے پھر یوں کہا!
سدا کون قائم ہے زیر فلک
دلیران و گردنکش و نام جو
فرامرز جنگی علاوہ جوان ہو
وے تاب جنبش نہیں اب مجھے
دیا اٹھنے ہنسکر کمان و خدنگ
گیا وہیں رستم نے شکر خدا
زوارہ بھی اور سارے ہمراہیاں
کہا اٹھنے یہ ماجرا سر بسر
ہزار و صد و سیزدہ سالہ مرد
کہ چلو سوئے کابل تو سے کر سپاہ
ہلے شاہ کابل ہراساں ہوا
گیا لاجرم جانب صید گاہ!
دو دو آم کھاتے تھے ہر صبح و شام
گئے دفن زال میں جا کر وہیں!
گرفتار پھر شاہ کابل ہوا
سوئے شاہ گشتاسپ آیا ہے پھر

یہ سنکر وہیں رستم نامجو!
سوئے راست دونوں شغاد شتاب
تو پھر رخش نے واں توقف کیا
جڑا رخش پر تازیانہ وہیں
کہ تھے چاہ میں خنجر آبدار
ہوا چاک وخستہ بدن سر بسر
گیا گر وہ آخر ہوا ناتوان!
ستمگر شغاد اور کابل کا شاہ
کہ تھا بھائی تیرا یہی بد نہاد
مجھے کس لئے ہائے ضائع کیا
کہ اب تو شدارو تجھے دل بلا
جہاں میں رہو نہیں بھلا کب تلک
گئے اس جہاں سے مرے رو برو
مرا کینہ لے تجھسے آکر یہاں
درندوں نے چھوڑا بھلا کب مجھے
وہیں اسنے مارا اسے بیدرنگ
کہ بدخواہ سے اپنا کینہ لیا
ہوئے چاہ میں کشتہ خورد و کلاں
یہ سنکر ہوا زال زار نوحہ گر!
گیا اور باقی رہا رنج و درد
سپہدار کابل سے ہو کینہ خواہ
سوئے کوہ وہیں گریزاں ہوا
جہاں پہلوانان ہوئے تھی پناہ
بیاباں میں گوشت انکا تمام
پھر آیا وہ کابل میں از روئے کین!
مظفر سپہدار زابل ہوا!
خبر شاہ ایران کی لاتا ہوں پھر

فوت ہوجانا بادشاہ گشتاسپ کا و بہمن لڑکے اسفندیار کا اور تخت پر بیٹھنا اور ہمراہ لشکر

کے جانا طرف سیستان اور بعد جنگ بھاری کے فرامرز کو قتل کرنا



کہا شاہ گشتاسپ نے ایکروز	کہ یہ نامور بہمن نیک روز	کلاہ شہی کے سزاوار ہے	سوا اسکے شاہی کا حقدار ہے
ہوا اسکا کشتہ پدر بے گناہ	اسے چاہیئے تخت تاج و کلاہ	یہ کہہ کر بٹھایا اُسے تخت پر	رکھا سر پہ بہمن کے دیہیم و زر
کیا پھر پشوتن کو اُس کا وزیر	کہ تھا دانش و فہم میں بےنظیر	ہوا پھر رواں سوئے ملک عدم	شہنشاہ گشتاسپ کیواں علم
جہاں میں وہ شاہ ہمایوں خصال	رہا حکمراں یکصد و بست سال	جہاندار بہمن شہ نامور	ہوا تخت شاہی پہ جب جلوہ گر
لگا کرنے داد و دہش صبح و شام	ہوئے خرم و شاداں خاص و عام	ارادہ کیا پھر زروئے غضب	کہ زال و فرامرز سے چلکے اب
لیا چاہیئے کین اسفندیار	سواران غرض لیکے یکصد ہزار	ہوا عازم سیستاں بادشاہ	جو نزدیک دریا کے پہنچی سپاہ
یہ پیغام بھیجا سوئے زال زر	کہ آیا ہوں میں بہر کین پدر	بیاباں میں اب لیکے تیغ سناں	کروں بحر خون از سر کیں رواں

فرستادہ نے جاکے جب پیش زال
کہا یہ تو سنکر ہوا پر ملال
کہا زال نے پھر عبث ہے یہ کین
کہ رستم کی تقصیر مطلق نہیں
ہوا اب جو رونق فزا تاجور
کروں پیشکش اسکے گنج و گہر
مرا قتل منظور ہے اب اگر
تو حاضر ہوں پھیروں نہ زنہار سر
یہ کہکر بہت مال اسکو دیا
فرستادہ پھر ہوکے رخصت کیا
ہوا پیش بہمن ثنا خوان زال
مفصل کیا شہ نے عرض حال!
کہ جز ملاعت خسرو نامدار
نہیں کچھ ارادہ اسے زنہار
ہوئی آتش قہر شاہی فرو
کہ سرکش نہ پایا ذرا زال کو!
ہو جانب شہر بہمن رواں
وہیں پیشوا زال آیا دواں
گیا زال کے گھر شہ نامدار
زر و گنج واں سے لیا بے شمار
یہ پوچھا فرامرز ہے اب کہاں
وہ بولا کہ اے بادشاہ جہان
گیا ہے فرامرز بہر شکار
ہوا پر غضب سنکے یہ شہریار
کہا پھر وہیں زال زر کو اسیر
لگا عاجزی کرنے وہ مرد پیر
کہ اے شاہ میری ہے تقصیر کیا
اگر ہے تو رستم کی کچھ ہے خطا
نہیں زندہ اب رستم نامدار
کہ جس سے تو ہے کین اسفندیار
برائے خدا مجھ پہ اب رحم کر
مری عاجزی پہ ذرا کر نظر
کہ میں آج ہوں کمترین بندگان
پیادہ ہوا تیرے آگے دواں
روا رکھ نہ بیداد انصاف کر
کہ رستم نے تجھکو سکھائے ہنر
ہوا بہمن اسبات سے خشمگین
رکھا زال کو بند از روئے کین
یہ سنکر فرامرز جنگی سوار!
سپہ لیکے آیا پئے کارزار
تو خاران و ایران و زابلستان
ہوئے از سر کین ستیزہ کنان
رہا تین دن گرم بازار جنگ
بشمشیر گرز و سنان و خدنگ!
بروز چہارم چلی باد سخت
ہوئے تیرہ گردان زابل کے بخت
ہوئی چشم تیرہ پڑی منہ پہ خاک
ہوئے پہلوانان جنگی ہلاک!
دلیران ایران تھے فیروز شاد
کہ اُنکے پس پشت تھی تند باد
ہوئے حملہ آور جو ایرانیاں
گریزاں ہوئی فوج زابلستان
ولیکن فرامرز جنگ آزما
دلیرانہ میدان میں قایم رہا
ہوا تیر جنگی نہ رو بہ مزاج
یہ سمجھا کہ بس روز آخر ہے آج!
اٹھایا نہ گام در سوئے خیل گاہ
کہ تا شاہ بہمن سے ہو کینہ خواہ
ولے پہلواں کے نہ تھی بخت یار
دلیری نہ کام آئی کچھ زینہار
پیا پے ہوئے سوار دلیر!
دلیران ایران نے برسائے تیر
ہوا خستہ توسن فرامرز کا
پیادہ ہوا وہ نبرد آزما
دلیرانہ پھر کھینچکر تیغ کیں
کئے قتل گردان ایران وہیں!
فرامرز خستہ ہوا بعد ازاں
یہاں تک ہوا خون بدن سے رواں
رہا ہوش اس کو نہ کچھ زینہار
ہوا پھر گرفتار انجام کار!
سر دار کھینچا اسے پھر وہیں!
شہنشاہ بہمن نے از روئے کیں!
کیا حکم پھر یوں ز روئے غضب
کرو مردم شہر کو قتل اب
وہ تسوہیں کے دستور تھا شہ کا
شہ نامور سے یہ کہنے لگا!
نہیں مردم سیستاں کی خطا
روا رکھ نہ زنہار اُن پر جفا!
رہا زال کو بھی تو کر بند سے
کہ کینہ تھا رستم کے فرزند سے
بجا لائیے شکر پروردگار
کہ حاصل ہوئی فتح اے شہریار
یہ گفتار سنکر زرو نے عطا
رہا بند سے زال زر کو کیا!
بدستور پھر اسکو با عز و شان
کیا شاہ نے حاکم سیستان
بفتح و ظفر خسرو دین پناہ
گیا سیستان سے سوئے تخت گاہ
سیستاں میں ایکدن رات کو
کیا تھا شۂ بہمن نام جو!

فوت ہو جانا بادشاہ بہمن کا اس جہان فانی ملک جاودانی سے

پڑا تھا کہیں راہ میں اژدہا
شہنشاہ کو ناگا اُسنے ڈسا
فسوں نے نہ ہرگز کیا کچھ اثر!
نہ زنہار چارہ ہوا کارگر!
یہ سمجھا وہیں بہمن نامدار
کہ اپنا ہے اب آخر ہوا روزگار
ہما اسکی دخت خردمند تھی!
دیا اسکو اورنگ و تاج شہی
وہ تھی حسن میں رشک شمس و قمر
تصرف میں لایا تھا اسکو پدر
مگر رسم آتش پرستی میں تھی
کہ ہم خواب کرتے تھے دختر کو بھی
غرض اس پہ پیہرہ کو حمل تھا
جہاندار بہمن نے اس کو کیا
کہ جب اس سے پیدا ہو کوئی پسر
کلاہ شہی اس کے ہو زیب سر

وصیت یہ کرکے ہوئے عدم | شتاباں ہوا شاہ انجم حشم | ہمانیں بصد عز و جاہ و جلال | رہی شاہ بہمن نے کی ہفت سال

بیٹھنا اور تخت کے ہما لڑکی بادشاہ بہمن کی کا؟

ہما دخت بہمن بجائے پدر | سریر شہی پر ہوئی جلوہ گر | کیا اُس نے آغاز جود و سخا | فقیر و بخو بخیر تو انگر کیا!

سپہ کو دیا گنج و زر بے شمار | کیا خلق میں عدل لیل و نہار | ہوا العبد نہ ماہ پیدا پسر | حوالے کیا دایہ کو زود تر!

کہا یو بچہ لیجا کہیں اسکو دور | تو کر پرورش با نشاط و سرور | و لے پیش مردم یہ ظاہر کیا! | کہ ہوتے ہی پیدا پسر مرگیا

ہوا الغرض ہفت ماہ وہ جب | کیا پھر اُسے اُسنے اکدن طلب | یہ سوچی ہما اپنے دل ہی کہ گر | سے شہر میں یہ ہمایوں پسر

مبادا کہ واقف ہوں یاں مردمان | طفل میری شاہی میں ہو بیگمان | اُسے ایک صندوق میں بند کر | گئی رکھکے یاقوت لعل و گہر

کہا محرماں سے یہ ہنگام شب | بہادو اسے جاکے دریا میں اب | بجا مرد ماں لائے حکم ہما | دریا جاکے صندوق کو پھر بہا!

وہ صندوق دریا میں وقت سحر | کہیں ایک گازر کو آیا نظر | نکال اُسکو گازر میں لے گیا | کنارے پہ لاکر اُسے وا کیا!

وہ مال اور طفل فرخ نہاد | جو دیکھا تو گازر ہوا شاد شاد | خوشی سے اُسے ہوش زن لیگیا | کہا اُسکو لا شکر ایزد بجا!

ہوا فوت دیروز تیرا پسر | عوض اسکے یہ طفل رشک قمر | دیا غیب سے ہمکو ایزد نے آج | تو ہو مائل بہجت و ابتہاج

یہ دولت جو اسکی میسر ہوئی | تو پھر زوجہ مسرور و خوشتر ہوئی | رکھا طفل کا اس نے داراب نام | کیا دلمیں اندیشہ خاص و عام

کہ ہو واقف اسباب سے کوئی گر | مبادا کہ کچھ مجھسے پہنچے ضرر | تو اس شہر سے جا بے دیگر گیا | زن و کودک و مال کو لے گیا

وہ داراب خوشتر و خوش شکل تھا | دلیر و جوانمرد و زور آزما | زبوں تھے تمام اُسکے ہمسن و کلاں | نہ تھا اُسکے ہمسر کوئی نوجوان

ذرا گازری کا نہ کرتا تھا کام | گریزندہ اس کام سے تھا مدام | نہ چھوتا تھا کپڑا پہ ہاتھ سے | وہ گازر تھا دلگیر اسبات سے

کہے تھا کہ مجھکو خدا نے دیا | عجب طفل نالائق و ناسزا | کہ پیدا نہیں کرتا ہے اکدام | پھرے ہے یہ بازی کناں صبح و شام

وے تھی اُسے یہ خبر کچھ نہیں | کہ ہو ویگا یہ شاہ روئے زمیں | بٹھایا جو مکتب میں داراب کو | کہ تا سیکھکر علم شائستہ ہو

اُسے فہم و ادراک تھا اسقدر | کہ استاد حیران رہا دیکھ کر | جو کچھ علم تھا یاد استاد کو | شتابی سے سیکھا وہ فرزند خو

وہ بولا کہ ہوں مفلس و مستمند | کہا اُسنے میں لادو یراق و سمند | ہوا اسکے دلگیر وہ ذوالکرام | نہ تھا اس نے دو روز کھایا طعام

بہمن طو خوشی آن کر ایک روز | لگا کہنے گازر سے وہ نیمروز | خدا نے کیا علم ہر ایک کو طاق | وہ داراب ہے مطلوب ساز و یراق

زن گازر اسدن ہوئی بیقرار | دیا ایک یاقوت انجام کار | اُسے بیچکر ایک گھوڑا لیا | جو کچھ چاہیئے تھا مہیا کیا

مشقت لگا کرنے وہ صبح و شام | ہنر پہلوانی کے سیکھے تمام | نہ ٹھہرے تھا گھر میں ذرا نوجوان | بیاباں میں پھرتا تھا صید افگناں

زن گازر اک روز بیٹھی تھی شاد | وہاں آکے داراب فرخ نہاد | یہ بولا ماجرا کر بیان! | کیا اُسنے راز نہفتہ عیاں!

حقیقت وہ صندوق اور مال کی | سنی جب ہوئی اسکے دلکو خوشی | یہ سمجھا جوانمرد فرخ نہاد | کہ ہوں میں پسر و عالی نژاد!

در و لعل جو کچھ تھا اُسنے لیا! | تصرف میں سب مال اپنے کیا | مصمم کیا دل میں عزم سفر! | کہا حاصل ہو جمعیت کر و فر

کہیں قیصر روم از روئے کین | شتاباں ہوا سوئے ایران زمین | حضور ہمائے خجستہ نہاد | سپہدار نامی تھا اک رشنواد

ہما نے کیا حکم اسکو کہ ہاں | فراہم کرو لشکر بیکراں | یہ بھیجا پیام اُسنے پھر جا بجا | کہ مردان جنگی و جنگ آزما

ارادہ جنہیں چاکری کا ہو یاں | تو حاضر شتابی سے ہو بیگماں | ہوا اسکے داراب مسرور شاد | روانہ ہوئے پھر بسوئے رشنواد

وہاں جبکہ داراب فرخ گیا
تو کہنے لگی اپنے دل میں ہما
لکھا یوں کہ اس کو مقرر رکھو
شتاباں پئے جنگ قیصر ہوا
جو داراب کے پاس خیمہ نہ تھا
کہ اے طاق رہیو ذرا ہوشیار
سہ بار آئی آوازیاں سے یہی
کہا آکے پھر یوں کہ اے نامدار
نہ زنہار تھی مردماں کی صدا
جو داراب اٹھ کر وہاں سے گیا!
کہ دریا میں گازر کے ہاتھ آکے روز
نہ صندوق میں صرف کچھ ہی تھا
اسے خلعت و اسپ و خیمہ دیا
سپہدار نے قصہ داراب کا
کہا اپنے دل میں کہ ہے بیگمان
جو روز دگر قیصر کینہ خواہ
تو قیصر سے اجابکے ہو گرم جنگ
سر شام میدان سے وہ تاجور
بہت آفرین کی جوانمرد پر
ہوا پھر گرم ہم بازار کیں
گیا نیزہ لیکر جوان جسطرف
ہراساں ہوئے سر بسر رومیان
جدھر حملہ آور ہوئے کینہ جو
سوئے روم پھر چلیے ناچار اب
بفضل خدا فتح پاوینگے ہم
ہوئے آکے میدانیں گرم ستیز
ہزاران دلیران کئے غرق خون
کہ یاں آسکے میں پشیماں ہوا
غرض صلح کرکے وہیں پھر گیا

تو وہ لیگیا اس کو پیش ہما
کہ ہے یہ عجب شوکت و شان کا
مواجب بھی اس کا زیادہ کرو
فرود اک بیاباں میں لشکر ہوا
تو یہ زیر طاق شکستہ گیا
کہ خفتہ ہے یاں شاہ ایران یار
سنی رشنواد دلاور نے بھی!
تلے طاق کے خفیہ ہے اک سوار
یقین ہے کہ تھی غیب سی یہ ندا
تو وہ طاق ٹوٹا ہوا گر پڑا!
لگا ایک صندوق لے نیکروز
کئے لعل و یاقوت تھے بے بہا
کیا اسپہ مصروف لطف و عطا
جو پوچھا تو اسنے مفصل کہا!
پسر شاہ بہمن کا یہ نوجوان
سپہ لے کے آیا سوئے رزمگاہ
یہ سنکر گیا وہ جواں بیدرنگ
سوئے خیمہ آیا بفتح و ظفر!
ہوا جلوہ گر جب کہ روز دگر
گلستاں ہوا خون سے روئے زمین
لیسان مژہ اٹھ گئی صف کی صف
لگے کہنے باہم یہ پیر و جوان
پریشاں کیا لشکر روم کو
کہ ہرگز نہیں تاب پیکار اب
تصرف میں یہ ملک لائینگے ہم
ہوئی ایک برپا وہاں رستخیز
ہوا لشکر روم آخر زبون!
پریشاں ہوا سخت حیران ہوا
سوئے روم فرماں روائے روم کا

کہ رکھی تھی جا کر ہما دیکھ کر!
عیاں اسکے رخ سے ہے فرکیاں
ہوا جبکہ لشکر فراہم وہاں!
ہوا نازل اس روز باراں عیاں
گیا خواب میں جبکہ داراب واں
نگہبان اس کا تو رہیو یہاں
یہ مردم سے بولا کہ لاؤ خبر
کہ وہ طاق بشکستہ ہے سربسر
وہ بولا کہ لاؤ جواں کو یہاں
حقیقت لگا پوچھنے رشنواد
جو کھولا تو اسمیں سے پایا مجھے
کیا ماجرا سب مفصل بیان!
کہا پھر کہ گازر کو لاؤں یہاں!
رکھے پھر وہ یاقوت پیش نظر!
فزوں تر کیا رتبہ داراب کا!
تو بولا یہ داراب سے رشنواد
ہوا رومیوں سے نبرد آزما
دلیری یہ داراب کی رشنواد
تو لیکر سپہ گراں پھر گیا!
جوانمرد داراب ہر چار سو!
سر شام تک واں رہی کارزار
عجب نوجوان آج تھا ہم نبرد
وہ ہے بچۂ فیل یا شیر نر
لگا کہنے قیصر کہ بیدل نہ ہو
ہوا جب سحر مہر جلوہ کناں
جہانگیر داراب مرد دلیر!
کھتا رومیو نکا نہ زنہار گام
جو کچھ چاہیئے مجھسے اب لیجے
مظفر ہو داراب فرخ نہاد

پڑی جب کہ اسپر ہما کی نظر
نژاد کیانسے ہے یہ نوجوان
تو پھر رشنواد سے دلاور جوان
کیا ہر کوئی خیمہ کے درمیان
تو آئی ندا غیب سے ناگہان
کہ بہمن کا فرزند ہے یہ جوان
گئے مرد ماں بس وہیں دوڑ کر!
جسے دیکھ کر دل میں گذرے خطر
اُسے آکے تب لے گئے مردماں
لگا کہنے داراب فرخ نہاد
خوشی سے وہ گھر اپنے لایا مجھے
سپہدار سنکر ہوا مہرباں!
اُسے جا کے لے آئے پھر مردماں
سپہدار نے اس کو پہچان کر!
وہ رتبہ کہ شایان داراب کا!
کہ لیکر سپہ اے خجستہ نہاد!
بہت فوج کو قتل اُسنے کیا!
ہوا دیکھ کر دلمیں مسرور و شاد
سوئے رزمگاہ مرد جنگ آزما
طرح شیر نر کے ہوا رزم جو
گئے پھر سوئے خیمہ انجام کار
مقابل نہیں جسکے یاں کوئی مرد
کہا پھر یہ قیصر سے اے تاجور
سحر حملہ یکبارگی تم کرو!
تو پھر رومیاں اور ایرانیان
ستیزندہ میدانمیں تھا مثل شیر
یہ ناچار قیصر نے بھیجا پیام
نہ پرخاش بہر خدا کیجیے
جب آیا تو شاداں ہوا رشنواد

ہما کو لکھا قصہ داراب کا
کیا پھر طلب سے داراب کو

وہ یاقوت بھیجا حضور ہما
حضور اسکے آیا جو وہ ناجوا

ہمانے یہ سمجھا کہ ہاں بیگمان
تو وہیں ہمانے بصد ابتہاج

مرا نور دیدہ ہے یہ نوجوان
حوالے کیا تخت زرین و تاج

بیٹھنا داراب لڑکے بہمن کا اوپر تخت ایران کے

جہاں میں بصد جاہ وحشمت ہما
ہوا بعد ازاں جلوہ گر تخت پر
بہت خلق پر لطف واحسان کیا
کہا پھر یہ اُسنے بلطف وطرب
شعیب دلاور سپہدار تھا
ہوا وہیں لیکر سپاہ گراں
رہی جنگ قایم سہ روز وشب
ہوئے لشکر تازیاں شب خراب
سپہ لیکے آیا شہ فیل قوس
دلیران ایران ہوئے سخت کوش
نہ تنہا ہوئے کشتہ تیغ و تبر
پذیرا کیا اُسنے دنیا خراج
کسی نے کہا اے شہ ذوالکرام
کیا وہیں پیغام شاہ جہان

سپاہ ورعیت کو شادان کیا!
تو کر بیشہ گاذری ترک اب
سپاہ عرب کا وہ سالار تھا!
شتاباں سوئے لشکر سیستان
بروز چہارم شعیب عرب
دلیران ایران ہوئے فتحیاب
خروشاں ہوئے ہر دو سو بوقت کونی
کئے رومیو نکے پراگندہ ہوش
زن بچہ بھی انکے آئے اسیر
کہ قایم رہے ملک اور رنگ و تاج
شہ روم کی دخت ناہید نام
کہ دیجئے مجھے دختر دلستان
جہاندار گیتی ستان بعد ازاں!

طلب کرکے گاذر کو پھر زود تر!
یکایک سپاہ گراں پھر کہیں
سواران تازی تھے یکصد ہزار
ستیزندہ پھر ہر دو لشکر ہوئے
ہوا کشتہ میدانمیں وقت وغا
شہنشاہ داراب نے بعد ازان
بہم ہر دو لشکر ہوئے کینہ خواہ
شہ فیلقوس اور یکسر سپاہ
ہوا فیل قوس آ نکے قلعہ بند
دیا شاہ داراب کو بے شمار
پریچہرہ اور غیرت ماہ ہے
شہ روم نے با دل پر صفا!
ہوا روم سے سوئے ایران رواں

رہی سی ڈد کا سال فرمانروا
جہاندار داراب فرخ سیر
عنائیت کیا خلعت واسپ زر
شتاباں ہوئے سوئے ایران زمین
یہ سنکر جہاندار گردوں وقار
شہ روم تیغ وخنجر ہوئے
سب اسباب لشکر کا غارت ہوا
کیا جانب روم لشکر روان!
ہوئی بحر خون اک قلم رزمگاہ
گریزاں ہوئی بے قباد گلاہ
کہ میدانمیں تھا اسکو بیم وگزند
زر وگنج و دُرّ از رہ انکسار
سزاور ہم بزمی شاہ ہے
کیا دخت کو شاہ سے کتخدا

بادشاہ داراب کا عاجز آنا بوئے منہ سے بیٹی شاہ روم کی بھیجنی گھر اُس کے اور پیدا ہونا اسکندر کا!

ہوا شاہ جو ناہید سے ہمکنار
ہوا اُس سے ناشاد داراب شہ
غرض حاملہ تھی وہ رشک قمر!
ہوا جبکہ دختر سے پیدا پسر!
سکندر تھا مانند رستم دلیر
ہنر اس کو ازبسکہ تھا جو بیاد
کہ تھا عقل ودانش میں مشہور عام

نہ آئی جو بوئے دہن خوشگوار
ہوا پھر نہ زنہار ہمخواب شاہ
ولیکن نہ داراب کو تھی خبر
کیا اس کو قیصر نے اپنا پسر
جوانمرد زور آور آفاق گیر
وہ علم وہنر میں ہوا اوستاد
سکندر کا ہمدوش تھا صبح وشام

ہوئے چارہ گر اُسکے دانشوران
شبستاں میں اپنی نہ ہرگز گیا
شہ روم فرزند رکھتا نہ تھا
سپاس خداوند لایا بجا!
حکیموں کا وہ تربیت کردہ تھا
ارسطوی دانائے فرخ سیر
یہ قصہ یہاں کا یہا چھوڑیئے

ہوئی دور لیکن نہ بو وہاں!
سوئے فیل قوس اسکو رخصت کیا
عیاں حمل اسکا نہ ہرگز کیا!
سکندر رکھا نام اس طفل کا
کوئی علم باقی نہ اس سے رہا
تھا گویا جیسے نامور کا پسر!
سمند قلم کی عنان موڑیئے

ہر قسم کی سستی اور عمدہ خوشخط کتابیں ملنے کا پتہ:- ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور مالکان کتبخانہ دین محمد اردو

فوت ہونا داراب شاہ کا اور بیٹھنا دارا کا اوپر تخت بادشاہی کے ؛

بس اب آئیے یانسے بار دگر
سوئے شاہ داراب فرخ سیر

کیا شاہ نے جبکہ ناہید کو !
مرخص سوئے قیصر نام جو

تو اک اور چاہی زن گلعذار
ہوئی وہ جہاندار سے باردار

غرض نو مہینے گئے جب گذر
ہوا البطن سے اسکے پیدا پسر

ہوا شاد دل شاہ داراب کا
ملک زادہ کا نام دارا رکھا

دلیر و خردمند آرا ہوا
ہوئے جب دوبارہ برس کا ہوا

تو پھر شاہ داراب کشورکشا
روانہ ہوا سوئے دار البقا

رہا چاردہ سال اور چار ماہ
نگہبان عالم شہ دین پناہ

رکھا سر پہ دارا نے پھر تاج زر
سر تخت بیٹھا بجائے پدر

فزوں جاہ تھا مہر اور چار ماہ سے
بدستور داراب ہر شاہ سے

لیا خسرو نامور نے خراج
دیا اسکو ہر تاجور نے خراج

سوئے شاہ اسکندر آتا ہوں میں
اسے تخت پر اب بٹھاتا ہوں میں

بیٹھنا اسکندر کا اوپر تخت روم کے بجائے فیلقوس کے اور لشکر لیجانا طرف ایران کے واسطے لڑائی دارا کے

گیا فیلقوس اس جہاں سے گذر
سکندر نے سر پر رکھا تاج زر

فقط روم میں کچھ نہ تھا حکمران
سکندر ہوا بادشاہ جہان

ارسطوی دانشور بے نظیر
ہوا شاہ کشورستاں کار زیر

ارسطو فلاطوں کا شاگرد تھا
خردمند دانا و صاحب فکر کا

بافزونی لشکر و ملک و مال !
سکندر رہا نہیں تھا فرخندہ حال

فرستادہ دارائے ایران گیا
یہ پیغام لایا کہ باعث ہے کیا

جواب تک نہیں تو نے بھیجا خراج
مناسب ہے یہ جلد پہنچا خراج

نہ دے ہاتھ سے راہ رستم پدر
ہماری اطاعت سے مت پھیر سر

سکندر نے سنکر یہ پاسخ دیا
شہ فیلقوس اب جہاں سے گیا

جو دیتا تھا ہر سال تجھ کو خراج
وہ دے مجھ سے مت ہو تو خواہان تاج

خدا نے دیا مجھ کو جاہ و حشم
سپر چرخ پہنچاؤنگا میں علم

مرے پاس ہے لشکر بیکران
زر و زور شمشیر گیتی ستان !

مجھے عزم یہ ہے کہ ای نامجو
مسخر کروں ہفت اقلیم کو

یہ لازم ہے تجھکو تو بھیجے خراج
ہے ورنہ ویرانہ اورنگ تاج

خبردار تجھ کو ہوں کرتا خبر !
سپاہ لیکے آیا بصد کر و فر !

ہوا ایلچی لیکے نامہ روان !
سکندر ادھر سے سپاہ گران

چلا لیکے اقصائے ایرانکی سمت
چلے شیر جیسے نیستاں کی سمت

یہ دارا کو جسوقت پہنچی خبر
وہ چاہا بھی فوج کو جمع کر !

سکندر جہاندار گیتی ستان
پہنکر لباس فرستادگان

گیا پیش دارائے فرخ تبار
کہا جا کے دارا سے اے شہریار

سکندر نے بھیجا یہ تجھکو پیام
کہ مجھکو نہیں ملک سے تیرے کام

ارادہ ہے یہ سیر دنیا کروں
مہ و مہر ساں گرد عالم پھروں

تو آیا ہے کیوں کرکے سامان رزم
نہیں ہوں نہیں کچھ تجھسے خواہان رزم

فرا ملک سے دیدے تو مجھ کو راہ
کہ گذروں شتابی سے لیکر سپاہ

اگر خواہ ناخواہ ہے عزم جنگ
تو یاں بھی ہے موجود تیغ و خدنگ

جو شوخی سے پیغام اسنے کہا
تو حیرت میں دارائے ایران گیا !

لگا کہنے دارائے فرخ نہاد
ترا نام کیا اور کیا ہے نژاد

یہ چہرہ یہ قامت یہ شوکت یہ شان
جہاں میں رکھے کون ہے جز کیان

مگر ہے تو اسکندر نامور
کہ آیا ہے یاں بنکے پیغامبر

وہ بولا کہ میرا وہاں کیا شمار
بہت مجھسے ہیں چاکر شہریار

سکندر نہیں بے خرد اسقدر
کہ اسطرح آوے مخالف کے گھر

طلب شہ نے پھر جام و مینا کیا
فرستادہ کو بھر کے ساغر دیا

پیا اسنے صہبائے گلفام کو
ولے پاس اپنے رکھا جام کو

یہ دارا نے پوچھا کہ باعث ہے کیا
تہی کر کے ساغر جو تو نے رکھا

وہ بولا کہ اے خسرو نیکنام
یہ ہے ملک میں اپنے آئین مدام

کہ پھیر بار بس اسکو کرتے نہیں !
فرستادہ کو دیکے پھر سام گین

لگا کہنے ہنسکر شہ نامجو
کہ اب جام تم لا کے اب اور دو

غرض اُنے اٹھانے لئے جام چار
ہر جام زر تھا جواہر نگار !

رکھا لاکے خواں جب ہوئے وقت شام
لُٹے وہیں اسکندر نامدار
عقب اسکے دارا نے بھیجے سوار
سکندر نے چار وہ جام طلا
کیا ہیں نے معلوم جاکر یہ واں
کہ میرا جہان آفرین یار ہے

سکندر بھی کھانے لگا واں طعام
یہ سمجھا کہ راز اب ہوا آشکار
دلیران پرخاش جو یک ہزار
ندیموں کو دکھلائے اور یوں کہا
کہ دارا کے ہے پاس فوج گراں
شب و روز میرا مددگار ہے

کسی نے سکندر کو پہچان کر
شتابی سے اٹھکر ہوا بس رواں
شب تیرہ تھی راہ گم کر گئے!
کہ حق میں ہے میرے مبارک فال
وے ساتھ میرے نہیں تاب جنگ
غرض جنگ و پیکار پائی قرار

حکایا طرف گوش دارا کی سر
طرف اپنے لشکر کے آیا رواں!
وہ ناکام ناچار یکسر گئے
یقین ہے کہ دارا سے لوں ملک مال
میسر مجھے فتح ہو بیدرنگ
نہ ٹھہری بہم آشتی زینہار!

جنگ کرنا دارا کا ساتھ سکندر کے تیسری بار اور شکست کھانی تیون ہار اور فتح پانی اسکندر کی

ہوا پھر درخشاں جو روز دگر!
خروشاں ہوئی نائے ترکی وہاں
ہوئے سینے وقف خدنگ و کماں
ہوا آٹھویں روز دارا تباہ
گئے رومیاں بھی تعاقب کناں
دگر بار کرکے فراہم سپاہ
ولیکن نہ اقبال یاور ہوا

دو لشکر مقابل ہوئے آن کر
گیا بوق کا آسمان پہ فغاں
ہوئے غرق خوں مرد جنگ آوراں
پریشاں ہوئی اسکی یکسر سپاہ
ہزاروں ہوئے کشتہ ایرانیاں
سکندر سے دارا ہوا کینہ خواہ
تباہ و پراگندہ لشکر ہوا

ادہر تو سکندر صف آرا ہوا
ہوئے رزم جو کینہ خواہاں بہم
رہا سات دن گرم بازار کیں!
گریزاں وہ دارائے فرخ صفات
میسر جو یہ فتح و نصرت ہوئی
سپہ لیکے آیا سوم بار پھر!
ہوا آکے ہر بار دارا خراب

ادہر گرم پیکار دارا ہوا
کئے تیغ برندہ نے سر قلم
اٹھی موج خوں تا بہ چرخ برین
کیا طالب رود بار فرات
تو حاصل سکندر کو فرحت ہوئی
ہوا آن کے گرم پیکار پھر
سکندر تو اتر ہوا فتحیاب

جاری کرنا سکندر کا سکہ اپنا اندر ایران کے اور پہنچنا دارا کا چوتھی دفعہ واسطے جنگ کے اور پھر شکست کھانی اُس نے

ہوا جب مظفر بفضل خدا
کیا شہ نے ایرانیوں کو تمام
سکندر یہ کہتا تھا ہر ایک سے
نہیں غیر ہیں وارث تخت ہوں
تمہیں لطف و شفقت سے شادماں رکھو
جو دارائے ایران نے دیکھا وہاں
اور اب یوں ہوگئے ہائے یکسر دلیر
فریب اسکے مت کھائیو زینہار
وہ مردم موافق جو دارا کے بھی
جہاندار دارا پھر آیا ادہر!
ہوئی تیغ رانی وہاں اسقدر
سواران ایران نے وقت دغا

رشد رجہاندار کشور کشا!
بصد گونہ لطف و کرم شادکام
کہ بیگانہ تم مت سمجھنا مجھے
جوانمرد ہوں اور احسان رکھوں
لگے جانے ہر روز ایرانیاں!
لگے جانے ہر روز ایرانیاں!
نہیں گردش چرخ سے کچھ گریز
وگرنہ کریگا تمہیں سخت خوار
یہ دارا سے اسوقت کہنے لگا
پئے جنگ اسکندر نامور
کہ صحرا ہوا بحر خوں سربسر
دلیرانہ جہد فراواں کیا

ہوا مالک تخت و تاج کیاں!
نہ کرتا تھا دارا یہ لطف و عطا
تمہارا ہوں شہزادہ آمرزیاں
رہو شاد تم جمع خاطر رکھو
یہ سنکر حضور جہانگیر شاہ
یہ بولا کہ اے مرد بان بشیر
تہی مکر سے یہ نہیں گفتگو!
زن و بچہ ہونگے گرفتار بند
کہ ہم رومیوں سے ہوں پرہیز خواہ
سکندر بھی آیا بہ فوج گراں
بشمشیر و خنجر سرو کار تھا
ولیکن تھے دارا کے برگشتہ بخت

کیا سکہ ایران میں اپنا رواں
سکندر نے ساتھ اسکے جو جو کیا
کہ ہوں پشت دارا سے بیگمان
اطاعت مری جان و دل سے کرو
ہوئے آکے حاضر سران سپاہ
رہوں تم سے تھے رومیاں سربسر
جو کرتا ہے اسکندر کینہ جو!
بہت تمکو پہنچیگا اس سے گزند
کریں جہد ایشاہ گیتی پناہ!
ہوئے گرم پیکار جنگ آوراں!
قیامت کا وال گرم بازار تھا
ہوا وہ پراگندہ و خوار بخت

نصیب اُسکے پھر بھی ہزیمت ہوئی
سکندر جو دنبال اسکے گیا!
جو آتا تھا پیش شہ دادرس!
تو دوں ملک ایران سراسر تجھے
بزرگان و گردان ایران دیار
وہ بولا نہیں لائق سروری
لکھا فور ہندی کو یوں بعد ازان

قریں فوج ایراں کی شامت ہوئی
تو واں بھی نہ زنہار دارا رہا!
زن و بچے ملتے تھے پھر اسکو بس
مبارک ترا تخت و افسر تجھے
یہ دارا سے بولے کرلے شہریار
کروں جو سکندر کی فرمانبری
کہ ہوں میں ستم دیدۂ آسمان

گریزندہ ہوکر بحال خراب!
زن و بچہ و طفل ایرانیان
سکندر نے پڑھکر یہ پاسخ دیا
یہاں سے میں جاؤں قریں ظفر
سکندر سے جاکر ملاقات کر
غم جاں نہیں مجھکو زنہار ہے
کوئی یار میرا جہاں میں نہیں!

گیا سوئے اسطرح دارا شتاب
ہوئے قید سرپنجۂ رومیاں
کہ گر تو مرے پاس آوے شہا!
کروں ملک گیری بسوئے دگر
کہ پھر ملک قائم رہے سرسبز
ولے طاعت رومیاں عام ہے
تو پھر خدا ہو ممد و معین

مارا جانا دارا کا ہاتھ وزیران سے اور نکاح لڑکی دارا کی ساتھ سکندر کے

یہ دارا کو اُسنے لکھا پھر شتاب
کہ ہے بند ہر چار سو رہ گذر
کہ نام ایک ماہک کا تھا ماہ یار
کوئی دن کہ ہوگا گرفتار بند
کہ ہو شاہ اسکندر نامدار
کہیں راہ میں رات کو ایکبار
یہ ہنگام فرصت جو آیا نظر
لگے زخم کاری تو پھر تاجور
گیا پھر شہنشاہ عالیجناب
سکندر نے گھوڑے سے وہیں اُتر
سکندر کو دیکھا جو بالیں پر!
کہ دیکھوں تجھے اسطرح سرنگوں
کروں چارہ سازی ترے زخم کی
شنا میں نے مانے کہ یعنے بہم
کشندہ کو تیرے کروں میں ہلاک
سکندر سے دارا یہ کہنے لگا
خدا نے کیا تجھکو شاہجہان
بآرام جاتا ہوں سوئے عدم
سکندر یہ بولا زروئے صفا!
مری دختر اک روشنگ نام ہے

تو پہنچا یہاں آپ کو اب شتاب
سواران جنگ آزما بھیجکر!
اور اس دوسرے کا تھا جالوسیار
کہ اب پھر گیا اس سے چرخ بلند
فرزونتر ہمارا ہو عز و وقار
جدا اپنے لشکر سے تھا شہریار
تو پھر ایک نے شاہ کے سینے پر
گرا پشت زین سے وہیں خاک پر
سوئے مقتل شاہ دارا شتاب
رکھا اپنے زانو پہ دارا کا سر
تو سینے سے کی آہ دارا نے سر
تن خستہ سرتاپا غرق خون
جو حاصل شفا ہو تو باصد خوشی
پسر اک پدر کے ہیں ہم اور تم
ملاؤں ہر ایک کو تہ خون و خاک
کہ زاری و گریہ سے کیا فائدہ
تو کر بادشاہی بصد فر و شان
تو رہ اس جہاں میں بجاہ و حشم
کہ لاؤں ترا حکم یکسر بجا
پری چہرہ مہوش گل اندام ہے

جو پہنچی خبر پیش شاہ جہان ہے
سپہدار دارا کے تھے دو وزیر
لگے کہنے باہم کہ اقبال شاہ
یہی مصلحت ہے کہ بس بے دریغ
سکھا الغرض ظالموں نے روا
نہ تھا پاس دارا کے کوئی سوار
رواں تیز خنجر کیا بیدریغ
خبر کی سکندر کو یہ بعد ازاں!
ہنوز اسکے قالب میں باقی تھی جان
کئے چشم سے اپنی آنسو رواں
سکندر یہ بولا کہ اے تاجدار
یہاں سے میں لیجاؤں اب اپنے گھر
بٹھا تجھکو ایران کے پھر تخت پر
مجھے اسلئے درد و غم ہے بڑا
یہ کہکر لگا رونے پھر زار زار
گذر اب گیا چارہ سازی کا کام
شہا تیری گفتار شیریں ہے اب
وصیت کروں میں تجھے کچھ اگر!
لگا کہنے دارا کہ اے بادشاہ
اُسے عقد میں اپنے لانا ضرور!

کہ دارا کو ہے عزم ہندوستان
ستم پرور و بدنہاد و شریر
گیا اور لشکر ہوا سب سپاہ
شہنشاہ کو کیجے زیر تیغ!
خداوند نعمت پہ جور و جفا!
فقط تھے وہی دو لعین نابکار
رہا دوسرے نے کیا زخم تیغ!
کہ دارا کو ہمنے کیا قتل یاں!
کہ پہنچا جہاندار گیتی پناہ
ہوا اور روئے اسکے نالہ کناں
نہ تھی یہ تمنا مجھے زینہار!
تجھے مہد زریں میں کر جلوہ گر
شتاباں یہاں سے ہوں سوئے گر
کہ ہے تو حقیقی برادر مرا!
ہوا درد و غم سے بہت بیقرار
مرا کام یعنی ہوا بس تمام!
غم و درد دل سے ہوا دور اب
پذیرندہ ہو لے تو لے تاجور
مرا ننگ و ناموس رکھنا نگاہ
اگر بطن سے اُسکے پیدا ہو پور



تو اسفندیار اسکا رکھیو تو نام
کہ قائم رہے دین لہراسپ شاہ
رکھوا اپنے دہن پر سکندر کا ہاتھ
ہوئی ختم دارا کی جسوقت بند
پیادہ ہوا ہمیش تابوت شاہ
بزرگان ایران ثناخوان ہوئے
سوئے ما در روشنگ بعد ازان
روان اسنے اس ماہوش کو کیا
جہاندار بر طبق آئین و دین

مری روح کو کیجیو شاد کام!
رہ و رسم آئین گشتاسپ شاہ
لگا کہنے دارائے فرخ صفات
لگا رونے اسکندر ارجمند
کیا لا کے مدفون سوئے دفن گاہ
دل جاں سے محکوم سلطان ہوئے
کیا نامہ برزو کے نامہ روان!
حضور جہاندار کشور کشا!
ہوا کتخدا ساتھ اسکے وہیں

نہ برہم کوئی رسم ہو زینہار
سکندر سے دارا نے جو کچھ کہا!
کہ رخصت ہوئی مجھسے جان حزین
کیا چاک جامہ ہوا نوحہ گر
سردار کھینچا پھر از روئے کین
سکندر نے سرہوں احسان کیا
لکھا روشنگ کو یہاں بھیجدو
پرستار ساتھ اسکے تھیں گلعذار
رہا شہر ایران میں یکچند شاہ

یہ ملحوظ رکھنا تو بیل و نہار
سکندر نے یکسر پذیرا کیا!
نگہدار تیرا ہو جان آفرین
اسے مہد زرین میں پھر ڈال کر
کشند نکو دار کے شہ نے وہیں
بلطف و کرم سکو شادان کیا!
کہ جو شمع روشن کرے بر نکو!
زر و گوہر و لعل تھے بیشمار
سوئے ہند پھر اسنے کھینچی سپاہ

جانا اسکندر کا طرف ہندوستان کے اور حاضر ہونا کید ہندی کا

شہ ہند تھا کید اک نامور
کہا مرو ہاں نے کہ درویش یک
حضور اسکے پھر کید ہندی شتاب

اسے خواب پر ہول آیا نظر!
خردمند و صاحب دل و مرد نیک
گیا اور کہا اپنا یکدست خواب

حکیموں سے پوچھی جو تعبیر خواب
بیابان میں ہے تا ہی مہران نام
کہا یوں کہ اے پیر فرخ سیر

کسی سے نہ کچھ راست آیا جواب
کہے گا وہ تعبیر شاہا تمام!
شب اول آیا یہ مجھ کو نظر!

کہ ایوان بلند اور در ہے کلاں
دوم شب یہ دیکھا کہ ہے جلوہ گر
اسے کھینچتے ہیں بہم مرد چار
تو پھر ایک ماہی ہوئی جلوہ گر!
شب پنجم اک شہر آیا نظر!
ششم روز سویا جو ہنگام شب
سو آزردہ جانسے ہیں لیل و نہار
شب ہفتم اے پیر مرد کہن
سہ خم ہشتمیں شب کو آئے نظر
نہ کم آب ہوتا اُن کا ذرا
وہ کھاتی ہے تسپر بھی لاغر ہے تن
بیان کیجئے مجھسے تعبیر خواب
تو زنہار مت ہوجیو گرم جنگ
خردمند و دانا و عاقل طبیب
نہ دی گرمی آتش آفتاب
تا نہ نیا سکندر کو یہ ہر چہار
دیا مرد درویش نے یہ جواب
وہ ہاتھی ہے اسکندر نامدار
یہاں سفلہ اک بادشاہ آئیگا
اسے کھینچتے ہیں جو وہ مرد چار
جہود ایک آئے گا یاں بعد ازاں
حکیموں کا مذہب کرے آشکار
وہ تشنہ جو آیا نظر پھر تجھے
کرینہ خلق ایسی یاں ہوویگی
زمانہ اک آوے گا سود و زیان
ششم شب جو رنجور آئے نظر!
زمانہ انہیں سخت حیران کرے
کہ آوے زمانہ اب ایسی طور کا
دہن نہیں ہر اک چیز کو لیجیے

اور اک خرد سوراخ میں تھی وہاں
کوئی نوجواں جیسے اورنگ پر
ولے پارہ ہوتا نہیں زینہار
گریزاں ہوا اسکو وہ دیکھ کر
کہیں کو رواں مردماں سربسر
نظر ایک آیا مجھے شہر تب
شب و روز پر غم ہیں رنجور و زار
نظر اسپ آیا کہ ہیں دو دہن!
دو پُر آب ہیں ایک تھی سربسر
نہم شب نظر مجھ کو پھر یہ پڑا
وے فربہ گوسالہ کا ہے بدن
کہ دل سے مرے دور ہو خطرات
غرض آشتی کیجیو بیدرنگ
قدح ایک تحفہ عجیب و غریب
ہے سرد ہرگز نہ ہو گرم آب
تجھے ملک بخشے گا وہ تاجدار
کہے پہلے دن کی یہ تعبیر خواب
ترے شہر سے جو کرے گا گذار
خرابی ترے ملک میں لائیگا
کروں اسکی تعبیر میں آشکار
کریگا وہ آئین موسےٰ رواں
کریں اسکا آئین سب اختیار
کرینہ ندہ ماہی سے اور آب سے
یہ خواب چہارم کی تعبیر تھی!
نہ زنہار سمجھیں ذرا مردمان
کہ پوچھے تھے اچھے بھلو کی خبر
مسخر ہنر سے نادان کرے
کہ لطف دلدارانہ ہووے ذرا
نہ اک جبہ محتاج کو دیجئے

اور ایک پیل مست آگے اسکا نہیں
سوم شب مجھے خواب آیا نظر
شب چارم اک شخص ہی تشنہ لب
عقب اس گریزیدہ کے پھر شتاب
بسان بصیران ہیں مصروف کار
کہ رنجور ہیں یکقلم ساکنان!
انہیں دیکھ کر کسلمنداں اداس
وہ کھاتا ہے دونوں سے آب و گیاہ
تہی کو وہ بھرتے ہیں ہر چند پر
کہ اک گاؤ مادہ ہے گوسالہ دار
دہم شب کو اک چشمہ آیا نظر
وہ بولا کہ اسکندر نامدار
وہ دختر پری چہرہ اور اک وزیر
اگر اسکو کرے لبالب بھو!
غرض یہ ترے پاس ہر چار چیز
کہا کید ہندی نے یہ بعد ازاں
کہ وہ خانہ دینا ہے لے نامور
یہ پھر تو نے دیکھا جو روز دگر
سوم سب جو کر پاس آیا نظر
کہ دہقان آتش پرست آئیگا
پھر اس ملک میں آئیگا مرد نیک
پھر اس ملک میں بل دین آئیگا
رسول خدا ایک آئیگا یاں!
شب پنجم آئے جو کوراں نظر!
کرے کور چشم کساں روزگار
زمانہ اک آوے گا دانشوران
جو دیکھا شب ہفتم اسپ دو سر
وہ چنداں ہو ہر ایک کو حرص آز
جو دیکھا شب ہشتم اے مرد نیک

گیا پھر نکل ہو کے سوراخ میں!
کہ گرباں ہے لے حجتہ سیر
وہ آیا کنارے پہ دریا کے جب
روانہ ہوئی واں سے ماہی سوئے آب
نہیں کار ہے کوئی سے کچھ زینہار
اور اچھے بھلے ہیں جو بعضے کسان
خبر لینے آتے ہیں ہر اک کے پاس
ولیکن نہیں اُسکے سرگین کی راہ
نہیں ہوتے اُسکے کنارے بھی تر
کہ گوسالہ کا شیر لیل و نہار!
کہ لب سکے ہیں خشک و اطراف تر
ترے ملک میں آئیگا ایکبار
کہ اختر شناسی ہیں بے بنظیر
تو زنہار آب قدح کم نہ ہو
کہ ہیں طرفہ اے شاہ والا تمیز
کہ تعبیر ہر خواب کیجئے عیاں!
اور انہیں وہ سوراخ ہے تیر گھر
کہ اک مرد بیگانہ ہے تخت پر
سمجھ تو خدا اسکو اے نامور
رواج اسکا دین پہلے یاں پائیگا
حکیم خردمند یونانی ایک
رہ حق پرستی وہ پھیلائے گا
کریگا ہدایت بلب تشنگان!
کہ محفوظ کوری سے ہیں سربسر
نہ فہمید ہو کچھ انہیں زینہار
سراسر ہوں محتاج بیدانشان
یہ تعبیر اسکی ہے اے نامور
یہ چاہے کہ سب کرکے دراز
کہ پُر ہیں وہ خم اور خالی ہے ایک

زمانہ کوئی آئے اس طرح کا   دو حصہ تو نگر ہو یعنی شہا!
تہیدست کو تب بھی سیری نہ ہو   فزوں تر ہو خواہش تہیدست کو
حریص اتنے دنیا میں ہوویں عیاں   کہ مسکیں ہی خواہش رکھے ہر زبان
جو اس چشمہ سے آب چشمہ کو لیں   تو آئے نہ پیمانہ دست میں
بڑی عقل و فرہنگ سے سر بسر   رہیگا وہ سلطان عالی گہر
کبھی فیض اسکا نہ ہوگا عیاں   نہ ہوگا نیکی کا اس نشاں!
یوہی تا نہ اک عہد پھر آئیگا   کہ ہوگی نئی فوج افسر نیا
سکندر ہے اس عہد کا بادشاہ   کہ ہے وہ شہنشاہ عالم پناہ
کیا میں نے ہندوستاں میں گذر   ملاقات بہتر ہے اے تاجور
ارادہ نہیں اور جز چاکری   کروں میں دل جان سے فرمانبری
کہ ہر ایک دنیا میں ہے بیمثال   نہیں دوسری آشنہ خوشخصال
غرض چار چیزیں کہ تھیں بینظیر   قدح اور دختر طبیب و وزیر
سکندر نے دیکھی جو وہ دلربا   کیا ساتھ اپنے اسے کتخدا
کیا کید پھر تاجور کے حضور   شتر بار دُر لیکے با صد سرور
سکندر سے پھر کید رخصت کیا   قرین نشاط و مسرت کیا

تہیدست اک حصہ ہووے جہاں   زر و سیم برسائے گر آسمان
نہم شب کو دیکھا جو تو نے شہا   کہ کھاتی ہے وہ شیر گو سالہ کا
دہم شب جو آیا نظر تجھکو خواب   کہ اک چشمہ ہے خشک گرد اسکے آب
زمانہ جو بعد اسکے ہوگا عیاں   اسی عصر میں ہوگا اک حکمراں
رعایا نہ پائیگی اس سے پناہ   جہاں ظلم سے اسکے ہوگا تباہ
زمانہ کریگا یوہی انقلاب   رہیگا اسی طرح عالم خراب
مآل اُسکا ہوگا یہ اے نوجواں   نہ لشکر نہ سلطان کا ہوگا نشان
سکندر کا نامہ یہ پہنچا وہیں   کہ ہو آنکے مورد آفرین!
لکھا کید ہندی نے پھر یہ جواب   کہ اے بادشاہِ ثریا جناب
کروں پیشکش تیرے اب چار چیز   تو رکھنا انہیں جان و دل سے عزیز
ترے پاس آؤں زر دے نیاز   ترے لطف سے تاکہ ہوں سرفراز
سوئے شاہ بھیجیں خوشی سے شتاب   ہوا شادماں شاہ عالی وقار
پیا ہاتھ سے دلربا کے وہ جام   ہوا وصل سے اسکے دل شادکام
دیا جب سکندر کو گنج و گہر   سکندر نے بخشا اسے سربسر
سو فور ہندی ہوا پھر رواں   سکندر جہاندار گیتی ستاں

جانا سکندر کا اندر قنوج کے اور لشکر کھینچنا فور بادشاہ کا اندر قنوج کے ساتھ جنگ کے اور فتح پانی سکندر کی!

سکندر نے نامہ لکھا فور کو   کہ تو آکے حاضر مرے پاس ہو
لکھا کیا ہوا کیا ہے اتنا غرور   تو مت آپ کو اس قدر کھینچ دور
نہیں تجھسے مجھکو خطر زینہار   مرے پاس ہے لشکر بے شمار
دلیرانہ میدان میں ہوں رزم خواہ   کروں لشکر رومیاں کو تباہ
سواران جنگی تھے اسّی ہزار   ازانجملہ ایرانیاں سی ہزار
سکندر کے ہمراہ تھے چل ہزار   نبرد آزمایان خنجر گذار
غرض تھے حضور شہ نامدار   سواران ہندوستان دہ ہزار
سواران جنگی تھے ستر ہزار   جوانان جنگی وہ مردان کار!
نہ ہمراہ تھے صرف جنگی سوار   کہ پیلان جنگی بھی تھے نُہ ہزار
سکندر سے مردم یہ بولے وہیں   کہ پیلان سرکار جنگی نہیں

لکھا اسنے پاسخ کہ اے تاجور   کیا کشتہ دارا کو تو نے اگر!
نہ رکھتا تھا مردی و مردانگی   اطاعت تری کید ہندی نے کی
نہ ہو مجھسے خواہان فرمانبری   کہ رکھتا ہوں میں عزم جنگ آوری
یہ سنکر ہوا پر غضب بادشاہ   کیا سوئے قنوج لیکر سپاہ
دلیران مصر و سواران روم   کہ فولاد ہو جنگی ہیبت سے موم
سوا اسکے تھی ہند کی فوج بھی   شہنشاہ عالم نے چاکر رکھی!
کل فور ہندی بھی قنوج سے   مقابل ہوا شاہ کی فوج سے
پئے کینہ خواہی تھے اکدل تمام   نبرد آزمایان جویائے نام!
یہ پیلان جنگی جو آئے نظر   تو فوج سکندر ہوئی پر خطر!
مخالف کے ہاتھی ہیں جنگ آزما   بھلا کسطرح جنگ کیجے شہا

ارسطو کو کرکے طلب نزد تر
شکم اُسکا یکدست خالی رکھا
وہ اسپ و سوار اُسپہ قایم کیا
تو اب خوب سی اُسمیں آتش لگا!
بسوئے سپہ بر ین ایکبار
بنائے پھر اسطرحکے یکہزار
جو دیکھا وہ گردون و اسپ سوار
وہیں مردماں نے کیا آشکار
حقیقت سے اسکی خبر از نہار
ادہر سے جوانوں نے یکبارگی
سواران ہندی و پیلان مست
رہا شام تک گرم بازار جنگ
سحرگاہ پھر فور جنگی سوار!
اُدہر تو ہے جنگ آور و پہلوان
جو پھر فوج ہو گرم بازار کین کہ
مناسب یہ ہے لے سہ سرفراز
سپہدار ہندی نے بھیجا جواب
اُدہر سے سکندر غرض مثل شیر
نہ لیکن ہوئی کارگر زینہار طہ
دو پارہ ہوا کتف سے تا کمر
جو تھے نامداران ہندوستاں
کروں فور ہندی سے میں بیشتر
یہ سنکر ہوئے سربسر نامدار
در گنج و لعل و گہر دا کیا
سدرک اک سردار کا نام تھا

ہوا چارہ جو خسرو نامور
سراسر اُسے نفط سے پر کیا
کئے بستہ گردن سے پھر یاد با
ارسطو کا وہ حکم لایا بجا!
اڑا وہیں گردون و اسپ سوار
نہ تا خیر کی جنگ میں زینہار
ہوا بس وہیں فور حیران کار
کہ یہ تو بہ خانہ ہے اے نامدار
نہ واقف تھے از بسکہ ہندی سوار
عقب سے جو گردوں کی واں آگ تھی
گریزاں ہوئے کھانے یکشکست
سر و سینہ تھا وقف تیغ و خدنگ
سپہ لیکے آیا پئے کارزار
ادہر میں ہوں مرد دلاور جواب
تو ہوئے ہلاک ایک عالم وہیں!
کہ ہم تم ہوں تنہا بہم رزم ساز
کہ بہتر ہے اے شاہ عالیجناب
ادہر سے گیا فور ہندی دلیر
نگہدار تھا شاہ کا کردگار!
گرا فور ہندی نگوں خاک پر
طلب شہ نے انکو کیا لیکن ان
مراعات و الطاف ہر ایک پر
ثناخوان شاہنشاہ ہے کامگار
نشان خسرو داد گر کو دیا
کہ سالار تھا فور کی فوج کا!

ہنروہیں اُسنے کیا آشکار
وزیر خردمند نے بعد ازان
ہوا جب کہ میدانیں گردوں رواں
وہ آتش لگی اسمیں جسدم وہاں
ہوا تیرہ رو جب سپہر بلند
ہوا گرم یکبارہ بازار وان!
خبر لانے والوں سے پوچھا کہ ہاں
حکیموں نے اسکو مہیا کیا
ہوئے سوئے گردوں وہ حملہ کنان
جو پھر سربسر نفط روشن ہوئی
فراہم وہ لشکر کے پھر فوج کو!
ہوئی جنگ موقوف ہنگام شب
سکندر نے اسکو یہ بھیجا پیام
ہزاروں سواران پیکار جو طہ
بس اب سوچیے اپنے دلمیں ذرا
کرے جسکو میدانیں فیروز بخت
جدا ہوکے لشکر سے میدان میں آ
وہیں کھینچکر فور ہندی نے تیغ
کیا شاہ نے جیکہ وقت ستیز
مظفر ہوا خسرو ارجمند
دلاسا بہت دیکے اُسنے کہا!
حوالے تمہیں کرکے ہندوستان
سمجھائے شیریں سخن مسرور ہو
زروئے کرم شاہ نے سربسر
بٹھایا اُسے تخت زرکار پر

بنایا اک آہن کا اسپ سوار
کیا ایک طیار گردوں کلاں!
ارسطو یہ بولا جواں سے کہ ہاں
خروش عظیم اک اٹھا ناگہاں!
ہوا دیکھ کر خوش شہ ارجمند طہ
لگے کشتہ و خستہ ہونے جوان
یہ کیا ہے کرو میرے آگے بیان
یہ اسباب ہے رزم پیکار کا
نہ ہرگز کیا دلمیں کچھ خوف جان
زمین یکقلم مثل گلخن ہوئی!
سپہدار ہندی ہوا زرم جو طہ
دلیران گئے پھر سوئے خیمہ سب
کہ تو ہے شجاعت میں مشہور عام
ہوئے کشتہ و خستہ کل ہر دو سو
کہ ضائع ہوں کیوں بندگان خدا
وہ ہو مالک کشور و تاج و بخت
کہ تنہا ہوں میں تجھسے جنگ آزما طہ
رواں کی سوئے بادشاہ بیدریغ
رہا فور پر زخم شمشیر تیز
کہ تھا یار اقبال و بخت بلند
کہ اندیشہ مت کیجیو تم ذرا
بسوئے دگر ہوں میں یاں سے رواں
وہیں لیگئے قلعہ میں شاہ کو
عنایت کیا انکو وہ گنج و زر
کیا یعنے قنوج کا تاجور!

جانا سکندر کا واسطے زیارت مکہ معظمہ کے اور آنا اندر مصر کے اور پھر مصر سے اندلس کو جانا

سکندر رہا اندر عالم پناہ
کہ کعبہ ہے نام اسکا مشہور عام

رہا شہر قنوج میں تین ماہ
پرستشگہ خلق بیت الحرام

کسی نے کیا شاہ سے یوں بیان
زیارت کی سنکر ہوئی آرزو

بنایا خلیل اللہ نے اک مکان
روانہ ہوا خسرو نامجو!

سماعیل مرد خجستہ سیر
کہ گذرا ہے پیغمبر نامور

سکندر جو پہنچا تو باصد سرور
و نصر قتیب اُسکے آیا حضور

زیارت کو پھر ساتھ اسکے گیا
پیادہ جہاندار کشور کشا

لیا چھین ہم سے حجاز و یمن!
تو ہو دادرس زیر چرخ کہن

سماعیلیاں کو حجاز و یمن ٭
دیا اور وہیں بادشاہ زمن

سکندر رہا مصر میں ایکسال
ہوا لشکر شاہ آسودہ حال

زن وہوشمند ایک قیدانہ نام
پری چہرہ در رشک ماہ تمام

فراواں تھا اسکا حشم اور جاہ
گیا ایلچی بن کے واں بادشاہ

سکندر سے بولی زن ہوشیار
تو ہے شاہ اسکندر نامدار

کہ میں بندۂ شاہ آزادہ ہوں
سکندر نہیں ہوں فرستادہ ہوں

سکندر ہوا دیکھ کر سہم گین
ہوا رنگ چہرہ کا پران وہیں

کہیں اور اسطرح مت جائیو
بلا سر پہ اپنے تو مت لائیو

مگر خاطر اپنی تو رکھ جمع یاں
نہ ہرگز کروں راز تیرا عیاں

اگر کینہ ہو کچھ تو کر دل سے دور
تو سوگند کر یاد میرے حضور

لگا کہنے پھر شاہ کیوان علم!
کہ دین اور ایمان کی مجھکو قسم

نہ دوں ہاتھ سے رسم راہ وفا
کروں تجھ کو مرہون لطف و عطا

سکندر ہوا اس سے رخصت طلب
رہا واں نہ زنہار ہنگام شب

بنیرہ تھا اس کا جو نصر قتیب
شریف اس مکاں کا تھا وہ خوش نصیب

سکندر نے نذر و نیاز اسکو دی
بہت اسکی تعظیم و تکریم کی!

سماعیلیاں پھر ہوئے دادخواہ
کہ نسل چراغا نے اے بادشاہ

شہنشاہ عالم نے پھر زود تر
چراغہ کی اولاد کو قتل کر!

سوئے کشور مصر واں سے گیا
ملا آنکے بادشاہ مصر کا!

روانہ ہوا مصر سے بعد ازاں
سوئے ملک اندلس آیا دواں

سپہدار اقلیم اندلس تھی ٭
رکھے سر پہ تھی تاج فرماندہی

گیا جب کہ اسکندر نام جو
تو پہچان اُسنے لیا شاہ کو

مری جنگ سے اب رہائی نہیں
شہنشاہ پاسخ یہ بولا وہیں!

شبیہ جہاندار کر کے طلب ٭
سکندر کے دی ہاتھ میں اسنے تب

دلاسا بہت دیکے وہ سیمتن
یہ بولی کہ اے بادشاہ زمن

کہ پنہاں نہ ہرگز ہوا آفتاب
رخ بادشاہاں عالیجناب

نہ آسیب پہنچاؤں میں کچھ تجھے
تو فرزند اپنا سمجھ اب مجھے

کہ ہرگز نہ مجھسے گرے کچھ بدی
نہ چھوڑے تو رسم و رہ نیکوئی

ترا میں بد اندیش ہرگز نہیں!
تو رکھ جمع خاطر کو اے نازنین

یہ قیدانہ بولی کہ اے تاجور
مرے گھر تو جمع شب کو سحر

بہت تحفے اس ماہوش کو دیئے
سکندر نے یکسر پذیرا کیا

وہاں سے غرض بادشاہ جہان!
پھر آیا سوئے خیمہ شاہ زمان

بیان سارے ملک کے سیر کا قصد کرنا سکندر کا اور پہنچنا اندر ظلمات کے اور محروم واپس پھرنا اور پھر اُسجگہ سد سکندر کا طیار کرنا

یہ تھا لیک قصد شۂ نامور
کہ سیر جہاں کیجئے سربسر

کیا خوب شاہ سکندر نے گشت
بہت دیکھے معمورۂ کوہ و دشت

گیا جس طرف شاہ کشور کشا
کیا سکہ اپنا رواں دہر میں!

ہر اک ملک و کشور میں ہر شہر میں
یہی واں کے فرماں روا کو لکھا

ملاقات مجھسے کرو آن کر
کہ ہرگز نہیں مجھکو آہنگ رزم

ہر اک سے ہے صلح و مدارا کا عزم
کہ مطلق کسی کو نہ پہنچے ضرر

بہت شاہ حاضر ہوئے پیش شاہ
جو کوئی نہ آیا ہوا وہ تباہ

بہت قطع کی راہ پشت و بلند
کئی جا ہوئی شاہ کو بیم گزند

تباہ شاہ کا لشکر ہوا بیشتر
عجائب غرائب بھی آئے نظر

پھرا ہفت اقلیم میں بادشاہ
کہ تھا یاور اقبال و فضل آلہ

جو ٹے ترجکا سب وہ خشک و تر
تو پہنچا وہاں خسرو نامور

کنارے تھا عالم کا یعنی جہاں
کیا مردمانے یہ آکر بیان

پس کوہ ظلمات ہے سربسر
وہاں چشمہ ہے اے شۂ نامور

کرے جو کوئی نوش چشمے کا آب
تو عمر ابد سے ہو وہ کامیاب

سنی جب شۂ نامور نے یہ بات
کیا پھر وہیں قصد آب حیات

سپاہ عدو سوز سے دو ہزار
لیئے ہاتھ اپنے دلاور سوار

سر انجام چل روز کا توشہ کر
روانہ ہوا خسرو نامور

خظر سوئے ظلمات تھا رہنما
عیاں گر کریں دوسرے لعل کو
رکھا دوسرے لعل کو اپنے پاس
دو روز و دو شب تھے ہم رہ سپہ
سنی پر کسی نے نہ ہرگز صدا
اندھیرے میں سرگشتہ تھا شہریار
کہیں راہ میں اک سیہ کوہ تھا!
اوران کو اٹھاوے بھی کوئی اگر
پھر آٹھویں دن شاہ لیکن کہیں!
نہیں چاہیے مجھ کو آب بقا
سوئے سنگریزہ پڑی جب نظر
رہے جو محروم بولے وہ یوں!
ہوئے ساکن شہر حیران تمام
یہاں آئی کس راہ سے یہ سپاہ
کہ رونق ہوئی تیرے آنیسے یاں
وہ بولے کہ اے شاہ فیروز بخت
سمجھتا نہیں کوئی انکی زبان
وہ دونوں جو ہیں برگزیدہ شجر!
یہ سنکر طلب کرکے دانائے شہر
تو اس راز کو مجھ سے کر آشکار
وے چاردہ سال باتاج تخت
لگا کہنے دل میں کہ زیر فلک
ہوا شاہ حیرت سے گریہ کنان
جو پوچھا تو آیا یہ وانسے جواب
کہ باقی رہی عمر کمتر شہا
سکندر یہ بولا کہ اے ہوشیار
خردمند نے مدعا شاہ کا!
نہ خویشوں کو دیکھے نہ مادر کو لو
بتائی جو تھی ان درختو نے لو

خضر سے شاہ نامور نے کہا
تو پھر مار دگر دم گر زندہ ہو
ہوا گر دم مار سے بے حراس
سوم روز آیا دو راہا نظر
خضر سوئے چشمہ تنہا گیا
یکایک ہوئی روشنی آشکار
سیہ کوہ سے واں یہ آئی صدا
تو وہ بھی پشیمان ہو بیشتر!
ملا چشمہ آب حیوان نہیں
رہائی ہو ظلمت سے اب یا خدا
تو یاقوت و گوہر تھے وہ سربسر
کہ یوں ہمنے اٹھائے نہ کیوں
لگے کہنے یوں مردم خاص عام
یہ کہکر بزرگان گئے پیش شاہ
جہاں نہیں تو رہ جبتلک ہی جہاں
عجائب ہیں اس شہر میں دو درخت
وے جو خردمند عالم ہیں یاں
ہے انمیں سے اک مادہ اور ایک نر
گیا واں سکندر شہنشاہ دہر
وہ بولا کہ کہتے ہیں اے تاجدار
کہ ہے اس جہاں میں یہ فیروز بخت
ہوئے منقضی دس برس آج تک
یہ عالم سے کہنے لگا بعد ازان!
فلاں راہ سے جاکے پہنچے شتاب
شب و روز کر دل سے یاد خدا!
یہ دل میں تمنا ہے اب ایکبار
درختوں سے یکدست ظاہر کیا
بر آوے نہ زنہار یہ آرزو
روانہ ہوا اس طرف کو وہ شاہ

سے پاس دو لعل میں اسے خضر
دیا خضر کو لعل انجام کار!
خضر رہنمائی کناں پس و پیش
جدا ہو گئے خضر سے ناگہان
وہاں جاکے آب بقا نوش کر
پھر اتنے میں ظلمت نمایاں ہوئی
کہ افتادہ ہیں سنگریزے جہاں
کسی نے لئے سنگریزے اٹھا
ہوا سخت حیران و عاجز کمال
نویں دن ہوئی روشنائی عیاں
لگے کہنے ہو کے پشیمان بہم
جب اس روشنی میں گئے بیشتر
کہ اب تک یارب ہوا زینہار
غرض شرط خدمت کی لا کر بجا!
لگا کہنے یوں شاہ کشورکشا
کہیں عالم غیب کی سب خبر
وہ سمجھیں درختو نکی آواز کو
سخنور سحر سے ہو نر تا بشام!
درختو نسے جا کر سنی یہ صدا
کہ ہے یہ سکندر شہ نامور
کرے پھر سفر سوئے ملک بقا
کہ مجھ کو میسّر ہے تخت شہی
کہ پوچھا ان درختو نسے روئے زمین
وے میل سیر جہاں اب نہ کر!
سنا تھا جو عالم نے وہ سربسر
کہ اقلیم بابل روم کی جا ہیے!
یہ آواز آئی کہ اے شہریار
کیاں سے کے تو کشور میں پاو وفات
جو اک شہر میں جاکے پہنچا رواں

کہ ہوا ایک سے روشنی جلوہ گر
کہ اک نور جس سے ہوئے آشکار
عقب سے تھا شاہ فرخندہ کیش
پکارا بہت خضر نے گرچہ وان!
پھر آیا سوئے لشکر شہ خضر!
بہت خاطر شہ پریشاں ہوئی
نہ لیویں تو پچھتاویں پھر مردمان
کسی نے کہا دل میں کیا فائدہ
لگا کہنے تب شاہ فرخ خصال
ہوئے شاد و خرم دل مردمان!
کہ افسوس ہم نے اٹھائے نہ کم
تب اک شہر آباد آیا نظر
کبھی فوج بیگانہ کا یاں گذار
لگے کرنے یکسر دعا و ثنا!
عجائب ہے اس شہر میں چیز کا
اور احوال آئندہ کا سربسر
کریں آشکارا وہیں راز کو
جو مادہ ہے کرتا ہے شب کو کلام
سکندر نے دانا سے پھر یوں کہا
پھر اگر دعا عالم بصد کر و فر
ہوا پر الم سنکے فرمان وا!
کروں چار سال اور فرمانروی
کہ پہنچوں لگا شکر میں اب یا نہیں
بس اک گوشہ میں زندگی کر بسر
کیا عرض پیش شہ نامور!
غرض جاکے واں انکو دیکھ آئیے
نہ ہوئے گذر روم میں زینہار
ہوا سنکے غمگیں شہ نیک ذات
تو باشندہ شہر آئے وہاں

حضور سکندر ہوئے دادخواہ
وہ ہر سال لاتے ہیں لشکر ادھر
سکندر نے پوچھا کہ صورت ہے کیا
زبان تیز دندان مثل گراز!
جو سوویں تو ایک گوش بستر کریں
یہ کہکر لگے کہنے اے بادشاہ
کرتا یا دیں ہم اس بلا سے نجات
یہ سن کر ہوا واں اقامت پذیر
بنا ایک دیوار کیجے بلند
بنے ہر دو سو سد اک استوار
وہ سد اسکندر بنا جب ہوئی
شتابی سے خاقان گیا پیشوا!
جو یوناں میں پہنچا شہ ملک گیر
حکومت تھی اس شخص کی ہند میں
نہ ہرگز ہوا وہ توقف کناں
بیاباں میں تھا ایک کوہ بلند
سوا اسکے تھے کان دونوں کلاں
لگا کہنے وہ پیش شاہجہان
شہنشاہ کیخسرو خوش سیر
کھینچی انکی صورت سے دیوار پر
کہیں مردم آبی آتے یہاں
وہ رہتے ہیں پانی میں یل ونہا
حضور شاہنشاہ گیتی نورد
سکندر نے کی مہربانی کمال!
یہ کیخسرو نامور کا ہے شہر
عمارت کو مسمار یکسر کیا
وہ جمجاہ پھر وانسے آگے چلا

لگے کہنے اے شہ گیتی پناہ!
بہت انسے پہنچے ہے ہم کو ضرر
بیاں مردماں نے یہ شاہ سے کیا
قد انکا ہے چوں میل بنی دراز
وہ گوش دگر سر پہ چادر کریں
تو شاہ جہاں ہے بفضل الٰہ
ہماری رہائی ہے اب تیرے ہاتھ
سکندر جہاندار آفاق گیر
کہ ہو راہ یاجوج ماجوج بند
فراہم تھے کاریگران دیار
خلائق کو آسودگی تب ہوئی
زر و مال و نعمت بہت لیگیا
کئی دن ہوا واں اقامت پذیر
کہ تھا فور کا جانشیں ہند میں
یمن سے ہوا سوئے بابل رواں
وہاں جب گیا وہ شہ ارجمند
پکڑ لائے اسکو وہیں مردمان
کہ اک شہر کینہ ہے نزدیک یاں
وہ افراسیاب شاہ ہے نامور
یہ سنکر لگا پوچھنے تاجور
وہ لاتے ہیں ہر صبحدم ماہیاں
وہ روز آتے ہیں یاں ایکبار
گرفتار آئے وہ ہشیار مرد!
دیا انکو از روئے الطاف مال
کہ محکوم تھے جسکے شاہان دہر
دُر و لعل و گنجینۂ زر لیا
وہاں اسکو گم کردہ لشکر ملا!

وہ دیوان ہیں یاجوج ماجوج نام
بہت وہ گاؤ مردم ہیں انکی خوراک
کہ چوں چہرہ ماہ تاباں ہے رو
دو چشم انکی ہیں یکقلم لالہ گون
کرے کوئی کسطرح انکا شمار
تو بیچارگان کا ہو اب چارہ گر
وگرنہ ہم اس شہر کو چھوڑ کر
حکیموں نے تدبیر پوچھی وہیں!
یہاں ہو کے آہنگران سخت کوش
دیا پھونک پھر کوہ کو سر بسر
پھر اس شہر میں شاہ روئے زمیں
کئی دن رکھا شاہ کو اپنے گھر
پھر آیا سوئے سندھ شاہجہان
بہت پیش کش مال اس نے کیا
ہوا دشت بابل سے خیمہ زن
کوئی مرد اک پیر آیا نظر
سکندر نے اس شخص سے یوں کہا
عجائب ہیں یوان رنگ بہار
ولایت ستان رستم پہلوان
کہ وہ شہر آباد ہے یا نہیں
پکاتے ہیں اس شہر میں نان کر
سکندر نے بھیجے سوار دلیر!
وہ تھے سالخوردہ اور ہشیار تھے
کہا یہ کہو ماجرا شہر کا
تہ ہر مکاں گنج و زر ہے نہاں
لگا اسقدر ہاتھ اسباب و مال
سکندر نے دست کرم وا کیا!

کہ سنت انسے عاجز ہیں مردم تمام
غرض اک جہاں کو کرینہیں ہلاک
دراز انکے میسر پہ نکلے ہیں سو
شرا واہ ہم چشمی جام خون!
کہ جنتی ہے ہر مادہ بچے ہزار
برائے خدا کوئی تدبیر کر!
چلا یں ہمراہ خسرو نامور
وہ بولے کہ اے شاہ روئے زمین!
کریں صرف دیوار میں ہفت جوش
ہوئی بند یاجوج کی رہگذر!
رواں ہو کے پہنچا سو ملک چین
روانہ ہوا وانسے وہ تاجور!
گیا پیشوا سندھ کا حکمران
سوئے یمن پھر سکندر گیا
وہاں بھی نہ ٹھہرا وہ شاہ زمین
سفید انکے تھے تن پہ مو سر بسر
بیاں کر حقیقت یہاں کی ذرا
کہ ہر اک مکاں میں ہے نقش نگار
سو انکے گذرے جو نام آوراں
یہ پاسخ وہ لایا زباں پر وہیں!
انہیں کھا کے جاتے ہیں پھر زود تر
کریں تا کسی طرح انکو اسیر!
حقیقت سے انکی خبردار تھے
وہ بولے کہ اے شاہ کشور کشا!
یہ سنکر شہنشاہ نے جا کے واں
کہ تھا برتر از وہم و فہم و خیال!
کیا گنج لشکر کو یکسر عطا

وفات پانا بادشاہ سکندر کا

سکندر جہاندار گیتی فیروز
کہ شاہی کروں چاردہ سال میں
گئے سیزدہ سال اب تک گذر
حضور شہنشاہ عالم ستان
کہ جتنے ہیں شہزادہائے کیان
سکندر کو جو کچھ کہ سرکوز تھا!
مناسب نہیں قتل شہزادگان
رہے ہر یک اپنے شغل کار
کیا ملک تقسیم شہ نے تمام
کہ جسکو ملا ملک اب جسقدر
ہوئے بادشاہ نامداران تمام
ہوا جب کہ بیمار شاہ جہان!
کہ ہے حاملہ اندیوں روشنگ
تولد ہو گر دختر نازنین لے
یہ کہہ کر ہوا رہ نورد عدم!
بہت گریہ و شور و نالہ کیا
گدایا شہنشاہ عالی تبار

لگا کہنے اس طرح سے ایکروز
رہوں شاد باجاہ اقبال میں
رہا دہر میں خوش بگنج و گہر لے
بہت ملک شہزادہائے کیان!
کریں آپ کو بادشاہ جہان
ارسطو دانا کو یہ لکھ
انہیں لطف و شفقت سے کرشادمان
نہ ہنگامہ پرواز ہو زینہار
دیا لکھ کے فرمان ہر اک کے نام
رہے اسپہ قانع ہر اک نامور
ملوک طوائف رکھا انکا نام
ارسطوئ دانا بھی آیا وہان
جو پیدا پسر ہوبے توشبہ و شک
تو پھر اسکو بطریق آئین و دین
سکندر جہاندار انجم حشم
چہل روز ماتم رہا شاہ کا
جہاں میں نہ دایم رہے زینہار

کہ پیش از رحلت گیا تھا میں جب
کروں بعد ازاں اس جہان سے گذر
رہا زیست میں باقی اب یکسال
شہنشاہ فرزند رکھتا نہ تھا!
دے کیجے اور سب کو ہلاک
ارسطو نے پڑھکر لکھا یہ جواب
تو ہر ایک کو ملک تقسیم کر لے
ارادہ نہ کوئی کرے رزم کا!
جدا گانہ ہر اک کو سلطان کیا
نہ باہم کریں قصد کین و فساد
ہوا بعد ازان ناگہاں کسلمند
وزیروں نے اپنے دم واپسین
بٹھانا اسے روم کے تخت پر لے
کیانی ملکزادہ ہے کے دیکھیو
سپاہ و حکیم و امیر و وزیر
نہیں جاودانی سرائے سپنج
سکندر کی آخر ہوئی داستان لے

یہ آئی تھی مجھکو ندا وانسے تب
کہ ہووے خلل بزم سے زود تر
قریں تر ہے دولت کا میرے زوال
یہ ناچار شاہ نے ارادہ کیا
کہ فتنے سے عالم رہے صاف پا
کہ اے تاجدار ثریا جناب!
کہ تا ملک میں اپنے شام و سحر
رہے بے خلل روم صبح و مسا
پھر اک عہدنامہ رقم وان کیا
رہیں ملک میں اپنے آباد شاد
جہاندارا سکندر ارجمند!
یہ بولا شہنشاہ ہے روئے زمین
اطاعت سے مت پھیریو سر
اسے بادشاہ روم کا کیجیو!
ہوئے نوحہ گر سب صغیر و کبیر
نہیں ہے وفادار اور رنگ گنج
اب آتا ہوں میں سوئے اشکانیان

ذکر سلطنت اشکانیان کی؟

ملکزادہائے خجستہ نہاد
رکھا سر پہ ہر اک نے تاج بھی
و لے پیر مرد خجستہ نہاد!
نہ احوال ہرگز سنا جنگ کا
پھر اقبال کا انکے آیا زوال!

کہ تخم کیاں سے تھی جنکی نژاد
ہوئے جلوہ گر وہ بہ تخت شہی
سخن سنج فردوسی پاک زاد
بس اتنا ہی شاہنامہ میں ہے لکھا
نہ ہرگز رہا تخت نے ملک ال!
ہوئے مالک ملک ساسانیاں

سکندر نے انکو دیا ملک جب
کہیں انکو اشکانیاں خاص و عام!
لکھے ہے کہ جز نام اشکانیان
کہ یعنی دو صد سال با تاج و تخت
کیا انکو ساسانیوں نے تباہ
کروں آگے احوال انکا بیان

لگے رہنے وان بادشاہ وہ سب
ملوک طوائف بھی ہے انکا نام
نہیں ہے تواریخ میں کچھ بیان
رہے اس جہاں میں وہ فیروز بخت
لیا چھین اور رنگ تاج و کلاہ

ذکر احوال ساسانیاں و پیدا ہونا اردشیر بابکان فرزند ساسان کا

کوئی پوردارا تھا ساسان نام
گریزاں سوئے ہند ساسان ہوا

پرستار زادہ تھا ساسان نام
بہت دل میں اپنے ہراساں ہوا

سکندر ہوا گرم پیکار جب!
وہاں سے ہوا سوئے کابل روان

جہاندار دارا ہوا کشتہ تب
گیا شہر کابل میں پیش شبان